Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن، اہل بیتؑ اور سائنس

تحقیق و تحریر
محمد علی سیّد

قرآن اینڈ سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن پاکستان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کتاب: قرآن اہل بیتؑ اور سائنس
اشاعت: اوّل
مصنف: محمد علی سیّد
تعدادِ اشاعت: ایک ہزار
سن اشاعت: جون 2020ء
سرورق: رضوان الیاس جعفری
پبلشر: قرآن اینڈ سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان۔
(زہراؑ اکیڈمی پاکستان کا ذیلی ادارہ)
کمپوزنگ: محمد علی، سیّد شبیب اصغر عابدی
تزئین و آرائش: سیّد شبیب اصغر عابدی
پرنٹر: المجاہد پرنٹرز، گوجرانوالہ
قیمت: 600

Presented By: https://jafrilibrary.com

❁ جملہ حقوق محفوظ ہیں ❁

اس کتاب کے جملہ حقوق کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت محفوظ ہیں۔ کتاب یا اس کے کسی حصے کی نقل کرنے کے لئے مصنف سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر متعلقہ فرد یا ادارے کے خلاف سخت قانونی کاروائی کی جائے گی۔

جو حضرات اس کتاب کے مضامین یا اس کے مختلف نکات کو اپنی تقریروں میں استعمال کریں ان کے لئے بھی کتاب اور مصنف کا نام بیان کرنا ضروری ہے۔

(ادارہ)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن، اہل بیتؑ اور سائنس

Presented By: https://jafrilibrary.com

محمد علی سیّد

قرآن اینڈ سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

''قرآن، اہل بیتؑ اور سائنس'' کی سائنسی تشریحات کے لیے قرآن مجید، نہج البلاغہ اور صحیفہ کاملہ کے ساتھ ساتھ درج ذیل کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا۔

- HOW THE BODY WORKS by Steve parker.
- Amazing Book Of Facts published by mike kelly publishing ltd. china
- Junior Science Encyclopedia By Keith Solomon
- I Am Geo's Body By J.D Radcliffe
- Reproduction And Heredity by Regency Publishing
- How Nature Works By David Burnie
- Medicine by Steve parker
- The Natural World By Heather Amery
- Facts And Records By Kingfisher Publisher Newyork
- Brain By Richard Walker
- Microlife By David Burnie
- The Universe by Time-Life Books (USA)
- The Way Nature Works by Macmillan publishing company new york
- How The Earth Works By John Farndon
- Stars And Planets by Ian Ridpath
- The Weather By dick File
- Ecology By Steve Pollock
- Earth By Susanna van Rose
- Outer Space By Harry Ford And Kay Barnham
- Desert By Miranda Macquitty
- Insect By Laurence Mound
- The Five Ages Of Universe by Fred Adams And Greg Laughlin
- Genes And DNA By Richard Walker
- Jism Kay Ajaibaat By Muhammad Ali Syed
- D.N.A Jism Ki Kitaab E Hidayat By Muhammad Ali Syed

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انتساب

علمائے قرآن

علمائے اسلام

علمائے سائنس

اوران تمام اساتذہ کرام

کے نام

جنھوں نے اپنی زندگی کے شب و روز

علم کو عام کرنے میں صرف کیے

اور کر رہے ھیں

علم کا مطلب "ترسیل معلومات"

ھرگز نھیں

علم سے مراد

آثار و اسرار کائنات

کے ذریعے عقل انسانی

کی بیداری ھے

کہ ایک عبد اپنے گرد پھیلے وھم و گمان سے نکل کر

پورے شعور کے ساتھ اپنے معبود حقیقی کی جانب متوجہ

ھو سکے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تاریخ ولادت، طباعت و اشاعت

کتاب: قران، اہل بیتؑ اور سائنس مصنف: محترم محمد علی سید صاحب

سن ولادت: ۱۹۴۷ء، سن اشاعت وطباعت: ۲۰۲۰ء از قلم: مستکین حق سوز صاحب

ز	و	ہ	د	ج	ب	ا
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
ن	م	ل	ک	ی	ط	ح
۵۰	۴۰	۳۰	۲۰	۱۰	۹	۸
ش	ر	ق	ص	ف	ع	س
۳۰۰	۲۰۰	۱۰۰	۹۰	۸۰	۷۰	۶۰
غ	ظ	ض	ذ	خ	ث	ت
۱۰۰۰	۹۰۰	۸۰۰	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۴۰۰

یہ حُسنِ اطاعت یہ حُسنِ بضاعت ۲۰۲۰

یہ کارِ تفکر کہ رازِ شفاعت ۲۰۲۰

کتابِ محمد علی صاف رخشاں ۱۹۴۷

یہ اوجِ فراست طباعت اشاعت ۲۰۲۰

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ کتاب درج ذیل مقامات پر دستیاب ہے

۱۔ محفوظ بک ایجنسی۔۔ مارٹن روڈ کراچی

۲۔ محمد علی بک ڈپو۔۔ سولجر بازار کراچی

۳۔ افتخار بک ڈپو۔۔ لاہور

۴۔ مکتبۂ رضا۔۔ لاہور

براہ راست منگوانے کے لئے

واٹس ایپ نمبر: 0345-2443350

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آیات قرآنی خزانے ہیں

امام علی ابن الحسین علیہ السلام

فرماتے ہیں:

”آیات قرآنی (علم کے) خزانے ہیں جب ایک خزانہ کھولو تو یہ بھی تو دیکھو کہ اس میں کیا (خزانہ موجود) ہے۔“

(الکافی۔جلد:2۔صفحہ 609)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امیر المؤمنین علیہ السلام

نے فرمایا:

''ان لوگوں نے نہ تو انؐ (اللہ کے رسولؐ) کے انوارِ حکمت سے ضیاء حاصل کی اور نہ روشن علوم کے چقماق کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے۔ اس معاملے میں تو بس وہ چرنے والے جانوروں اور سخت پتھروں کی مانند ہیں۔''

(نہج البلاغہ خطبہ 108)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

فہرست مضامین

چند گزارشات -- محمد علی سید ---------- 13
چند گزارشات 2 -- محمد علی سید ---------- 18
تفسیر سائنسی -- پروفیسر نوید امام سید ---------- 27
تفہیم و تفسیر حیات -- ڈاکٹر ہلال نقوی ---------- 39
تبصرہ -- سید عمران رضا ---------- 45
الحمد للہ رب العالمین ---------- 49
علق کیا ہے؟ ---------- 56
آگ کا درخت ---------- 66
چھے دن کیا ہیں؟ ---------- 75
مچھلی کہاں سے آئی؟ ---------- 84

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پھیلنے والی زمین ---------- 94
کشش ثقل ---------- 102
محفوظ چھت ---------- 112
فضاء کا وزن ---------- 121
ستاروں کے مقامات ---------- 129
سائے -- اگر ٹھہر جائیں ---------- 136
پھیلتی ہوئی کائنات ---------- 145
پتھروں کی آندھی ---------- 152
سورج کی موت ---------- 162
چار دن کا مطلب ---------- 169
کوزے میں سمندر ---------- 180
پانی سے توانائی ---------- 187
ہوا کی تحریر ---------- 193
عالمین کیا ہے؟ ---------- 199
مچھر کی مثال ---------- 208
نظر نہ آنے والی چیزیں ---------- 216
حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ---------- 227
ہوا کہاں سے آئی؟ ---------- 230

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مٹی کا انسان ---------- 238
تاریک ستارے ---------- 246
آسمان کے راستے ---------- 254
نورانی ستون ---------- 261
زندگی کا مزہ ---------- 265
پھٹنے والی زمین ---------- 273
سرد سیارہ ---------- 281
ستارے اور فاصلے ---------- 284
سات آسمان ---------- 294
فرعون کی لاش ---------- 303
جانوروں کی زندگی ---------- 312
عذاب کے بادل ---------- 320
انسان کی تخلیق ---------- 327
پہاڑ کب پیدا ہوئے ---------- 335
شہد کی مکھی ---------- 342
چیونٹیاں۔۔خدا کی نشانیاں ---------- 354
فطری انتخاب کا نظریہ ---------- 365

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ظرف و امکان

امام جعفر صادق علیہ السلام

فرماتے ہیں:

''ہمیں تفسیر قرآن کو جو علم دیا گیا ہے اور اس کے جو احکامات دیے گئے ہیں (تو) اس کے لیے ہم ظرف و امکانات دیکھیں گے تو بیان کر دیں گے۔''

(بصائر الدرجات۔ باب:7۔ صفحہ 214)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چند گزارشات

محمد علی سید



قرآن مجید جیسی آخری الہامی کتاب کی روشنی ساتویں صدی عیسوی میں اس وقت پھیلنا شروع ہوئی جب مکے کے کافر و مشرک ہی نہیں پوری دنیا کے انسان جہل کی تاریکیوں میں زندگی گزار رہے تھے۔

ہم مسلمان عام طور پر کعبے میں پائے جانے والے بتوں اور ان کے پجاریوں سے واقف ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باقی دنیا میں بت پرستی کی تاریخ کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی اگر چہ بت پرستی اس عہد میں ایک عالمی مذہب کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اور طاقت ور قومیں بتوں کے آگے سجدہ ریز تھیں۔

یورپ، افریقہ، ہندوستان، چائنا، مصر، عراق، ایران، رومن امپائر، یونان، بت پرستی یا شرک ان تمام قوموں کی مشترکہ میراث تھی۔

بتوں کی تعداد اور نام مختلف ضرور تھے لیکن ہر قوم اور علاقے میں بتوں کی حکومت قائم تھی۔

ان بتوں کی ہارڈ کاپی، مٹی، پتھر اور لکڑی کی شکل میں محفوظ رکھی جاتی تھی۔

جب کہ سافٹ کاپی آسمانوں سے منسوب کر لی گئی تھی۔ یعنی بیشتر بت یا مختلف کام کرنے والے خدا۔۔۔

بت پرستوں کے نزدیک مختلف ستارے اور سیارے تھے یا ان کے عزیز و اقارب۔

(ستاروں اور سیاروں سے جڑے ان بتوں کی تفصیلات جاننا چاہیں تو گوگل سرچ سے استفادہ فرمائیں)

کفار مکہ جو عملی اور عقلی طور پر جوہڑ کے کنارے آباد ایک جانگلوش ٹائپ کی قوم تھی۔ دنیا کی بڑی طاقتور بت پرست قوموں کے سامنے ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ چہ پدی، چہ پدی کا شوربہ۔

ساتویں صدی عیسوی میں نازل ہونے والی آخری الہامی کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید نازل ہونا شروع ہوئی تو کائنات اور اسرار کائنات سے متعلق اس نے وہ حقائق بیان کرنا شروع کیے جو کفار مکہ ہی نہیں عالمی بت پرست طاقتوں کے لئے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خطرے کی بہت بڑی گھنٹی تھے۔

مثلاً اس عہد میں یہ بات عالمی طور پر تسلیم کی جاتی تھی کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن قرآن مجید نے واشگاف انداز سے اعلان کیا:

''اس دن ہم آسمان (وزمین) کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح طومار میں اوراق لپیٹے جاتے ہیں۔ جس طرح ہم نے خلقت کی ابتداء کی تھی اسے پھر سے دہرائیں گے۔ یہ وعدہ ہمارے ذمے ہے اسے ہم ہی پورا کر کے رہیں گے۔''

(سورۃ انبیاء۔آیت 104)

اس وقت کے عالمی بت پرست، کائنات کو چند ستاروں اور سیاروں تک محدود سمجھتے تھے۔ جب کہ قرآن مجید نے ''رب العالمین'' کے الفاظ استعمال کر کے لاتعداد عالموں اور بے شمار دنیاؤں کے وجود کے بارے میں دوٹوک انداز میں اعلان کیا۔

سورج چاند اور ستارے اس عہد میں طاقت ور قوموں اور حکومتوں کے خدا تھے۔ سورج اور چاند کی پرستش تو خاص طور پر اس عہد کے ہر علاقے اور ہر تہذیب میں عام تھی۔۔۔ ان کے لئے قرآن مجید نے واضح الفاظ میں کہا:

''جس وقت سورج سمیٹ لیا جائے گا اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے۔''

(سورہ تکویر۔آیت 2-1)

''جب چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔''

(سورہ قیامت۔آیت:8-9)

''جب ستارے غائب اور تاریک ہو جائیں گے۔''

(سورۃ مرسلات۔آیت:8)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

"نہ سورج کے لئے ممکن ہے کہ وہ چاند کو جا لے اور
نہ رات، دن سے آگے نکل سکتی ہے۔"

(سورہ یٰسین۔ آیت 40)

دنیا کی تمام بت پرست طاقتور قوموں کا مشترکہ عقیدہ تھا کہ جو انسان مرکھپ گیا، ہڈیاں خاک میں مل گئیں وہ کبھی زندہ نہیں ہوسکتا لیکن قرآن مجید نے بغیر کسی رورعایت کے یہ حقیقت آشکار کی کہ ایک دن ان سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

"(کافر) کہنے لگا کہ بھلا جب یہ ہڈیاں (سڑ گل کر) خاک ہو جائیں گی تو (پھر) کون انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔
(تو اے رسول) تم کہہ دو کہ انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں (جب یہ کچھ نہ تھے) پہلی بار پیدا کیا تھا۔ وہ ہر طرح کی خلقت سے واقف ہے۔"

(سورہ یٰسین۔ آیت:79-78)

اس طرح قرآن مجید نے ساتویں صدی عیسوی میں عالم کفر کے تمام مراکز کو ایک ساتھ حق اور حقیقت کی طرف دعوت دی لیکن ضد اور ھٹ دھرمی کی آبائی صفات کے ساتھ ساتھ جن لوگوں کی نسلیں بت پرستی، ستارہ پرستی اور آفتاب و ماہتاب کو خدا سمجھتے ہوئے گزری تھیں ان کے لیے خدائے واحد اور نبی آخرؐ کی بات کو قبول کرنا بہت مشکل تھا اور اسی سبب سے اللہ کے پیغام کی مخالفت جو نزول قرآن کے عہد سے شروع ہوئی وہ آج بھی پوری شدت کے ساتھ جاری ہے۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ کفار مکہ کی حیثیت تو پدی کے شوربے سے بھی کم تر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھی۔۔۔قرآن مجید نے تو سارے عالم کفر وشرک کو لرزا کر رکھ دیا تھا اسی لیے قرآن اور صاحب قرآنؐ کے خلاف سب سے بڑی مزاحمت بھی اسی عالم کفر کی طرف سے سامنے آئی۔۔دنیا بھر کے قرآن دشمنوں نے قرآن کے خلاف جنگ کا آغاز مکے کے کفار ومشرکین اور منافقین کی مدد سے کیا اور انھیں وہ ساری لاجسٹک سپورٹ فراہم کی کہ وہ دین اسلام کی تعلیمات کو ختم نہ بھی کر سکیں تو اسے کم از کم مکے مدینے ہی تک محدود رکھ سکیں۔

یہ لوگ تو قدیم زمانوں میں بھی کرائے کے فوجیوں کا کردار ادا کرتے رہے تھے، اس نئی جنگ میں شمولیت کو انہوں نے اپنی خوش قسمتی سمجھا اور اپنے کردار کو بہ حُسن خوبی ادا کیا۔(ہاں۔۔۔آپ نے صحیح سوچا۔۔۔تاریخ خود کو دہراتی ہی رہتی ہے۔)

اس طرح کہ کفار ومشرکین نے میدان جنگ سنبھالا اور منافقین نے انٹیلی جنس شیئرنگ کی ذمے داری ادا کی۔

یہ کام ساتویں صدی سے آج تک جاری ہے اور اس میں منافقین کی انگلیاں گھی میں اور سر کڑاھی میں رہے ہیں اور رہیں گے کہ جو کام کافر ومشرک نہ کر سکے اسے طول تاریخ میں منافقین نے ہمیشہ بہترین طریقے سے سرانجام دیا۔

اس کتاب پر سیر حاصل تبصروں کے لیے میں دنیا کے نامور سائنس دان پروفیسر نوید امام سید اور برادر معظم ڈاکٹر ہلال نقوی صاحب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔اور کتاب کی دلکش طباعت واشاعت کے لیے میں جناب مکرم حسین اعوان زمزم صاحب کا بھی شکر گزار ہوں۔

محتاج دعا

محمد علی سیّد

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چند گزارشات 2

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے والے ہر شخص کا تجربہ ہے کہ قرآن اکثر اپنے قاری سے بولنے بھی لگتا ہے۔

اس طرح کہ آپ نے قرآن کھولا اور سامنے ہی کے صفحے پر آپ کو اس سوال کا جواب لکھا ہوا مل گیا جس سوال نے آپ کو ہفتے بھر سے پریشان کر رکھا تھا۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ قرآن کریم کو کھولتے ہیں تو قرآن آپ کو ایک راستہ دکھاتا ہے جو پہلے آپ کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

کبھی مشکل سے نکلنے کے لئے ایک نئی راہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اس سے پہلے آپ کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

(اللہ کی یہ کتاب آپ کی تالیف قلب کس طرح کرتی ہے، کیسے آپ کے زخموں پر مرہم رکھتی ہے، کیسے آپ کو طرح طرح سے سمجھاتی ہے۔۔آپ کی پریشانیوں اور الجھنوں میں کس طرح آپ کو سہارا دیتی ہے یہ الگ ہی موضوع ہے۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج ہم اپنی کتاب ''قران اہل بیتؑ اور سائنس'' کے لئے ''چند گزارشات'' لکھنے بیٹھے تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔

قرآن کھولا تو سورۂ فرقان کھلا اور اس کی ایک آیت نے ہمیں سب کچھ سمجھا دیا۔۔ہم بھی سمجھ گئے کہ اس وقت قرآن ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔

وہ آیت مبارکہ یہ تھی

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

(سورۂ فرقان آیت 30)

اس آیت کے تراجم اس طرح بھی کئے گئے ہیں۔

''اور رسول کہے گا۔اے میرے رب! میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو تضحیک کا نشانہ بنایا تھا۔''

مولانا ابوالاعلی مودودی

''اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرایا۔''

احمد رضا خان۔بریلوی

ہم نہ اس آیت میں ایک لفظ ''مہجورا'' کے معنیٰ کی بحث میں الجھنا چاہتے ہیں اور نہ اس بحث میں کہ قوم سے مراد پوری امت مسلمہ ہے یا کوئی خاص گروہ یا فرقہ ہے۔

ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ گزشتہ صدیوں سے اکیسویں صدی تک قرآن مجید دنیا کی سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب ہے تمام اسلامی ممالک اسے بڑی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

عقیدت واحترام سے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں چھاپتے ہیں۔

اس کا ترجمہ دینا کی بیشتر زبانوں میں موجود ہے۔

دنیا بھر کے دینی مدارس میں لاکھوں کروڑوں طلبہ واساتذہ اس کی تعلیم و تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔

قرآن مجید کو بہترین کاغذ اعلی ترین طباعت اور انتہائی دیدہ زیب رنگ برنگے حاشیوں کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔

دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں قرآن سینٹر دن رات کی تدریس وتبلیغ کام میں مصروف رہتے ہیں۔۔اربوں لوگوں کے رزق وروزی کا دارومدار بھی اسی کتاب خدا پر ہے۔

قرآن مجید کے جیبی نسخے سے جہازی سائز تک کے نسخے عام ہیں۔

قرآن مجید کو بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ ریشم کے پارچوں پر سونے کے تاروں سے لکھا جاتا ہے۔

قرآن کی ہر آیت کے آگے آیت کا نشان سونے کے پانی سے بنایا جاتا ہے۔

کچھ لوگ ہر دن اور خاص طور پر رمضان المبارک میں اس کی تلاوت کثرت سے کرتے ہیں، قرآن پر قرآن ختم کرتے ہیں۔

مسلمان قرآن کی حرمت پر اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں۔

ہر روز گھروں، مساجد ومدارس حتی کہ قبرستانوں تک میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

قرأت کی کتنی اقسام ایجاد ہوچکیں۔ کتنے قاریان قرآن اس کی قرأت کرتے ہیں۔ کتنے سامعین وناظرین ہیں جو اِن کے لحن پر سر دھنتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کتنے ادارے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت کے طریقے سکھاتے ہیں۔

ہر روز خاص طور پر رمضان المبارک میں ''موضوعات قرآن'' پر ساری دنیا میں زبردست سیمینارز منعقد کئے جاتے ہیں۔ مجالس و محافل میں علمائے کرام قرآن مجید کی آیات کی تفسیریں بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تفاسیر کی دنیا بھی بہت وسیع ہے۔ بڑے بڑے علماء و مفسرین و مترجمین نے مفاہیم قرآن کو عوام تک پہنچانے میں اپنی زندگیاں گزار دیں۔

مسلمانوں کا کون سا فرقہ ہے جس نے قرآن کے ترجمے اور تفسیر پر زر کثیر نہ خرچ کیا ہو۔ اور یہ سب کام آج سے نہیں ہو رہے 14 سو برس سے اسی طرح مسلسل ہو رہے ہیں۔

یا اللہ!

گزشتہ صدیوں سے قطع نظر آج بھی قرآن مجید کے کتنے عالم، معلم، متکلم، مترجم، مفسر، مفتی، عالمائیں، اساتذہ، طلبہ، کاتب، اشاعتی ادارے، قرآن کو عوام تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔

کتنے ٹی وی، کتنے پروگرام کتنی تقریریں، کتنے مباحث۔۔۔ فیس بک واٹس ایپ، کتنے ٹوئٹر کتنے پیجز کتنی ویڈیوز، کتنے ہورڈنگز

ہر جگہ قرآن کی آیات، قرآن کے پیغامات، قرآن کی ترویج و اشاعت۔

بیس لاکھ حاجیوں میں سے ہر حاجی کے پاس ایک قران۔۔۔

اور اس سب کے باوجود اللہ کے صادق و امین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ سے شکایت کریں گے کہ

''اے میرے پالنے والے میری قوم نے قرآن کو ترک کر دیا/ اس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے دوری اختیار کر لی/ اسے تضحیک کا نشانہ بنایا/ اسے چھوڑنے کے قابل ٹھہرایا/ اسے پس پشت ڈال دیا۔"

سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کے لیے امت کی اس قدر گراں قدر کاوشوں، اتنی لگن اور جانفشانیوں کے باوجود اللہ کے رسول جو وحی کے سوا بولتے ہی نہیں وہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں امت کے رویے کے بارے میں شکوہ کیوں کریں گے؟

کہیں ایسا تو نہیں امت کسی درمیان کے لنک کو کھو چکی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امت نے اپنے اپنے مطلب کی آیات لے کر باقی آیات کو رد کر دیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امت نے گزشتہ ساری صدیاں حروف و الفاظ کو محفوظ اور مطالب و مفاھیم کو پس پشت ڈالنے میں صرف کر دیں۔ کہیں ایسا تو نہیں قوم کو ان آیات سے دور رکھنے کی کوئی پیش بندی کی گئی جن آیات کو سمجھ کر آدمؑ کی اولاد اس عارضی زندگی کو بھی جنت ارضی میں گزار سکتی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امت نے اپنے دنیاوی فوائد کی خاطر قرآن کی آیات کے مفاھیم کو اپنی ضرورت کے مطابق تبدیل کر لیا۔

"مجورا" کے بہت سے معنی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "مجورا" اس اونٹ کو بھی کہا جاتا ہے جس کی کسی ایک طرف کی دو ٹانگیں اس طرح باندھ دی جائیں کہ وہ ہریالے میدان میں چل پھر کر کھا پی سکے لیکن بھاگ کر صحرا میں غائب نہ ہو جائے۔

(بدو کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ بدو کے قابو میں رہے۔)

یاد رہے کہ اس خود احتسابی کے لیے ہر ایک کو فرقوں کے آکسیجن ٹیسٹ سے باہر نکلنا ہوگا۔ اس لیے کہ آکسیجن ٹینٹ میں کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار آکسیجن کے مقابل زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔

یہ ایک لمبی بحث ہے۔ اسے یہیں چھوڑ کر اس کتاب کے بارے میں بات کریں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یقین ہے کہ یہ کتاب علمائے قرآن اور علمائے سائنس کے درمیان خلیج کو کسی نہ کسی حد تک ضرور کم کرے گی۔ امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد علمائے قرآن، سائنس کے مطالعے کی طلب محسوس کریں گے اور علمائے سائنس قرآن کو روایتی طور پر پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کا مطالعہ بھی فرمائیں گے۔ میں نے تو یہ ایک سرسری سا کام کیا ہے۔ اس موضوع پر واقعتاً علمی کام علمائے قرآن اور علمائے سائنس ہی کے باہمی تعاون واشتراک سے ممکن ہے۔

دیکھئے! آج سائنس کا زمانہ ہے، جذبات کا نہیں، یوں بھی جذبات کتنے ہی شدید کیوں نہ ہو، ان کے ذریعے آپ دوسرے سے اپنی بات نہیں منوا سکتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ چراغوں کی خوبیوں اور خامیوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کبھی سورج نہیں دیکھا، انہیں سورج دکھانے کی کوشش کریں۔ ان چراغوں کے چکر میں ہم اپنے سورج، چاند، ستاروں کو بھولتے جا رہے ہیں۔

لیکن۔۔۔ دوسروں کو سورج دکھانے کے لئے پہلے ہمیں خود سورج کو سمجھنا ہوگا اور یہ ایک مشکل مرحلہ ہے۔ اس کے لئے جس ساز وسامان کی ضرورت پڑتی ہے وہ اردو زبان میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ نئی نسل قرآن واہل بیتؑ کے قریب آنا چاہتی ہے، دین کو سمجھنا چاہتی ہے لیکن۔۔۔

ہماری دینی تبلیغات اور نئی نسل کے درمیان ایک بڑا کمیونی کیشن گیپ پایا جاتا ہے جو کسی بلیک ہول کی طرح تبلیغ دین کی بیشتر کوششوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ نئی نسل اپنی جگہ اسی طرح حیران پریشان اور حق کی تلاش میں سرگرداں نظر آتی ہے۔

آپ ہماری بات سے اتفاق کریں گے کہ برصغیر کا معاشرہ ایک زمانے میں لکھنے پڑھنے والوں کا معاشرہ تھا۔ اب یہ بولنے والوں اور سننے والوں کا معاشرہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن کر رہ گیا ہے۔ آپ دیکھیں ! کہ آج کتابیں تو ماضی کی نسبت زیادہ شائع ہو رہیں ہیں لیکن یہ زیادہ تر فارسی سے ترجمہ ہو رہی ہیں اور بیشتر کتابیں اس طرح ترجمہ ہوتی ہیں کہ اردو پڑھنے والے ان سے استفادہ نہیں کر پاتے۔

اردو زبان میں دین کے لئے لکھنے والے کہاں گئے؟ نئے لکھنے والے کیوں پیدا نہیں ہو رہے جو علمی موضوعات پر طبع زاد کتاب لکھیں۔ (یہ ایک الگ نوحہ ہے)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و اہل بیتؑ کے علوم سے وہ حصہ تو کافی حد تک اردو زبان میں منتقل ہو گیا جو ہمارے بولنے والوں اور سننے والوں کی ضرورت تھا لیکن علم کے ان لازوال خزانوں سے وہ کتابیں، تفسیریں یا خطبات اردو زبان میں منتقل نہ ہو سکے جو آج سائنس دانوں، غور و فکر کرنے والوں، ماہرین حیاتیات، ماہرین علم الابدان، ہماری یونیورسٹیز اور سائنس پڑھنے والے طالب علموں کی ضرورت ہیں۔

یہاں ایک سوال بھی یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آج سے 14 سو برس پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر سے سائنس بیان ہو رہی تھی تو آج منبر رسولؐ سائنس کے تذکرے سے کیوں خالی ہے۔

کئی دوستوں کا کہنا ہے کہ قرآن و ارشادات معصومینؑ کو سائنس کی مدد سے سمجھنا یا سمجھانا قرآن و اہل بیتؑ کو شان کو گھٹانے کے مترادف ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج سے سو سال پہلے تک بلکہ موجودہ زمانے میں بھی قرآن و اہل بیتؑ کی تعلیمات و ارشادات کو علم منطق، علم کلام اور فلسفے کی مدد سے سمجھایا جا رہا ہے تو کیا ان دنیاوی علوم کو آیات الٰہی اور فرامین و ارشاداتِ معصومینؑ سے کوئی نسبت ہے! آج اگر ہم قرآن کی آیات کو سائنس کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے لئے آج سائنس کا زمانہ ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے۔

"کبھی عظیم الشان چیزوں کو سمجھانے کے لئے انتہائی حقیر چیزوں سے مدد لی جاتی ہے۔ اس سے عظیم الشان چیزوں کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح سونے کو تولنے کے لئے پیتل کے باٹ استعمال ہوتے ہیں تو اس سے سونے کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

(توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ)

آپ سوال کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب کیوں لکھی گئی؟

آپ اس کا جواب کتاب پڑھ کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ مختصراً عرض کریں کہ یہ کتاب قرآن مجید پر ہونے والے تمام قدیم اور جدید اعتراضات کا جواب ہے۔ اس کتاب کا ہر مضمون یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام اور بلا شک وشبہہ الہامی کتاب ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو قرآن مجید میں اسرار و آثار کائنات کے بارے میں وہ حیران کن حقائق بیان نہ ہوتے جن کے بارے میں نزول قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد بھی کرہ ارض پر کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا اور اگر کچھ معلوم بھی تھا تو اس کی معلومات ناقص تھیں۔

کتاب حاضر خدمت ہے۔ اس میں کچھ مضامین ہم نے اپنی کتاب "ثقلین اور سائنس" سے بھی شامل کیے ہیں۔ اس لیے کہ "ثقلین اور سائنس" عرصہ ہوا دستیاب نہیں ہیں اور نہ اسے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

محتاج دعا

محمد علی سیّد

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اللہ کی نشانیاں

عقل مندوں کے لیے

''اس میں شک نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لئے بہت سے نشانیاں ہیں۔ جو لوگ اٹھتے بیٹھتے، کروٹ لیتے (غرض ہر حال میں) اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی بناوٹ (کے بارے) میں غور و فکر کرتے ہیں (تو بے اختیار) کہہ اٹھتے ہیں (کہ) ہمارے پالنے والے (یقیناً) تو نے اسے (یعنی اس عظیم کائنات کو) بے سبب پیدا نہیں کیا۔ تو پاک و پاکیزہ ہے پس ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ رکھ۔''

(سورۂ آل عمران آیات 190 تا 191)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پروفیسر ڈاکٹر نوید امام سید

عالمی شہرت یافتہ سائنس دان

دانش ور، ادیب، شاعر



تفسیر سائنسی

حکمتِ عملی، تدبر، تفکر و تدبیر لازم و ملزوم ہیں نہ صرف کسی بھی شئے کی تشکیل و

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تعمیر کے لیے، بلکہ اس شئے کی ساخت اور فعل کو برقرار رکھنے میں اُس مقررہ مدت تک، کہ جو اس کی حکمتِ عملی کا خاصہ بنی تھی۔ جب اس حکمت و بُرھان کے بغیر کوئی معمولی سی شئے بھی تشکیل نہیں پا سکتی اور عمل پذیر نہیں ہو سکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ بیکراں کائینات خود بخود بغیر کسی پلانگ کے نہ صرف معرضِ وجود میں آ گئی بلکہ بلا کسی حکمتِ عملی، اور تدبیر و تدبر اور اصولوں کی عدم موجودگی میں، اپنی تمام تر پیچیدگیوں اور اُلجھاؤ کے باوجود قائم و دائم ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ یقیناً کوئی ذات اس کائنات کو معرضِ وجود میں لانے، اس کے چلانے اور خاتمے کی بابت شعور، وجدان وادراک ضرور رکھتی ہوگی۔

ایک ذی ہوش و ذی شعور انسان کا دماغ جو ذہنی طور پر بائی پولر اثرات کا شکار نہیں ہوتا وہ یہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کائینات سب کچھ ہو سکتی ہے مگر ایک حادثہ نہیں۔ بس یہیں سے انسانی ذہن اُس قادرِ مطلق کی تلاش میں سرگرداں نظر آتا ہے کہ جو اس کا خالق ہے اور اسے جیسے جیسے سائنسی ثبوت اور شواہد ملتے جاتے تو وہ بے ساختہ پُکار اُٹھتا ہے ''اللہ لا الہ الا ھو'' یعنی وہی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے!

دیکھیے شاید ایمان کے اتنے ہی درجے ہیں جتنے انسان اس کرہ ارض پر آباد ہے ایمان بالغیب ان میں سب سے بلند درجے پر ہے لیکن آج کی سائنسی ترقی وجود خالق و مالک کی مشاہداتی تصدیق کے وسائل بھی فراہم کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انساں کو عقل ہی کی بنیاد پر دیگر تمام مخلوقات کے مقابلے میں اشرف المخلوقات کے درجے پہ فائز کیا اور پھر اُس کے شایانِ شان اس کائنات کو سجایا تا کہ انسان اس اوپن ائیر لیباٹری میں اپنے علم و عقل اور مشاہدے کی بنیاد پر تجربات کرے، اس میں پوشیدہ ان اسرار و رموز کی گرہ کُشائی کرے جو اسے نہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

صرف اس کے اپنے بارے میں، بلکہ پوری کائنات کی خلقت کے پس منظر میں پنہاں رازوں کو سمجھانے میں مددگار ہو اور اس طرح وہ بالآخر اپنے خالق کو پہچان کر اس تک پہنچ جائے۔

قرآن کے مطالعے کے دوران آپ نے دیکھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں بیان کرنے کے ساتھ قارئین قرآن کے لئے کچھ ھوم ورک بھی دیتا ہے اور یہ ھوم ورک وہی لوگ مکمل کر پاتے ہیں جو قرآن کی آیات میں غور و فکر کے عادی ہوں۔ مثلاً

''(اے رسول) ان سے کہہ دو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کو پہلے پہل کس طرح پیدا کیا۔''

(سورۂ عنکبوت۔ آیت 20)

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ قادرِ مطلق کے عدل کے تقاضوں کے منافی تھا کہ وہ اپنی سب سے بہترین مخلوق یعنی حضرتِ انسان کو دولتِ عقل سے آراستہ تو کرے مگر اس کی ھدایت کے لیے وہ مخصوص رہبر متعین نہ کرے کہ جن پہ اسرارِ الٰہی منکشف کیے گئے ہوں اور جو قربتِ خداوندی اور امرِ ربانی سے متصل ہوں، یہ بات بھی اس رب العزت کے عدل کے منافی ہوتی کہ اپنی اس بے حد کومپلیکیٹڈ (COMPLICATED) تخلیق کو بغیر کسی انسٹرکشن مینوئل کے اس اجنبی سرزمین پر بھیج دے۔

اس لئے اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاؑ اور دیگر صاحبانِ حکمت، مثلاً معصومینؑ کو ہمارے درمیان بھیجا تا کہ وہ عجائبات و اسرارِ الٰہی کو علمِ لدنی کے مطابق بیان کرتے رہیں۔ اس نے اپنے مخصوص بندوں کو زمانوں کی ضرورت کے مطابق، دولتِ علم سے مزین کر کے اور بعض کو انسٹرکشن مینوئل کے ساتھ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بھیجا جن میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن سرِ فہرست ہیں۔اس کے ساتھ اس نے انسان کو اُس کے تکمیلی مراحل سے گزارنے کے لیے عقل وعلم سے آراستہ کیا اور یوں انسانیت اپنے تجدیدی مراحل کو عبور کرتی رہی۔

حکمتِ ربانی کا ایک خاصہ یہ بھی رہا ہے کہ کائنات کسی بھی وقت حجتِ الٰہی سے خالی نہیں رہی۔اگرچہ نبوت کا سلسلہ جنابِ ختمی مرتبت محمدؐ پہ تمام ہوا اور آپؐ کے تصرف میں تمام کائنات دیتے ہوئے رب العزت نے ارشاد فرمایا: **وما ارسلنك اِلاّ رحمتة للعالمین**۔اگرچہ رب العالمین نے رحمت العالمینؐ کو نہ صرف پوری کائنات کا تصرف اپنے امر کی شکل میں دے دیا بلکہ اس کائنات کے سب سے نشیبی حصے (ڈیڈسی) بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر بھی کروادی تاکہ جب سائنسی ترقی سے مزین انسان چاند یا کسی اور ستارے وسیارے پہ اُترے تو یہ نہ کہہ پائے کہ یہاں تصرف محمدیؐ کی پہنچ نہیں اور یہ کہ سائنس اس پہ برتری لے گئی۔

واقعہ معراج میں اسی حکمتِ ربانی کی عکاسی کی گئی تھی کہ تم چاہے چاند پہ قدم رکھ لو یا روشنی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر کششِ ثقل کے قوانین کو بھی توڑ ڈالو، نت نئی دنیائیں اور کہکشاؤں کو دریافت ہی کیوں نہ کرلو تب بھی تم معجزات وکراماتِ محمدیؐ سے تجاوز نہیں کر سکتے اور نہ ہی اُن پہ منکشف اسرارِ کائنات تک رسائی حاصل کر سکتے ہو۔تم چاہے چاند پہ چہل قدمی کرو یا سورج کی شعاعوں کو گرفتار ہی کیوں نہ کرلو مگر خدا کی منتخب کردہ ان ہستیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ جو چاند، سورج اور ستاروں پہ تصرف پر بھی رکھتے ہوں۔

اللہ نے بار بار قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس کتاب میں نشانیاں ہیں اُن کے لیے کہ جو تفکر کرتے ہیں اور بر بنائے عدل اس امر کو صرف مسلمانوں کے لئے مختص

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہیں کیا (واضح رہے کہ قرآن کا موضوع انسان ہے نہ کہ مسلمان۔ قرآن کے مخاطب سارے انسان ہیں، صرف مسلمان ہرگز نہیں۔) یہ چیلنج ہر اُس ذی شعور انسان کے لیے ہے کہ جو تفکر کرتا ہے، اس کائنات کے بارے میں خود کو تدبیر، تدبر و آلات تحقیقات سے آراستہ کرتا ہے کہ انہیں تصرف میں لا کر اس کائنات کے رازوں کو فاش کر سکے اور انسانیت کو سیکھنے کے مراحل سے گزار کر تکمیلی مراحل میں داخل کر دے۔

خالقِ کُل نے اپنی حکمتِ خلقت کے تمام قوانین میں سے تو کچھ کو ظاہر کیا اور پیشتر کو مخفی رکھا ہے، اُن کے لیے کہ جو تفکر و تدبر سے کام لیتے ہوں اور راسخون فی العلم ہوں اور اُن رازوں کی کھوج میں کائنات کے خالق تک جا پہنچنے کی کوشش کرتے ہوں۔ قرآن میں اللہ کہتا ہے کہ ہر خُشک و تر اس کتاب میں ہے اور ہر شئے کو ہم نے نمبر دے دیے ہیں اور وہ نمبر ہمیں معلوم ہیں اور ہم نے لکھ بھی دیے ہیں۔ بار بار کہا کہ ہم نے اعداد و شمار سب کر لیے ہیں۔

''اور ہم نے ہر چیز مقررہ انداز کے ساتھ پیدا کی ہے۔''

(سورہ قمر، آیت 49)

''اور ہم نے ہر شئے کو شمار کر رکھا ہے۔''

(سورہ انبیاء۔ آیت 29)

اللہ کا اس راز کو عیاں کرنا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ تدبر، حکمت، تفکر و تدبیر کہ جس کے سبب یہ ساری کی ساری کائنات وجود میں آئی وہ تمام عیاں اور خُفیہ اسرار اپنے معصومینؑ کے ذریعے ہم تک پہنچے اور ان اسرار ہائے کائنات کو قرآن کی شکل میں قلبِ محمدؐ پہ یہ کہتے ہوئے اُتارا کہ اگر یہ کلام پہاڑ پہ اُتارا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ ان کائناتی علوم کے خزانے کو ختمیٔ مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سلسلۂ نور میں منتقل کرتے رہے تا کہ کائنات کسی بھی وقت اور کسی بھی دور میں سلسلہ ہدایت سے خالی نہ ہو۔

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے مجھے علم کے ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے مزید ہزار باب پیدا کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ۔ یہ نہیں کہا کہ میں تقوی کا شہر ہوں، سخاوت کو شہر ہوں، دیانت کا شہر، عبادت کا شہر ہوں۔ بلکہ یہ کہا کہ میں علم کا شہر ہوں۔ اس امر کا انکشاف اس لیے بھی ضروری تھا کہ آپؐ کو معلوم تھا کہ انسان کی فضیلت کی بنیاد معلوم سے نا معلوم کی کھوج لگانے میں تھی اور ہوگی۔ اور یہ کہ یہی وہ علم ہے جو دینِ محمدیؐ کی برتری وفضیلت اور اسلام کی بقا کا ضامن ہے۔ یہی وہ سلسلۂ علم تھا کہ جو تسلسلِ نور کی طرح رسالتؐ سے امامتؑ تک آیا اور یونہی تا قیامت چلتا رہے گا یہاں تک قرآن اور وارثِ قرآن دونوں حوضِ کوثر پہ نبی معظمؐ تک پلٹ آئیں۔

قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں بلکہ بند دماغوں کو کھولنے والی ایک کنجی ہے۔ قرآن اور معصومینؑ اس بات سے آگاہ تھے کہ وقت بدلے گا تو اس کے ساتھ بہت کچھ بدلے گا۔ ٹیکنالوجی بدلے گی، نظریات بدلیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ نتائج بھی تبدیل ہوں گے، نئے نظریات کی تشکیل ہوگی اور انسانی مشاہدات جس قدر بلند ولطیف ہوں گے۔ تخلیقِ کائنات کے پردے بھی اس قدر زیادہ چاک ہوں گے۔ انسان اپنے خالقِ حقیقی کی عظمت کو مانتا چلا جائے گا اور یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ۔

This could not have just happened accidentally!

آج حضرتِ انسان کو جب اپنی عقل وفہم کے زینے چڑھتے دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو ہائپوتھیسس قرآن اور معصومینؑ نے ہمارے سامنے رکھے تھے کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انہیں سائنسی انداز سے ٹیسٹ کرنے کی ضرورت ہے تا کہ عقیدے کی منزل سے یقین کے مقام پہ پہنچ جائیں۔ قرآن اور احادیث معصومینؑ سائنسی تصدیق کے محتاج نہیں بلکہ سائنس کو ان ہائی پوتھیسس یعنی مفروضوں کی شدید ضرورت ہے کہ جنہیں وہ تجرباتی مراحل سے گزار کر قرآن واقوال معصومینؑ کی تصدیق کر سکے۔

انھی افکار کی روشنی میں مجھے جناب محمد علی صاحب کی کتاب ''قرآن اہل بیتؑ اور سائنس'' کے مسودے کا مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اس دور میں بھی کوئی شخص سائنسی عجائبات کو قرآن مجید کی کسوٹی پہ پرکھنے کی ہمت کر سکتا ہے! لیکن یقین کیجیے میرے سائنسی قلب ودماغ کو ایک عجیب سا سکون بھی ملا۔

علی بھائی کا شعبہ اگر چہ سائنس نہیں پھر بھی آپ کی تحقیقی اور تجسّسی صلاحیتوں نے انھیں علم وادب، خاص طور پر قرآنی اور سائنسی علوم سے عجب طرح نوازا کہ آپ کو ایک ایسے بلند اور منفرد مقام پر پہنچا دیا جہاں ان کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

ٹی وی چینلز پر آپ نے کئی پروگرام قرآن اور سائنس کے عنوان سے کیے اور ان پروگرامز کو ملک بھر میں بے انتہا پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ کی متعدد کتب بھی اسی عنوان سے بار بار شائع ہوئیں جو میری نظر سے گزری ہیں۔

اس دور میں جبکہ ہمارے ملک وملت میں سائنسی شعور کا شدید بحران ہے، جناب محمد علی سید صاحب نے اس موضوع پہ بڑی ذمہ داری کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ میں انہیں اس میدان کا واحد شہسوار گردانتا ہوں۔ اس کتاب کو پڑھ کر مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ محمد علی سید صاحب وہ پہلے دانش مند ہیں جنہوں نے قرآن کی آیات مبارکہ اور معصومینؑ کے اقوال کی سائنسی تفسیر لکھنے میں سبقت حاصل کی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں ان کی کاوشوں کی بابت سوچتا ہوں تو جنابِ امیرؑ کا شکوہ یاد آتا ہے جو انہوں نے جنابِ کمیل سے کیا تھا کہ کاش کوئی اس سینے میں جھانک کر دیکھتا کہ یہاں کیا کیا راز پوشیدہ ہیں! وہی علیؑ کہ جن کی علمی تنہائی کا شکوہ ڈاکٹر علی شریعتی نے کیا تھا کہ منبرِ سلونی کا وارث کہہ رہا تھا کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو، میں آسمانوں کے راستے زمیں کے راستوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ افسوس کہ پوچھنے والا پوچھتا بھی ہے تو کیا؟ یا علیؑ میرے سر میں بال کتنے ہیں۔ کاش کوئی پوچھ لیتا۔ یا علیؑ ذرے کا جگر چیر کر توانائی حاصل کرنے کا طریقہ بتادیں، مریخ تک کیسے پہنچیں، چاند پہ کس طرح اُتریں وغیرہ۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ مولاؑ کے چند خطبات اور اقوال ہمارے لیے نہج البلاغہ کی شکل میں محفوظ کر لیے گئے۔ علم کو محفوظ کرنے کی تاکید امام جعفر صادقؑ بھی اپنے دور میں کرتے رہے کہ جو سُن رہے ہو اُسے لکھ لو کتابوں کی صورت میں اور اس علم کو محفوظ کرلو کیونکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہیں ان کی شدید ضرورت پڑے گی۔ کاش ہم ایسا کر لیتے!

مولاؑ سلامت رکھیں محمد علی صاحب کو جنہوں نے یہ بیڑا اُس وقت اُٹھایا ہے کہ جب تقریباً سب کچھ ہی کھو چُکا تھا آپ نے اس کتاب میں قرآن اور معصومینؑ کے قیمتی علوم اور ان ہائپوتھیسس کو کہ جو اس وقت کے لوگوں کی عقل کے احاطے سے باہر تھے، جدید سائنسی تحقیقات اور تجربات کے آئینے میں منکشف کر دیا ہے۔ اگرچہ سائنس آپ کا شعبہ نہیں مگر قرآن اور سائنس کے موضوع پر سید صاحب نے جس ذمہ داری اور مہارت کے ساتھ لکھا ہے وہ میرے لئے حیران کن ہے۔

نہ صرف انسانی تخلیق، وحیوانات کی طرز زندگی بلکہ کائنات کی خلقت، نظامِ شمسی، فطرت کے قوانین، چاہے وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ، محمد علی سید صاحب نے ان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

موضوعات کو بڑی ذمہ داری اور مہارت کے ساتھ لکھا ہے۔ بہت احسن طریقے سے انہیں بیان کیا ہے۔ وہ جانور جن کی طرف اللہ اور معصومینؑ نے بطورِ ماڈل آرگنزم (model organism) متوجہ کروایا۔ جیسے کہ شہد کی مکھی، چیونٹی وغیرہ انہیں بطورِ خاص جدید سائینسی تحقیقات کی خردبین کے شیشے میں دیکھ کر کمال مہارت سے عیاں کیا ہے۔

اس کتاب میں جناب محمد علی صاحب نے پہلے قرآنی آیات کی نشان دہی کی اور پھر دیکھا کہ سائنس دانوں نے ان کے بارے میں کیا تحقیق کی اس کے بعد ہر مضمون کے اختتام معصومینؑ کے سائنسی انکشاف پر کیا اور اسے ایک حقیقت میں تحویل کر دیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ ایک رولر کوسٹر کی طرح ہے کبھی تو انسان کو آسمان چیر کر بلندی سے تیز رفتار راکٹ پہ چاند، ستاروں، سورج اور ملکی وے سے بھی آگے لے جاتا ہے تو کبھی آسمان سے زمین کی طرف آتے ہوئے اس پہ برستے پتھروں سے بچنا ہوتا ہے۔ قاری کا واسطہ کبھی حشرات الارض سے پڑتا ہے تو کبھی پہاڑوں کی بلندی سے اور کبھی وہ محمد علی سید صاحب کی تصویر کشی سے رحم مادر میں اللہ کی مصوری کا نظارہ کرتا ہے، بطن مادر میں انسان کو بنتے ہوئے دیکھتا ہے۔ ابھی ذہن کائنات کے خلق ہونے اور بگ بینگ کے تصور میں جھول ہی رہا ہوتا ہے کہ چیونٹی کے عجوبات ہائے زندگی اسے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

محمد علی سید صاحب کی کاوشوں کو کوئی سراہے یا نہ سراہے میں یقیناً انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری کا اہل سمجھتا ہوں۔ اگر کبھی پاکستان میں یونی ورسٹی قائم کر سکا تو یہ اعزازی ڈگری محمد علی سید صاحب کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کتاب کا آغاز انسان کی تخلیق سے ہوتا ہے ''وہی تو ہے جو جو ماؤں کے رحموں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا ہے''۔اس مضمون میں محمد علی سید صاحب نے لفظ علق کے وہ معنیٰ بیان کیئے ہیں جو اس سے پہلے کسی کی نظر سے نہیں گزرے۔آپ نے بہت خوش اسلوبی سے بچے کی پیدائش کے تدریجی مراحل کو ہفتہ بہ ہفتہ قرآن کی عکاسی اور ایمبر ولوجی کے آئینے میں بیان کیا ہے۔

پھر ہوا پہ گفتگو، کہ یہ کس طرح نہ صرف انسانی زندگی بلکہ کُرہِ عرض پہ بسنے والی ہر شئے کے لیے لازم وملزوم ہے۔اگلے چند ابواب سورج اور لیل ونہار پہ گفتگو کرتے ہیں اور اس کائنات کے خلق ہونے کے مراحل، سورج چاند ستاروں کی گردش اور پھر زمین کا پھیلاؤ اور اس کی سکونت کے لیے پہاڑوں کی میخوں کا تذکرہ۔

حیوانات کی بابت آپ نے چیونٹی کے حوالے سے بات کی جو ایک بہترین چُناؤ تھا کیونکہ یہ ایک سوشل انسیکٹ ہے جسے شاید اللہ نے اس لیے بھی موضوع کلام بنایا کہ انسان اس کے طرزِ زندگی اور رہائش سے سبق حاصل کرے کہ کس طرح ان کی کمیونٹی سپرٹ، احساساتی نظام، مستقبل کی فکر اور اس کی تیاری کرنا، ان کے قانونِ فطرت کا خاصہ ہے۔ان کی دوسو سے زیادہ اقسام ہیں۔قرآن حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے تو اس میں ذکر آتا ہے دو چیونٹیوں کا کہ جو آپس میں ''باتیں'' کر رہی ہوتی ہیں کہ جلدی سے اپنے تحفظ کا بندوبست کرو ایسا نہ ہو کہ سلیمان کا لشکر ہمیں قدموں تلے روند ڈالے! حضرت سلیمان ان کی باتوں کو سُن کر مسکرائے۔

لوگ اُس زمانہ جاہلیت میں حیران ہوئے ہوں گے کہ گویا چیونٹیاں بھی بھلا کہیں بول سکتی ہیں اور ان کی زبان کوئی انسان سُن اور سمجھ بھی سکتا ہے؟ سائنس نے اب جدید تجربات سے یہ ثابت کیا کیا ہے مائرمیکا (Myrmica ants) چیونٹیاں جو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایشیا اور یورپ میں پائی جاتی ہیں ان کے جسم کے نچلے حصے میں کچھ خصوصی سپاہیکس (spikes) ہوتی ہیں جنہیں وہ کسی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے رگڑتی ہیں جن سے ایک مخصوص آواز نکلتی ہے جیسے کوئی کنگھا کسی میز سے رگڑا جاتا ہے اور اس طرح یہ دوسری چیونٹیوں کو خطرے سے بھی آگاہ کرتی ہیں اور اپنی مدد کے لیے پکارتی بھی ہیں۔ بڑے تو بڑے ان کے بچے بھی اس صلاحیت کے حامل ہیں۔

دیگر ابواب میں محمد علی صاحب زمین کے پھیلاؤ، اس کی کششِ ثقل پر مشتمل مراحل کو قرآن اور فرامین معصومینؑ کی روشنی میں اُجاگر کرتے ہیں۔ پھر مکھی اور مچھر کے رہن سہن پہ گفتگو کرتے کرتے بات آسمان کی چھت اور ان دیکھی مخلوق اور ایٹم تک چلی جاتی ہے۔

ایک موضوع جو اس سے پہلے ہمیشہ تشنہ ہی رہا وہ یہ کہ اللہ نے چھ دنوں میں اس کائنات کو کس طرح خلق کیا۔ وہ چھ دن یا مراحل کیا ہیں اور وہ نورانی ستون کون سے ہیں کہ جو بقول قرآن اور امام علیؑ، ستاروں، سیاروں اور آسمانوں کو تھامے ہوئے ہیں، فضا کا وزن رکھنا، انسان کو مٹی سے پیدا کرنا، ستاروں کی رفتاریں اور ان کی زندگی وموت، آسمانوں میں راستے اور شاہراہیں، شہد کی مکھی کے عجائب اور بہت سے دلچسپ مضامین اس کتاب کا خاصہ ہیں جنہیں محمد علی صاحب نے بہت دلچسپ اور سائنسی حقائق وتجربات کے آئینے اور اقوال معصومینؑ کی روشنی کی مدد سے بہت خوش اسلوبی اور علمی ایمانداری سے بیان کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ہر لائبریری اور گھر میں ہونی چاہیے تاکہ ہمارے بچوں میں قرآن فہمی کا ذوق ایک نئے انداز سے آگے بڑھے۔ ایسی ہی کاوشیں انہیں نہ صرف دین سے قریب کریں گی بلکہ اقوال معصومینؑ سے اور درِ آلِ محمدؐ سے متصل

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہونے میں معاون ثابت ہوں گی۔

علم ہوگا تو معرفت ہوگی اور یہی معرفت سچی اور باعمل محبت کا سبب بنے گی۔

میں آخر میں جناب محمد علی صاحب کی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کی صحت وسلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔

والسلام

نوید امام سیّد

کینیڈا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تفہیم وتفسیر حیات کی نئی کہکشائیں

ڈاکٹر ہلال نقوی
نام ور محقق ادیب شاعر

Presented By: https://jafrilibrary.com



کیا محمد علی سید سائنسدان ہیں؟ یونیورسٹی میں میری میز پر رکھے ہوئے اس کتاب کے مسودے سے کچھ پیراگراف پڑھ کر میرے ایک طالب علم نے مجھ سے پوچھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں نے کہا کہ محمد علی سید سائنسدان نہیں ہیں، سائنسی دانشور ہیں۔

طالب علم نے پوچھا سائنسی دانشور سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

میں نے اسے سمجھایا کہ گزشتہ روز غالب کی شاعری پر لیکچر دیتے ہوئے جب ہم یہ بات کر رہے تھے کہ غالب سائنسی ذہن رکھنے والے تخلیق کار ہیں تو اس سے آپ کیا مفہوم تراش رہے تھے؟

اس نے جواباً کہا کہ اس سے شاید یہ مراد تھی کہ وہ حقیقت پسند ذہن رکھتے تھے۔

میں نے اپنے طالب علم کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس سے کہا کہ صرف حقیقت پسند ذہن کہہ دینا ہی کافی نہیں ہوگا۔ اس کی بھی اپنی تفسیریں ہیں۔ اس گفتگو میں ایک یہ نکتہ بھی زیر بحث آیا کہ حقیقت شناسی کے اس سفر میں ایک جادہ اور بھی ہے جس پر چلنے والا حقیقت کی تہیں کھولنے کے سفر میں کہیں دور نکل جاتا ہے جہاں ان تہوں کے پیچھے بھی کئی تہیں ہوتی ہیں۔ ان تہوں میں کچھ دائرے بھی ہوتے ہیں، غیر محسوس اور غیر مادی۔ ایک سائنسدان یہاں پہنچ تو جاتا ہے لیکن اکثر و بیشتر سائنسدان یہاں آ کر ٹھہر جاتے ہیں۔ ان کا سفر تمام ہو جاتا ہے۔

سائنسی دانشور یہاں سے آگے قدم بڑھاتا ہے پھر وہ ان دائروں کی غیر مادی، غیر جسمی اور بظاہر غیر محسوساتی تہوں کی دنیا میں چلا جاتا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ان گہرائیوں سے ایسے گوہر نایاب سمیٹ کر لائے جن سے نسل انسانی کے لئے زندگی کے نئے امکانات پیدا ہوں اور ہم اس فلسفے کے رمز دوروں کو بھی سمجھ سکیں کہ انسان، خدا اور کائنات کے اس مثلثی رشتے میں کیا کیا حقیقتیں اور صداقتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ انتہائی حیرت ناک سفر اور انتہائی طلسماتی راستہ ہے۔ محمد علی سید اسی رستے پر زندگی کی مشعل اپنے ہاتھ میں لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اب میں نے اپنے طالب علم کو جوش ملیح آبادی کی رباعی کی دو مصرعے سنائے۔

اک آن میں کانوں کے پرخچے اڑ جائیں
پلکوں کے جھپکنے کی جو سن تو آواز

اس نے کہا کہ سر! شاعروں کا تو کام ہی مبالغہ کرنا ہے اور یہ مبالغہ ہے۔ آوازیں تو بس وہی ہے جنہیں میں اور آپ روز سنتے ہیں۔ باقی تو ایک سکوت اور جمود ہے۔ شاعر اختراع کرتے ہیں، یہ بھی اختراع اور مبالغہ ہے۔

میں نے اب اس کی مزید تشریح کے بجائے محمد علی سید کے اس مسودے سے ان کے مضمون ''ہوا کی تحریر'' کا ایک پیراگراف اسے سنایا۔

''آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ دنیا کی ان بے شمار آوازوں کے علاوہ جو ہمیں سنائی دیتی ہیں، ایسی آوازیں بھی ہر جگہ موجود ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ اگر یہ آوازیں بھی سنائی دیتیں تو زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی۔ مثلاً خود ہمارے جسم کے اندر جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں، ہمارے کان انہیں سننے سے قاصر ہیں۔''

طالب علم نے مجھ سے کہا۔ ''امت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو خوبصورت جزدان میں لپیٹ کر طاق پر رکھ دیا اور ایک بت کی طرح بہت دور سے اس کی پرستش کرتے رہے۔ یہ ہے ہماری پوجا پاٹ کی دنیا۔''

میں نے پھر بیسویں صدی کے ایک نظر انداز کیے جانے والے نوحہ نویس شاعر نجم آفندی کی رباعی اپنے طالب علم کو سنائی جس سے محمد علی سید کا فکری الحاق قائم ہوتا ہے۔

مایوس شفا کو آسرا دیتے ہیں
آیات کو تعویذ بنا دیتے ہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوشیار تو لیتے نہیں قرآں سے سبق
بے ہوش کو قرآں کی ہوا دیتے ہیں

بہر حال مجھ جیسے طالب علم نے اس مسودے کی روشنی میں جو سچائیاں جانا چاہیں، ان کا خلاصہ یہی تھا کہ محمد علی سید تفہیم حیات اور تفسیر حیات کی جن کہکشاؤں کی طرف ہمیں لے کر جانا چاہتے ہیں، اس میں ان کے لیے بڑا مرحلہ یہی ہے کہ وہ کس طرح امت مسلمہ ہی نہیں پورے عالم انسانیت کو آیاتِ الٰہی کی روح میں دوڑنے والے زندگی سے متعارف کرائیں۔

سورہ تکویر کی دو آیتوں کا حوالہ دے کر وہ ''سورج کی موت'' کو کسی سائنسدان کے علم محدود کی زبان سے نہیں بلکہ شہر علم کے لامحدود، لامتناہی، بے کراں تفکر کے توسط سے ہم تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ رسول آخرؐ نے یہ دو آیتیں اگرچہ سرزمین عرب کے رہنے والوں کو سنائی تھیں جو عقل کے اندھے اور ذہن کے گونگے تھے۔ ان میں ردو قبول کی کوئی رمق ہی نہیں تھی۔ لیکن ان کے مخاطب کل عرب کے بدو تھے اور آج ہم اور آپ ان آیات کے مخاطب ہیں اور اگر آج ہم بھی ان آیات کو رسماً پڑھ رہے ہیں تو پھر ان آیتوں کے معانی میں موجزن، سمندر ہماری زندگی کے کناروں تک کس طرح پہنچے گا!

محمد علی سید عصر حاضر کی علمی تحقیق، رصدگاہوں، مصنوعی سیارچوں اور خلاء میں تیرتی دوربینوں کو ایک زندہ حوالہ بنا کر آگے بڑھتے ہیں اور آج کے ناظر، آج کے قاری اور آج کے سامع کو یہ بتاتے ہیں کہ آیات و ارشادات الٰہی اس سائنسی ارتقا کے دور میں کس طرح اپنا دامن خیال وسیع کرتی جا رہی ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنی فارسی مثنوی میں یہ بات کہی تھی کہ ''رمز قرآں حسینؑ آموختیم''

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یعنی میں نے رموز قرآن حسینؑ سے پڑھے اور سیکھے۔ تو قرآن کے رموز، رموز ہی رہ جائیں گے اگر درِ علم سے شہرِ علم میں داخل ہو کر منبر سلونی اور محراب یقین کی آوازوں کو ہم نے سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ''قرآن اہل بیتؑ اور سائنس'' انہی آوازوں کی بازگشت کا دوسرا نام ہے۔

اب یہ بحث بیکار ہے کہ مسلمان سائنس سے دور کیوں ہیں؟ اس میں مغرب کی سازشوں کا دخل ہو یا مسلمانوں کی اپنی کوتاہی و کم فہمی، تنگ نظری اور جاہلانہ سوچ، نتیجہ بہرحال سامنے ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی ھولنا کیوں میں جب غدر مچا تو دہلی میں ایک دینی مدرسے کے نادان طالب علموں نے ٹیلی سکوپ کو یہ کہہ کر اپنی لاتوں اور گھونسوں سے توڑ دیا کہ یہ وہی دوربین ہے جو آسمان کا مشاہدہ کرتی ہے اور مشاہدے سے خدا کی دی ہوئی فضاؤں کے بارے میں سوال قائم کر کے ہمیں شکوک میں مبتلا کرتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ انگریزوں کی سازش تھی کہ وہ دوربین کے ذریعے مسلمانوں کے دینی عقائد میں تزلزل پیدا کر رہے ہیں۔

محمد علی سید کی اس کتاب کے کئی باب میں نے مسلسل پڑھے اور میرے لئے حیرانی کے در کھلتے چلے گئے۔ علق کیا ہے، آگ کا درخت، مچھلی کہاں سے آئی؟، نورانی ستون، ہوا کی تحریر، سرد سیارہ، فضا کا وزن، پتھروں کی آندھی، عذاب کے بادل، سات آسمان۔

محمد علی سید نے آیات قرآنی اور اقوال معصومینؑ سے جس طرح زندگی کی حقیقتیں کشید کی ہیں وہ مجھے حیران کرتی چلی گئیں اور میں ایک عجیب قسم کی سرشاری میں گرفتار ہو گیا۔ یہ سرشاری اس مسرت کے احساس سے پیدا ہوئی کہ محمد علی سید نے قرآن و اقوال معصومینؑ سے حقائق اخذ کر کے انسانیت کے لئے سیرابیوں کے کتنے چشمے جاری

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کر دیئے ہیں مگر پھر میں اچانک اداس اور شکستہ دل ہوتا چلا گیا۔ اس کا سبب میرا احساس اور میرے ضمیر کی یہ آواز تھی کہ کاش تاریخ انسانی نے مذہبی اختلافات کو اتنی ہوا نہ دی ہوتی کہ ایک فرقے کے افراد کسی دوسرے فرقے سے علمی استفادہ کرنے میں بھی احتیاط برتنے لگیں۔

محمد علی سید کی یہ کتاب ''قرآن اہل بیتؑ اور سائنس''، کسی ایک فرقے کسی ایک گروہ، یا کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کے لئے ہی استفادے کی راہیں نہیں کھولتی، یہ کتاب ایک ایسی سبیل ہے جو پوری انسانیت کے لئے سیرابی کا سرچشمہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ہلال نقوی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سید عمران رضا
ماہر معاشیات
لاس اینجلس۔امریکہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

موجودہ زمانے میں سائنس کے تیز رفتار ارتقاء نے ہمارے ذہنوں میں کچھ سوالات پیدا کئے۔

ایک تو یہ کہ اس موجودہ ترقی میں بحیثیت مذہبِ حق اسلام کا وہ قائدانہ کردار کیوں نہیں ہے جیسا کہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں تھا۔

دوسرے یہ کہ قرونِ وسطیٰ کے سائنسی ارتقاء میں حیاتِ کرۂ ارض کو خطرات لاحق نہیں تھے لیکن اٹھارویں صدی عیسوی سے سائنس کے تیز رفتار ارتقاء (جواب اکیسویں صدی عیسوی میں داخل ہو چکا ہے) سے زمینی حیات کو پہنچنے والے نقصانات، فوائد کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔

ان سوالات کے جوابات اور وجوہات جاننے کے بجائے دیکھا یہ گیا کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

موجودہ سائنسی ایجادات پر آیاتِ قرآنی نکال کر پیش کی گئیں کہ یہ علم تو قرآن میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ یہ بات خود بہت شرمندگی کا باعث تھی کہ قرآن میں علم موجود تھا مگر مسلمان قاریان قرآن اس کو سمجھ ہی نہ سکے اور سائنس کے ذریعے قرآن کی تصدیق کی جانے لگی۔

لائق صد تحسین ہیں محمد علی صاحب کہ انہوں نے نہ صرف نویں صدی سے رکے ہوئے کام کو دوبارہ شروع کیا بلکہ قرآن، اہل بیتؑ اور سائنس کے باہمی ربط سے ثابت کیا کہ اگر اسلام کو اس کے معدن سے پھیلنے دیا جاتا تو صحیح علم ارتقاء پاتا اور انسان کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتا۔ محمد علی سید صاحب کی زیرِ نظر کاوش نے نہ صرف آیاتِ قرآنی اور اقوال معصومینؑ سے سائنس کا ربط تلاش کیا ہے بلکہ اپنی تحقیق سے کئی اور گوشے بھی روشن کیے ہیں جن پر مستقبل میں کام ہونا چاہیے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ محمد علی سید صاحب نے سائنس کی مدد سے قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جب ان کے پیشرو حضرات نے جن کا تعلق اہل سنت برادران سے ہے، قرآن کی سچائی کو سائنس کی مدد سے جاننا چاہا۔

محمد علی سید صاحب نے اس کے برعکس کام کیا ہے اور اس کتاب میں اُن سائنسی حقائق کو بیان کیا جو ساتویں صدی عیسوی سے قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن ہم نے بہ وجوہ ان آیات قرآنی کی جانب توجہ مبذول نہیں کی۔

محمد علی سید صاحب کی اس کتاب کا دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ کتاب کلام الٰہی پر قدیم اور جدید عہد کے کفار و مشرکین کے اعتراضات کا دوٹوک اور مدلل جواب ہے اور یہ سارے دلائل قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ سے اخذ کیے گئے ہیں لیکن ایک بالکل الگ اور منفرد انداز سے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اب یہ آنے والی نوجوان نسل کا کام ہے کے اس کتاب کو بنیاد بنا کر علومِ قرآن واہل بیتؑ کی روشنی میں تحقیق کرے تا کہ عالم انسانیت کو درپیش موجودہ مسائل کا بہتر اور قابل عمل سائنسی حل تلاش کیا جا سکے۔

اہل بیتؑ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بہ دعا ہوں کہ مالک حقیقی محمد علی سید صاحب کو صحت سے نوازے اور ان کے قلم کی طاقت و تاثیر میں اضافہ فرماتا رہے آمین ثمہ آمین۔

سید عمران رضا
لاس اینجلس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

محمد علی سید کا طرز تحریر

محمد علی سیّد نے ایک مشکل موضوع کو اس قدر آسان اور جدید زبان میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں موجود 90 فی صد معلومات میٹرک کے بچوں تک کی سمجھ میں بہ آسانی آجائیں گی اور جب کوئی علمی تحریر اس سطح ذہن تک رسائی رکھتی ہو تو اس کے حلقہ قارئین، ابلاغ اور اثر پذیری کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نیّر عزیز مسعودی (مرحوم)
سابق پرنسپل جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل کالج

جناب سید نے سائنسی نکات کو قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں جس طرح دیکھا اور اپنی بات کو جس طرح قارئین تک پہنچایا، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے قارئین کی دینی و سائنسی معلومات میں اضافہ ہوگا اور وہ حکایت ہستی کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر اقبال اختر خان
ہمدرد یونیورسٹی کراچی

مقام مسرت یہ ہے کہ محمد علی سید جیسے اہل قلم ہمارے درمیان موجود ہیں جن کا مقصد کسی ایوارڈ کو حاصل کرنا، کسی ستارے کو چھونا اور تنقید نگاروں سے داد و تحسین حاصل کرنا نہیں بلکہ علم کے موتیوں سے ایسی مالا گوندھنا ہے جو ہر نگاہ کا مرکز بن جائے۔

پروفیسر عبدالمبین خان
اسلامیہ کالج کراچی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 1:

الحمدللہ رب العالمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(سورۂ فاتحہ، آیت 1)

اس آیہ مبارکہ کو ہم سب روزانہ متعدد بار پڑھتے ہیں لیکن کم دوستوں نے غور کیا ہو کہ یہ ایک ایسی عظیم آیت ہے جس نے اپنے دور کے بیشتر سائنسی نظریات و تصورات کو دوٹوک انداز سے رد کر کے کائنات کے بارے میں ایک ایسا جدید نظریہ پیش کیا جسے قیامت تک کے لیے ایک سند کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

''ربّ'' کا مطلب تو آپ جانتے ہی ہیں، یعنی ''پالنے والا: عالمین دنیاؤں، جہانوں یا عالموں کی جمع ہے۔ عربی گرامر کے مطابق عالمین کی ''م'' کے نیچے اگر زیر لگا ہوا ہو تو اس کا مطلب وہی ہوگا جو ہم نے آپ کو بتایا یعنی بے شمار دنیائیں،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

لاتعداد عالم، لیکن اگر "م" کے اوپر زبر لگا دیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا صرف دو عالم، دو دنیائیں یا دو جہان۔

عالمین کیا ہے؟

"رب العالمین" کا مطلب تو آپ سمجھ گئے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ جس زمانے میں قرآن مجید کا نزول ہوا، اس وقت دنیا میں دنیا کے بارے میں کیا تصورات رائج تھے۔

آج سے کم وبیش پندرہ سو سال پہلے موجود دور کی سائنس تو نہیں تھی لیکن ایک نظریاتی سائنس اس وقت بھی موجود تھی۔

اس وقت مغرب کی سائنسی تجربہ گاہیں اور خلائی ساز وسامان نہیں تھے لیکن یونان اور ہندوستان میں ایسے بڑے فلاسفر موجود تھے جن کے نظریات کو آج سے ہزار دو ہزار سال پہلے وہی مقام حاصل تھا جو آج مغرب کے سائنس دانوں مثلاً کوپرنکس، آئن اسٹائن، نیوٹن یا امریکی خلائی ادارے ناسا کو حاصل ہے۔

اگر ہم اور آپ اس دور میں ہوتے اور علم کی دنیا سے وابستہ ہوتے تو فیثاغورث (500 تا 580 قبل مسیح) ارسطو (322 تا 384 قبل مسیح) یا مصر اور ہندوستان کے دوسرے فلسفیوں کے نظریات پر اسی طرح یقین کرلیا کرتے جس طرح آج کل امریکی خلائی تحقیقات کے ادارے ناسا (NASA) کی خبروں پر کرتے ہیں۔

زمین کے بارے میں اس وقت کی سائنس کے نظریات کیا تھے؟

اس زمانے میں مصریوں کا خیال تھا کہ زمین چپٹی ہے اور اسکے اوپر اہرام کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

شکل کا آسمان موجود ہے۔

ہندوستان کے ''سائنس دانوں'' کا خیال تھا کہ زمین ایک پلیٹ کی شکل کی ہے اور یہ پلیٹ چار ہاتھیوں کے سروں پر رکھی ہوئی ہے اور یہ ہاتھی ایک دیو پیکر کچھوے کی کمر پر کھڑے ہوئے ہیں اور کچھوا پانی میں تیر رہا ہے۔

یونانی فلسفی سمجھتے تھے کہ دنیا کائنات کا مرکز ہے اور ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے۔ عام یونانی جو اس وقت کے سب سے بڑے علمی مرکز (گویا آج کے امریکہ) کے باشندے تھے، وہ سورج کو اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ بہت لوگوں کا خیال تھا کہ مشرق سے روزانہ ایک نیا سورج آتا ہے اور مغرب میں سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اگلے دن پھر ایک نیا سورج دیوتا آتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن نے اس سائنس کو رد کر دیا:

قرآن مجید کے نزول کے وقت انہی نظریات کو سائنس کی حیثیت حاصل تھی لیکن جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو اس نے اس دور کی اس ''سائنس'' کو دو ٹوک الفاظ میں یکسر رد کر دیا۔

یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے آج کوئی ہدایت دینے والا دنیا میں ظاہر ہو اور وہ روس، امریکہ اور یورپ کی تمام تر سائنسی تحقیقات کو فرسودہ اور پرانا قرار دے دے۔ آج کتنے لوگ ہوں گے جو جدید دور کے سائنسی نظریات کو غلط ماننے کے لیے تیار ہو جائیں؟ تو قرآن مجید کی مخالفت اور اللہ کے رسولؐ کے بارے میں طرح طرح کے پروپیگنڈوں کا سبب ایک یہ بھی تھا،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یونانیوں کے دیوتا سورج کے لیے قرآن مجید نے کہا:

''جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔''

ستارے جو یونانیوں کے نچلے درجے کے خدا تھے۔ ان کے لیے ارشاد ہوا

''اور (جس وقت) ستارے گر پڑیں گے۔''

زمین جس کے بارے میں اس دور کے یونانیوں، مصریوں اور ہندوستانیوں کے نظریات ہم نے بیان کیے، اس کے لیے قرآن مجید نے کہا:

''اوران (سیاروں اور ستاروں) کی قسم جو تیر رہے ہیں۔''

''وہ اللہ جس نے زمین کو گہوارہ بنایا۔'' یعنی زمین کو حرکت کرنے والا بنایا۔

سائنس کا دورِ جاہلیت:

نزول قرآن سے پہلے کا دور جاہلیت کا دور کہلاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دور کو اگر سائنس کا بھی دور جاہلیت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ سائنس تو اس دور میں بھی موجود تھی لیکن انسانی علم کی نسبت اپنے ایام جاہلیت سے گزر رہی تھی۔

آیئے اب پہلے دیکھتے ہیں کہ سائنس کے ایام جاہلیت میں جو کم و پیش سولہویں صدی عیسوی یعنی آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے تک باقی رہا قرآن مجید اور قرآن کا حقیقی علم رکھنے والوں نے کائنات کے بارے میں کیا نظریات پیش کیے۔ کائنات سے ہماری مراد لفظ ''عالمین'' ہے۔

سورج، چاند، زمینین اور وقت کا پیمانہ:

ستاروں اور سیاروں کی کثرت کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور علمائے قرآن،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ائمہ طاہرینؑ کے اقوال میں بھی ملتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں جگہ فاصلوں کو بتانے کے لیے وقت کا پیمانہ استعمال کیا گیا ہے یعنی یہ نہیں کہا کہ اتنے ہزار میل دور بلکہ یہ کہا گیا کہ مثلاً ان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

قرآن مجید نے کہا:

''وہی وہ خدا ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے
اور اسی قدر زمینیں بھی۔'' (سورۂ طلاق، آیت 12)

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ساتوں زمینوں میں سے ہر زمین کا دوسری زمین
تک کا فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت ہے۔''

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''مغرب کی جانب ایک زمین ہے جس میں خدا کی ایسی مخلوق رہتی ہیں جو صرف اللہ کی عبادت کرتی ہے۔ اس مخلوق کو یہ معلوم ہی نہیں کہ اللہ نے آدمؑ یا ابلیس کو پیدا بھی کیا ہے یا نہیں۔''

(حوالہ: بحارالانوار مجمع البحرین بصائرالدرجات)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ایک سفید زمین پیدا کی ہے جس میں سورج ہمارے تیس دنوں کے برابر چمکتا ہے (یعنی وہاں کا ایک دن ہمارے ایک ماہ کے برابر ہے) وہ زمین ہماری اس زمین سے تیس گنا بڑی ہے اور اللہ کی مخلوق سے بھری ہوئی ہے۔''

(مجمع البحرین)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''تمہارے اس سورج کے علاوہ چالیس (یعنی بے شمار) سورج اور ہیں اور ایک سورج سے دوسرے سورج تک چالیس برس کی مسافت ہے اوران (کے نظام) میں اللہ کی بے شمار مخلوق آباد ہے۔ تمہارے اس چاند کے علاوہ چالیس (یعنی بے شمار) چاند اور ہیں اوران میں لاتعداد مخلوق آباد ہے جسے اس کی خبر ہی نہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا ہے۔''

(بصائرالدرجات)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انکشاف کیا:

''ایک زمین ہمارے نیچے ہے اور ان میں سے چھے زمینیں ہمارے اوپر ہیں۔''

(حوالہ: مفکرین اسلام کے سائنسی نظریات)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ نے تمہارے علاوہ کوئی آدم پیدا نہیں کیا؟ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے دس لاکھ عالم (دنیائیں) اور دس لاکھ آدمؑ (یعنی حضرت آدمؑ جیسے) پیدا کیے ہیں اور ان تمام عوالم (عالمین) اور تمام آدموں میں تم سب آخری مقام پر ہو۔''

(بحارالانوار)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تصور سے بڑی حقیقت:

کسی زمانے میں یہ سائنسی حقائق تصوراتی کہانیاں معلوم ہوتے تھے لیکن آج کی خلائی سائنس خصوصا تھیوری آف ریلیٹی وٹی (THEORY OF REALTIVITY) قرآن وعلمائے قرآن یعنی ائمہ طاہرینؑ کے ان اقوال کی تصدیق کررہی ہے۔

سائنس کیا کہتی ہے؟

جدید ترین سائنسی آلات کی مدد سے اسی وقت کائنات میں 13.8 بلین (ارب) نوری سال تک دیکھا جاسکتا ہے۔ اس فاصلے کے بعد بھی سائنس دانوں کی عظیم کہکشاؤں کے آثار دکھائی دے رہے ہیں لیکن اس کے آگے کیا ہے؟ سائنس دان اور خلائی آلات اس کے بارے میں صرف اتنا بتاسکتے ہیں کہ اس کے بعد جو کچھ ہے وہ اس معلوم شدہ کائنات سے بالکل مختلف ہے۔

آپ نے دیکھا کہ قرآن اور چہاردہ معصومینؑ نے ''سائنس کے ایام جاہلیت'' میں تصوراتی سائنس کو کس طرح رد کیا ہے اور جدید سائنسی بنیادوں کو کس طرح استوار کیا!

اس بات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ شاید آنے والے دو تین سو سال میں قرآن واہل بیتؑ کے نظریات کے مقابلے میں آج کی جدید سائنس کو بھی وہی مقام حاصل ہوجائے جو مقام سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ عہد کے مقابلے میں قدیم زمانے کی سائنس کو حاصل ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 2:

علق کیا ہے؟

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

''اسی نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔''

(سورۂ علق، آیت 2)

اللہ تعالیٰ نے اس ایک لفظ کے ذریعے ان بے شمار حیاتیاتی رازوں کو آشکار کیا جنہیں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کوئی نہیں جانتا تھا۔

سورۂ علق وحیٔ الٰہی کا پہلا سورہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک پر نازل فرمایا۔ اس سورۂ مبارکہ کی ۱۹ آیات ہیں۔ ہمارا موضوع اس سورے کی دوسری آیت کا آخری لفظ ہے یعنی علق۔

اب تک کے غالباً تمام مفسرین و مترجمین قرآن نے اس آیت کے ترجمے میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

لفظ علق کا ترجمہ اس لفظ کے صرف ایک معنی کو سامنے رکھ کر کیا ہے اور وہ معنی ہیں خون۔ بزرگ علماء و مفسرین قرآن کے تراجم پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ

اس آیت کے تراجم اس طرح سے کیے گئے:

1۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔

(مولانا شاہ رفیع اللہ محدث دہلوی)

2۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

(مولانا اشرف علی تھانوی)

3۔ آدمی کو خون کی پھٹک (پھٹکی) سے پیدا کیا۔

(مولانا احمد رضا خان بریلوی)

4۔ خون کے جمے ہوئے ایک ٹکڑے سے انسان کو پیدا کیا۔

(مولانا سید علی نقی نقوی)

5۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

(مولانا فرمان علی)

6۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

(مولانا ذیشان حیدر جوادی)

یہ تمام تراجم اپنی جگہ اور اپنے زمانے کے دستیاب علم کے مطابق بالکل درست ہیں لیکن عربی لغات میں لفظ علق کے اور بھی معنی ہیں اگر ان دوسرے معنیٰ پر بھی غور کیا جائے تو ایک عام آدمی ہی نہیں خدا کا انکار کرنے والے اور قرآن کو غیر خدا سے منسوب کرنے والوں کی عقلیں بھی ششدر رہ جائیں گی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس ایک لفظ "عَلَق" کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے رحمِ مادر میں انسان کی تخلیق کے حیران کن معجزے کی وہ تمام تر تفصیلات واضح انداز سے بیان فرمائیں جن کے بارے میں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس کرۂ ارض پر کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا۔

عَلَق کا ترجمہ:

یہ بات بہرحال قدیم دور سے انسان کے تجربے میں تھی کہ جب حمل ٹھہرتا ہے تو خواتین کو ماہانہ ایام آنا بند ہو جاتے ہیں۔ ماضی قریب میں بھی انسان کو علم تھا کہ ماہانہ ایام کے بستہ خون ہی سے بچہ غذائیت حاصل کرتا ہے۔ غالباً اسی لیے علمائے کرام نے لفظ ''علق'' کا ترجمہ خون، بستہ خون، جما ہوا خون یا خون کا لوتھڑا کیا۔ عربی لغت کے مطابق علق کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔

لیکن آج مائیکرو بیالوجی، فزیالوجی، اینا ٹومی اور ایمبر ولوجی کے طالب علم جب مرد و عورت کے تولیدی نظام میں انسان کی خلقت کے مختلف مراحل و مدارج کا جائزہ لیتے ہیں تو قرآن مجید کی اعجاز بیانی انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

مائیکرو بیالوجی، فزیالوجی، اینا ٹومی اور امبر ولوجی جیسے علوم، قرآن مجید کی اس آیت اور خصوصاً لفظ ''علق'' کے ان معنی کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں جن سے فاضل مترجمین نے صرفِ نظر کیا ہے اور یہ اس عہد کی مجبوری تھی کہ اس وقت سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ ان حقائق کی مشاہداتی تصدیق ممکن ہو سکے۔

واضح رہے کہ خون کے سرخ خلیوں سے اس لئے بھی کچھ پیدا نہیں کر سکتا کہ ان میں DNA ہی نہیں ہوتا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن مجید کا اندازِ بیان:

قرآن مجید کا اپنا ایک اندازِ بیان ہے۔ انسان کی خلقت کے حوالے سے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس مفہوم کی آیات موجود ہیں:

1۔ ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(سورہ الحجر، آیت 26)

2۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے۔

(سورہ المومنون، آیت 7)

3۔ ہم نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔

(سورہ الرحمن، آیت 14)

4۔ وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔

(سورہ الطارق، آیت 7)

5۔ ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا۔

(سورہ الدھر، آیت 2)

6۔ جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔

(سورہ العلق، آیت 2)

7۔ ہم ہی نے تمام ذی حیات کو (بشمول انسان) پانی سے پیدا کیا۔

(سورہ النساء، آیت 30)

قرآن اور سائنس کے طالب علم جانتے ہیں کہ ان آیات میں خلقتِ انسانی کے مختلف مراحل و مدارج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مرحلے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

عَلَق، ایک وسیع المعانی لفظ:

سورۂ علق کی دوسری آیت میں بھی قرآن مجید کا یہی اندازِ بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک وسیع المعانی لفظ یعنی "عَلَق" استعمال کر کے ماں باپ کے تولیدی نظام اور رحمِ مادر میں رونما ہونے والے بے شمار حیاتیاتی رازوں کو سمو دیا ہے۔ ان حیاتیاتی رازوں کو منکشف کرنے کے لیے ماہرینِ حیاتیات، ماہرینِ علم الابدان، خرد حیاتیات کے اساتذہ اور جینیاتی سائنس کے ماہرین سینکڑوں ہزاروں کتابیں لکھ چکے ہیں اور جو کچھ ان سینکڑوں ہزاروں سائنسی کتابوں اور مقالوں میں لکھا جا چکا ہے اس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں صدی عیسوی میں اپنے رسولؐ کے قلبِ مبارک پر صرف ایک لفظ "عَلَق" کے ذریعے منکشف فرما دیا تھا۔

عربی لغات کے مطابق علق کے دیگر معنیٰ یہ ہیں:

عَلَّقَ: کسی چیز میں پھنس جانا۔ مثلاً جیسے جال میں پرندہ پھنس جاتا ہے۔

عَلَقَ: وہ چیز جو دوسری چیز سے جا کر چپک جائے۔

عَلَقَ: جونک کو بھی علق کہا جاتا ہے۔

عَلَّقَ: لٹکی ہوئی چیز۔ جیسے پھل درخت کی شاخ پر لٹکا ہوتا ہے۔

عَلَقَ: مٹی جو ہاتھ میں لگی رہ جائے۔

عَلَقَ: گہرے سرخ اور جمے ہوئے خون کو بھی علق کہا جاتا ہے۔

لفظ عَلَقَ کی تشریح:

یہاں بھی آپ دیکھیں گے کہ قرآن کا ایک منفرد اندازِ بیان ہے۔ یعنی انسانی خلقت کے مختلف مراحل کو مرحلہ وار بیان کرنا۔ اب ہم لفظ علق کے ان تمام معنیٰ کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنسی تشریح آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

1۔ علَقَ: کسی چیز میں پھنس جانا:

ایک نئے انسان کی تخلیق کے آغاز کے پہلے مرحلے میں ماں کے تولیدی نظام سے ایک خلیہ (EGG CELL) پیدا ہوتا ہے۔ یہ خلیہ تخلیق کے اس عمل میں باپ کے تولیدی خلیے اسپرم سیل (SPERM CELL) سے ملتا ہے۔ باپ کے مادۂ حیات سے ایک وقت میں کروڑوں اسپرم سیل خارج ہوتے ہیں اور ان میں کوئی ایک ہی ماں کے ایگ سیل سے مل پاتا ہے۔

اسپرم سیل کے ایک دُم نکلی ہوتی ہے جس کی مدد سے یہ تیر کر ایگ سیل (EGG CELL) کے قریب پہنچتا ہے۔ اس اسپرم سیل کے سر کے آگے ایک خاص کیمیکل موجود ہوتا ہے۔ اسی لیے جب یہ اسپرم سیل، ایگ سیل کے سخت خول سے ٹکراتا ہے تو وہ کیمیکل ایگ سیل کے خول کے اندر سوراخ پیدا کر دیتا ہے اور اسپرم سیل، ایگ سیل میں داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہہ لیں کہ وہ ایک جال میں پھنس جاتا ہے۔

ایک مرحلہ اس سے پہلے کا بھی ہے اور انہی معنی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

2۔ علَق: وہ چیز جو کسی دوسری چیز سے جا کر چپک جائے:

ماں اور باپ کی طرف سے آنے والے دونوں خلیے 23,23 کروموسومز پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جب کہ انسان کے جسم کے تمام خلیے 46 کروموسومز کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی لیے جب ماں اور باپ کے آدھے آدھے خلیے ایک دوسرے کا حصہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنتے ہیں تو ایک مکمل بارآور خلیہ وجود میں آتا ہے لیکن ابھی نئے انسان کی تخلیق کا باقاعدہ آغاز نہیں ہوا۔

یہ بارآور خلیہ رحم مادر میں پہنچتا ہے جہاں چائے کے چمچے کے برابر یعنی تقریباً 5ml رطوبت موجود ہوتی ہے۔ بارآور خلیے کو اس رطوبت میں سے تیر کر رحمِ مادر کی دیوار (Endometrium) سے چپکنا ہوتا ہے۔ اگر سات دن کے اندر بارآور خلیہ رحمِ مادر کی دیوار سے چپکنے میں کامیاب ہو گیا تو نئے انسان کی تخلیق کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اگر اس کے برعکس ہوا تو یہ بارآور خلیہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گا۔

اس مرحلے میں شرطِ زندگی اس کا رحم مادر کی دیوار سے جا کر چپکنا ہے۔

اس بارآور خلیے میں وہ تمام جینیٹک انفارمیشن (جینیاتی معلومات) موجود ہوتی ہیں جن کے ذریعے یہ خلیہ نو ماہ یا اس سے کم مدت میں ایک مکمل انسان کی شکل اختیار کر سکے لیکن شرطِ زندگی اس کا رحم مادر کی دیوار سے چپکنا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

3۔ عَلَقَ: جونک:

یہ بارآور خلیہ جس کے اندر بے شمار پروگرام اور سوفٹ ویئر موجود ہیں، جیسے ہی رحمِ مادر کی دیوار سے جا کر چپکتا ہے، تو اس کے اپنے سوفٹ ویئر کام کرنے لگتے ہیں۔ رحمِ مادر کی دیوار سے چپکتے ہی اسے تحفظ، توانائی اور غذائیت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ایک خلیہ دو میں تبدیل ہو جاتا ہے، پھر چار، آٹھ، سولہ، بتیس اور چونسٹھ..... غرض اسی طرح خلیوں کی نشوونما جاری رہتی ہے۔ خلیوں کے اس مجموعے کا حجم اور وزن بڑھنے لگتا ہے۔ نو ماہ میں خلیوں کا یہ مجموعہ چار پانچ یا چھ پونڈ کے اِنسانی بچے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

علق کے معنی اگر جونک کے لیے جائیں تو یہ ایک تمثیلی معنیٰ ہیں۔ کیونکہ پانی کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جس تھیلی میں انسانی بچہ نشوونما حاصل کرتا ہے اس کا سائز ابتدا میں باجرے کے ایک دانے سے بھی کم ہوتا ہے لیکن نو مہینے میں یہ تھیلی ایک تربوز کے برابر ہو جاتی ہے۔ جونک بھی چھوٹی سی ہوتی ہے لیکن اگر کسی انسان یا چوپائے کے جسم سے چپک جائے تو وہ خون چوس چوس کر بتدریج بڑی ہوتی رہتی ہے۔

4۔ علَّقَ: لٹکی ہوئی چیز جیسے پھل شاخ پر لٹکا ہوتا ہے:

بارآور خلیہ جب رحمِ مادر کی دیوار سے چپکتا ہے تو فوراً ہی ایک مضبوط جھلی اسے ہر طرف سے گھیر لیتی ہے۔ یہ ایک بافتہ ہے جسے پلاسینٹا (PLACENTA) کہا جاتا ہے۔ یہ ایک تھیلی کی طرح ہوتا ہے جس میں پانی بھرا رہتا ہے۔ جس حساب سے بچے کا سائز بڑھتا ہے، اسی حساب سے پلاسینٹا بھی بڑھتا رہتا ہے۔ ابتدائی ایام میں بچہ جو ابھی گوشت کا لوتھڑا ہے، رحمِ مادر کی دیوار پر چپکا ہوا ہوتا ہے۔ پلاسینٹا اسے ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے۔ اگلے مرحلوں میں بچہ رحمِ مادر کی دیوار سے الگ ہو جاتا ہے لیکن پلاسینٹا میں رہتے ہوئے آنول نال کے ذریعے رحمِ مادر کی دیوار سے جڑا رہتا ہے۔

آنول نال (UMBLICAL CORD) پانچ انچ سے چار فٹ تک لمبی ہو سکتی ہے۔ یہ ایک موٹے کیبل کی طرح ہوتی ہے۔ اس کے اندر دو شریانیں اور ایک ورید ہوتی ہے۔ ورید غذائی اجزاء کو ماں کے خون سے حاصل کرتی ہے اور بچے تک پہنچاتی ہے۔ شریانیں استعمال شدہ غذا کے فضلے کو ماں کے اعضاء کے ذریعے جسم سے خارج کرتی رہتی ہیں۔

نوٹ: رحمِ مادر کے سوا جسم انسانی میں شریانوں اور وریدیں اس کے برعکس کام کرتی ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ساتویں مہینے میں بچہ بار بار اپنی پوزیشن بدلتا رہتا ہے۔ اس وقت وہ آنول نال کے ذریعے رحمِ مادر سے جڑا ہوا ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے پھل درخت کی شاخ پر لٹکا ہوا ہوتا ہے، یا جیسے خلانورد اپنے کیبل کے ساتھ خلائی جہاز کے چیمبر میں حرکت کرتے ہیں۔

5۔ عَلَقَ: مٹی جو ہاتھ میں لگی رہ جائے:

علق کے ان معنیٰ میں ایک استعارہ ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

> اس ایک لفظ "عَلَق" کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے رحمِ مادر میں انسان کی تخلیق کے حیران کن معجزے کی وہ تمام تر تفصیلات واضح انداز سے بیان فرمائیں جن کے بارے میں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس کرۂ ارض پر کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا۔

6۔ عَلَقَ: گہرا سرخ، جما ہوا خون:

بارآور خلیہ رحمِ مادر کی دیوار سے چپکتا ہے تو اس کی غذائیت اس گہرے سرخ اور جمے ہوئے خون ہی میں موجود ہوتی ہے جو رحمِ مادر کی دیوار پر موجود خون کی نالیوں میں اسی مقصد کے لیے موجود ہوتا ہے۔ بچہ چونکہ اسی خون سے پروان چڑھتا ہے اسی لیے بزرگ علماء و مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا کہ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ سامانِ حیات تو بچہ رحمِ مادر کی دیوار ہی سے حاصل

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرتا ہے لیکن اس خون سے پیدا نہیں ہوتا۔ زندگی کا راز چپکنے میں ہے اور زندگی کی اصل وہ بار آور خلیہ ہے جسے قرآن مجید میں ''مخلوط نطفہ'' کہا گیا ہے۔ اور جو انسانی جسم کے اندر یا زمین اور مٹی میں موجود حیاتیاتی اجزاء سے تشکیل پاتا ہے۔

اس حوالے سے آخری دلیل:

اس حوالے سے آخری دلیل امام معصومؑ کا کلام ہے۔ آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ اس بارے میں میڈیکل سائنس نے انیسویں صدی میں جو بیش قیمت معلومات حاصل کیں، امام جعفر صادق علیہ السلام ان باتوں کو ساتویں صدی عیسوی میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

''ماں کے پیٹ میں موجود بچہ نہ تو اپنی غذا کے لیے کوئی کوشش کر سکتا ہے اور اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔ اس وقت ماں کے جسم کا خون اس بچے کی طرف جاری ہوتا ہے اور اسے غذا فراہم کرتا ہے۔۔۔ اور جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو ماں کا وہ خون جو بچے کو پیدا ہونے سے پہلے غذا فراہم کر رہا تھا، پیدا ہونے والے بچے کے لیے شیرِ مادر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب اس کا ذائقہ بھی بدل جاتا ہے اور رنگ بھی اور اب یہ کچھ اور ہی قسم کی غذا بن جاتا ہے جو اس بچے کے مزاج اور اس کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔''

(حوالہ: توحید مفضل۔ سائنسی تشریحات کے ساتھ۔ جلد: 1۔ ص 52۔51)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 3:

آگ کا درخت

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ
أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ

''کیا تم نے (کبھی) آگ پر بھی غور کیا (کہ یہ کیا ہے؟) جسے تم لکڑی سے نکالتے ہو۔
کیا اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم (اسے) پیدا کرتے ہیں!''

(سورہ واقعہ۔آیات:71-72)

بہت کم مسلمان ہوں گے جنہوں نے سورۂ واقعہ کی ان آیات کی تلاوت کا شرف نہ حاصل کیا ہو، لیکن بہت کم قاریانِ قرآن ایسے ہوں گے جنہوں نے ان آیات میں پوشیدہ سائنسی انکشافات پر غور کیا ہو۔ ایسے سائنسی انکشاف جن کے بارے میں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کرۂ ارض پر موجود کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ ہم تو اس آیت سے بس اتنا سمجھتے ہیں کہ درخت کی لکڑیاں آگ جلانے کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کام آتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اس نعمت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چلیں اگر ہم اتنا بھی احساس کرلیں تو بہت ہے۔

قرآن اور بین الکائناتی علوم:

آج جو لوگ توجہ سے قرآن پڑھتے ہیں اور جدید سائنس سے بھی آگاہی رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید بے شمار دوسرے موضوعات کے ساتھ ساتھ بین الکائناتی علوم کی ایک ایسی کتاب ہے جس نے انسانوں کو اَسرارِ کائنات، قوانینِ فطرت اور سائنسی علوم کی طرف اس عہد میں متوجہ کیا جب دنیا کے کسی حصے میں ان موضوعات کے بارے میں سوچنے تک کا رواج نہیں تھا۔

یونان کے فلسفی ضرور اس طرح کے بعض موضوعات پر غور وفکر کرتے رہے تھے لیکن آگ اور درخت کے حوالے سے جو سائنسی حقائق ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں ان کے بارے میں یونانی فلسفی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان حقائق کے بارے میں 1771 عیسوی تک کرۂ ارض پر موجود کسی فلسفی، عالم یا کسی سائنسدان کو کچھ علم نہیں تھا۔

سورہ یٰسین کی آیت:

آگے بات کرنے سے پہلے ہم آپ کو بتائیں کہ تقریباً اسی مفہوم کی ایک آیت سورہ یٰسین میں بھی موجود ہے۔

''جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کردی۔ پھر تم اس سے (مزید) آگ سلگا لیتے ہو۔'' (سورہ یٰسین۔ آیت:80)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورہ یٰسین کی اس آیت سے پہلے والی آیات میں کفار کا تذکرہ ہے جو کہتے تھے کہ جب یہ ہڈیاں گل سڑ کر خاک ہو جائیں گی تو بھلا انہیں کون زندہ کرے گا؟ کفار کی اس جاہلانہ بات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ایک واضح دلیل دی اور فرمایا کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں اس وقت پیدا کیا جب یہ کچھ نہیں تھے۔ وہ ہر طرح کی پیدائش سے واقف ہے جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی۔۔۔۔

ہرے بھرے درخت سے آگ:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ سوکھی لکڑی زیادہ جلدی آگ پکڑتی ہے لیکن اس آیت میں ہرے درخت سے آگ پیدا کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ ایک سائنسی انکشاف تھا۔ اس لیے کہ آگ آکسیجن کے ذریعے پیدا ہوتی ہے اور آکسیجن ہرے بھرے درخت کے پتوں سے خارج ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات 1771ء تک کسی کو معلوم نہیں تھی۔ ہم مسلمان آج بھی اس حقیقت کو شاید ہی جانتے ہوں۔

آگ اور درخت کا رشتہ:

1771 عیسوی تک یہ راز کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آگ کس چیز کے سبب اور کس طرح جلتی ہے۔ ہوا میں وہ کیا چیز ہے جو آگ کو برقرار رکھتی ہے؟

ان آیات کے ذیل میں تفاسیر قرآن میں اتنا اشارہ ضرور موجود ہے کہ عرب کے جنگلوں میں مرخ اور عفار نامی درخت پائے جاتے ہیں۔ ان کی ٹہنیاں جب ایک دوسرے سے رگڑ کھاتی ہیں تو ان میں آگ لگ جاتی ہے لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے، یہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہمیں آج تک کسی تفسیر میں نظر نہیں آیا۔

> ”جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی۔ پھر تم اس سے (مزید) آگ سلگا لیتے ہو۔“ (سورہ یٰسین۔ آیت:80)

آگ کے لیے تین چیزیں:

آگ جلنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ گرمی (Heat)

۲۔ ایندھن (مثلاً لکڑی)

۳۔ آکسیجن

گرمی: کسی چیز کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ چقماق پتھر، کسی درخت کی سوکھی ہوئی شاخ یا ماچس کی تیلی ہو سکتی ہے۔

ایندھن: لکڑی، کاغذ یا کوئی اور چیز۔

آکسیجن: یہ وہ گیس ہے جو کرہ ارض پر ہر طرف، ہر جگہ موجود ہے گرمی اور رگڑ سے جو چنگاری پیدا ہوتی ہے اور جو چیز ایندھن کو جلنے میں مدد فراہم کرتی ہے وہ در اصل آکسیجن گیس ہوتی ہے۔ اگر آکسیجن گیس موجود نہ ہو تو نہ چنگاری پیدا ہو سکتی ہے اور نہ آگ کسی چیز کو جلا سکتی ہے۔

درخت کے اندر یہ تینوں ہی چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ شاخوں کی رگڑ سے گرمی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پیدا ہوتی ہے۔ آکسیجن آگ کو بھڑکاتی ہے اور درخت کی لکڑی ایندھن بن جاتی ہے۔

انسان اور پیڑ پودے:

انسان اور پیڑ پودوں کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر زندگی کا آغاز سمندروں میں پیڑ پودوں کے اگنے سے ہوا۔ پھر پہاڑوں، میدانوں اور صحراؤں میں پیڑ پودے جڑی بوٹیاں پھل پھول، ہریالی اور سرسبز گھاس اگنا شروع ہوئی۔ اس کے بعد جانور، انسان اور دوسرے ذی حیات کرۂ ارض پر پھیلتے چلے گئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانوں اور دوسرے ذی حیات کی غذائی ضروریات پیدا کیں اور جب زمین پر مخلوقات کے رہنے کے لیے جگہ، سانس لینے کے لیے ہوا، اور کھانے کے لیے غذائیں تیار ہو گئیں تو اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔

> ''اللہ تعالیٰ ہی ایسا (قادر و توانا) ہے جس نے سارے آسمان و زمین پیدا کر ڈالے اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے (مختلف پیڑ پودوں سے) تمہاری روزی (و رزق) کے واسطے (طرح طرح کے پھل) پیدا کیے۔''
>
> (سورہ ابراہیم۔ آیت 32)

پیڑ پودے اور آکسیجن:

درختوں کے پتے سولر انرجی پینل کی طرح کام کرتے ہیں۔ یہ سورج کی روشنی سے توانائی حاصل کرتے ہیں۔ اس عمل کو فوٹوسین تھیسز (photosynthesis) کہا جاتا ہے۔ اس عمل میں پیڑ پودے روشنی، پانی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس استعمال

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرتے ہیں۔فوٹوسین تھیسز کے عمل کے دوران پیڑ پودوں کو گلوکوز حاصل ہوتی ہے جو ان کی غذا ہے۔ اس عمل کے دوران پیڑ پودے فضا میں موجود ایک زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ استعمال کرتے ہیں اور ایک زندگی بخش گیس آکسیجن اپنے اندر سے خارج کرتے ہیں۔آکسیجن نامی یہ گیس دوسرے تمام ذی حیات کو سانس لینے کے لیے ہوا فراہم کرتی ہے۔اور یہی گیس چیزوں کے جلنے میں مدد دیتی ہے۔

(حوالہ:Secret Life Of Plants)

سائنس دانوں کو کس طرح معلوم ہوا؟

وہ چیز جو تمام ذی حیات کو زندہ رکھتی ہے اور کسی چیز کو جلنے میں مدد دیتی ہے، اس کے بارے میں سائنس دانوں نے سترھویں صدی کے نصف آخر میں غور وفکر کرنا شروع کیا۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ ہمارے اردگرد وہ کیا چیز ہے جو ذی حیات کے سانس کے ساتھ ان کے جسم میں جاتی ہے اور انہیں زندہ رکھتی ہے۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتے تھے کہ آگ کس طرح اور کس چیز سے پیدا ہوتی ہے۔

اتفاق یہ ہے کہ اس حوالے سے جن سائنس دانوں نے تجربات کیے اور اس راز زندگی پر غور کیا، وہ کم وبیش ایک ہی عہد میں موجود لیکن یورپ کے الگ الگ ملکوں میں الگ الگ انداز سے تجربات کر رہے تھے۔اَسرارِ کائنات پر غور وفکر کرنے والے ان سائنس دانوں کے نام تھے۔

1۔جوزف پریسٹلے۔برطانیہ
2۔کارل ولیم شی۔سوئیڈن
3۔انتھونی لاوازیئر۔فرانس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آکسیجن نامی گیس لاکھوں کروڑوں سال سے کرۂ ارض پر موجود تھی، لیکن سترھویں صدی عیسوی کے نصف آخر تک نہ اس کی خصوصیات کسی کو معلوم تھیں، نہ اس کا ماخذ کسی کے علم میں تھا اور نہ اس وقت تک اس گیس کو شناخت کر کے اس کا نام رکھا گیا تھا۔ لیکن قرآن مجید ساتویں صدی عیسوی میں اس راز حیات کو آشکار کر چکا تھا۔

"اللہ تعالیٰ ہی ایسا (قادر و توانا) ہے جس نے سارے آسمان و زمین پیدا کر ڈالے اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے (مختلف پیڑ پودوں سے) تمہاری روزی (ورزق) کے واسطے (طرح طرح کے پھل) پیدا کیے۔"

(سورہ ابراہیم۔ آیت 32)

ایک سادہ تجربہ:

1771ء میں برطانیہ کے کیمیا دان جوزف پریسٹلے نے ایک تجربہ کیا۔ اس نے شیشے کے مرتبان میں ایک موم بتی رکھی اور ساتھ ہی اس نے مرتبان میں پودینے کے کچھ پتے ڈال دیے۔ مرتبان کے اندر اس نے موم بتی کو روشن کیا اور مرتبان کو سیل (بند) کر دیا۔ موم بتی ذرا دیر جلی کیوں کہ مرتبان میں ہوا (یعنی آکسیجن) موجود تھی۔ جیسے ہی مرتبان میں ہوا ختم ہوئی تو موم بتی بجھ گئی۔

جوزف پریسٹلے نے 27 دن تک مرتبان کو اسی طرح سیل بند رکھا اور 27 دن کے بعد اس نے سورج کی شعاعوں کو آتشی شیشے کے ذریعے موم بتی کے دھاگے پر مرکوز کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تو موم بتی دوبارہ روشن ہوگئی۔

اس تجربے سے جوزف پریسٹلے کو دو حیران کن باتوں کے بارے میں معلوم ہوا۔

1۔ کسی چیز کو جلانے کے عمل میں بنیادی کردار کسی ایسی چیز کا ہے جو پیڑ پتوں میں پائی جاتی ہے۔

2۔ یہ چیز (یعنی آکسیجن گیس) پودینے کے پتوں سے خارج ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ 27 دن کے عرصے میں مرتبان میں اس (گیس) کی مقدار اتنی ہوگئی کہ موم بتی کو ذرا دیر روشن کر سکے۔

دوسرا تجربہ:

جوزف پریسٹلے نے ایک سال کے بعد ایک اور تجربہ کیا۔ اس نے شیشے کے ایک بڑے مرتبان میں ایک پودا رکھ دیا۔ پھر اس نے مرتبان میں ایک زندہ چوہے کو ڈال کر مرتبان بند کر دیا۔ اس نے دیکھا چوہا کچھ دیر اچھلتا کودتا رہا اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا لیکن کچھ دیر بعد وہ دوبارہ ہوش میں آ گیا۔

ان دو دنوں تجربات سے جوزف پریسٹلے نے یہ نظریہ قائم کیا کہ جو چیز جانداروں کو زندہ رہنے اور آگ کو جلنے میں مدد دیتی ہے وہ پیڑ پودوں سے خارج ہوتی ہے۔ لیکن ابھی جوزف پریسٹلے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ چیز ہوا میں موجود "آکسیجن" ہے۔

دوسرا سائنس دان:

کارل ولیم شی نامی کیمیا دان کا تعلق سوئیڈن سے تھا۔ کارل ولیم نے 1772ء میں ایک تجربے کے دوران آکسیجن نامی گیس کو الگ سے شناخت کیا لیکن ابھی اس گیس کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نام آکسیجن نہیں رکھا گیا تھا۔

انتھونی لاوازیئر:

1775ء میں فرانس کے کیمیا دان انتھونی لاوازیئر نے آکسیجن کو پہلی بار ایک الگ عنصر (Element) کے طور پر شناخت کیا اور اسی نے سب سے پہلے اس گیس کا نام ''آکسیجن'' رکھا۔ لاوازیئر سے پہلے مغرب کے سائنس دان مشہور یونانی فلسفی ارسطو کے نظریے کو درست مانتے تھے کہ ہوا ایک عنصر ہے۔ لاوازیئر نے ثابت کیا کہ ہوا کئی عناصر کا مجموعہ ہے۔

آج اسکول میں پڑھنے والے بچے بھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ چیزوں کے جلنے میں جو چیز مدد کرتی ہے وہ آکسیجن گیس ہے۔ وہ یہ بات بھی جانتے ہیں کہ آکسیجن گیس پیڑ پودوں سے خارج ہو کر فضا میں شامل ہوتی رہتی ہے لیکن نزولِ قرآن کے زمانے یعنی ساتویں صدی عیسوی سے کم و بیش ہزار سال پہلے اور ہزار سال بعد بھی یہ سائنسی حقیقت کسی فلسفی، سائنس دان یا ماہر فلکیات کو بھی معلوم نہیں تھی! اس حقیقت کو سب سے پہلے قرآن مجید نے آشکار کیا اور نزولِ قرآن کے ہزار سال بعد سائنس دانوں نے اس حقیقت کے ثبوت فراہم کیے۔

نوٹ: واضح رہے کہ آکسیجن گیس کے پیدا ہونے کے دوسرے ذرائع بھی ہیں۔ آکسیجن نامی گیس زمین ہی نہیں پوری کائنات میں ہر جگہ بڑی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ زمینی فضا میں اس کی مقدار 21 فیصد ہے۔ پانی کے وزن میں 10 میں سے 9 حصے وزن آکسیجن گیس کا ہوتا ہے۔ جسم انسانی کے وزن کا دو تہائی وزن پانی کا ہوتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 4:

چھ دن کیا ہیں؟

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

"بے شک تمہارا پالنے والا وہی اللہ ہے جس نے
چھ دنوں میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔"

(سورہ الاعراف، آیت 54)

کیا یہ ساری کائنات اچانک ہی پیدا ہوگئی؟ یا اس کی تخلیق ارتقا کے مختلف مراحل سے گزرنے کا نتیجہ ہے؟ اس راز کو نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس وقت خدا کی ذات کا انکار کرنے والوں کا عقیدہ تھا کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔

ساتویں صدی عیسوی میں جب قرآن مجید نے یہ اعلان کیا کہ یہ زمین و آسمان ایک

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دن فنا ہو جائیں گے، تو یہ ایک ایسا سائنسی انکشاف تھا جو اس زمانے کے لوگوں کی سمجھ ہی میں نہیں آ سکتا تھا! قرآن کا یہ اعلان، دنیا بھر میں سورج چاند ستاروں کی پرستش کرنے والوں کے لئے اتنا بڑا بگ بینگ (Big Bang) تھا جس نے زمین و آسمان میں تیرتے ہوئے اور انسانوں کے بنائے ہوئے سارے خداؤں کو ان کے انجام تک پہنچا دیا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ سائنس دانوں نے اس راز کو کس طرح آشکار کیا جس کے بارے میں قرآن مجید، سائنس دانوں کے پیدا ہونے سے ہزار سال پہلے انسانوں کو متوجہ کر چکا تھا!

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ تاریخِ انسانی میں یونان کے فلسفیوں کو بہت نمایاں مقام حاصل ہے اس لئے کہ یونانی علماء نے علمِ نجوم یا علمِ کائنات کو دیومالائی قصے کہانیوں، توہمات اور پراسراریت سے نکال کر پہلی بار ستاروں یا سیّاروں کے وجود، ان کی حرکات اور ان کی طبعی وجوہات پر غور و فکر کرنا شروع کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے بابل و نینوا کے علمِ نجوم کو پہلی بار ریاضی اور جیومیٹری کی مدد سے آگے بڑھایا اور پھر اپنے نظریات قائم کیے۔ یہ الگ بات کہ اسی دور میں یونان، روم، مکے، مصر، ہندوستان، افریقہ اور چائنا میں نظام شمسی میں موجود ان سورج چاند ستاروں کو دیوتا بھی مانا جا رہا تھا اور ان کی پرستش بھی کی جا رہی تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نزولِ قرآن کا زمانہ:

نزولِ قرآن کے زمانے یعنی ساتویں صدی عیسوی میں جزیرۂ عرب کے علاقوں میں بھی انہی یونانی فلسفیوں کے نظریات رائج تھے۔ اس دور میں یونان کے عظیم فلسفی ارسطو کے نظریات کو حتمی حیثیت حاصل تھی۔ ان نظریات میں سے دو نظریات یعنی کائنات کے ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ برقرار رہنے اور کائنات کا مرکز زمین ہونے کے نظریات ایسے تھے جنہیں سولہویں، سترہویں صدی عیسوی تک سائنس کی دنیا میں ایک سند کی حیثیت حاصل رہی۔

بہرحال سولہویں صدی میں پولینڈ کے ماہر فلکیات نکولس کوپرنیکس، ڈنمارک کے ماہرِ فلکیات ٹائیکو براہے اور مشہور اطالوی سائنس دان گلیلیو نے فلکیات یا علمِ کائنات کو جدید اور حقیقی بنیادوں پر استوار کرنا شروع کیا۔

زمین کی حرکت اور سورج کی مرکزیت:

کوپرنیکس کے نظریے، زمین کی حرکت، سورج کی مرکزیت، ٹائیکو براہے کے خیال کہ ستاروں کی سطح میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور گلیلیو کے دوربین سے آسمانوں کو پہلی بار دیکھنے جیسے واقعات نے یونان کے فلسفیوں کے بہت سارے نظریات کو حقیقت سے دور قرار دیا اور اپنے زمانے کے غور و فکر کرنے والوں کو تحقیق کے نئے میدانوں سے آگاہ کیا۔

جدید دور کے ان سائنس دانوں نے جو نظریات پیش کیے، وہ بائبل کی اس حکمران پسند تشریح کے برعکس تھے جو کلیساؤں میں بیان کی جاتی تھی۔ اسی لیے ان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس دانوں کے نظریات بہت بعد میں عام ہو سکے اور گلیلیو جیسے عظیم سائنس دان کو کلیسا کی مخالفت کے الزام میں قید و بند کے مراحل سے بھی گزرنا پڑا۔

اس کے برعکس جدید سائنس نے کائنات کے بارے میں حقیقت سے قریب تر جو نظریات پیش کیے، ان کا تذکرہ قرآن مجید کی آیات میں پہلے ہی سے واضح طور پر موجود تھا علمائے قرآن، ان حقائق کا پہلے سے ادراک رکھتے تھے، لیکن ان حقائق کی عملی تفسیر اور مشاہداتی تصدیق کے لئے بہر حال علمی ترقی اور جدید سائنسی آلات کا ہونا لازمی تھا۔

> بگ بینگ کے نظریے کے حوالے سے آج سائنس دان بھی یہی کہتے ہیں کہ کائنات کبھی وجود میں آئی تھی اور ایک دن دوبارہ فنا ہو جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں کائنات کبھی بہت چھوٹی تھی اور آج پھیلتی جا رہی ہے اور ایک وقت آئے گا کہ ساری کائنات واپس سمٹنا شروع ہو گی

امریکی ماہر فلکیات، ایڈون ہبل:

لیکن 1929ء میں مشہور امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہبل وہ پہلا سائنس دان تھا، جس نے اس نظریے کو عملی طور پر اپنے مشاہدات سے ثابت کیا اور بتایا کہ یہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ اس نے یہ خیال بھی پیش کیا کہ جب کائنات آج پھیلتی جا رہی ہے تو یقیناً ماضی بعید میں یہ بہت چھوٹی رہی ہو گی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہماری یہ کائنات اس قدر وسیع ہے کہ اس کے مقابلے میں یا اس کو مکمل طور پر سمجھنے کے لئے انسانی صلاحیتیں بہت محدود ہیں۔

کائنات کا آغاز و انجام:

بہر حال سائنس دانوں نے تخلیقِ کائنات کے حوالے سے اب تک جو معلومات حاصل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کا ایک آغاز تھا اور اس کا ایک انجام بھی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ارسطو سے لے کر آئزک نیوٹن جیسے جدید سائنس دان بھی ہمیشہ سے ہمیشہ رہنے والی کائنات کے قائل تھے لیکن یہ نظریہ بیسویں صدی میں غلط ثابت ہو گیا۔ جب کہ قرآن مجید ساتویں صدی عیسوی میں اس زمین و آسمان کے عدم سے وجود میں آنے اور ایک وقت مقررہ پر فنا ہو جانے اور پھر نئے زمین و آسمان پیدا ہونے کے بارے میں حتمی اعلان کر چکا تھا کہ ایک دن یہ زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے اور نئی کائنات وجود میں آئے گی۔

''جس دن یہ زمین بدل کر (دوسری) زمین کر دی جائے گی اور (اسی طرح) آسمان (بھی بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ یکتا، قہار خدا کے روبہ رو نکل کھڑے ہوں گے۔''

(سورہ ابراہیم، آیت 48)

قیامت کا حال بیان کرتے ہوئے سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 104 بھی اس موضوع پر ہماری رہنمائی کرتی ہے:

''اس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح طومار میں اوراق لپیٹے (جاتے) ہیں۔ جس طرح ہم نے خلقت کی ابتدا کی تھی،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسے پھر دہرائیں گے۔ یہ وعدہ ہمارے ذمے ہے۔ اسے ہم ہی پورا کر کے رہیں گے۔"

نوٹ : اس آیت کی منظر نگاری کا نظارہ کرنا چاہیں تو کسی بلیک ہول (BLACK HOLE) کی ویڈیو دیکھئے کہ اس کے گرد کے ستارے اور سیارے کس طرح سمٹ کر بلیک ہول میں کسی طومار کی طرح غائب ہو رہے ہوتے ہیں۔

کائنات سمٹنا شروع ہو جائے گی:

بگ بینگ کے نظریے کے حوالے سے آج سائنس دان بھی یہی کہتے ہیں کہ کائنات کبھی وجود میں آئی تھی اور ایک دن دوبارہ فنا ہو جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں کائنات کبھی بہت چھوٹی تھی اور آج پھیلتی جا رہی ہے اور ایک وقت آئے گا کہ ساری کائنات واپس سمٹنا شروع ہو گی حتیٰ کہ وجود سے عدم میں لوٹ جائے گی۔

اب ایک نظر ڈالتے ہیں کہ کائنات کی تشکیل کے چھ مرحلے کیا ہیں جنھیں قرآن مجید میں چھ دن کہا گیا ہے۔

آج سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ کائنات جسے ہم دیکھ رہے ہیں، یہ چھ مراحل سے گزر کر اس حالت میں آئی ہے اور وہ چھ مرحلے یہ ہیں:

چھ دن کیا ہیں؟

1۔ بگ بینگ نظریے کے مطابق ماضی بعید میں یہ بے کراں کائنات خالص توانائی پر مشتمل تھی۔ پہلے مرحلے میں توانائی کا یہ مرکز نامعلوم اسباب سے پھٹا اور سیکنڈ کے ہزارویں حصّے میں یہ کائنات پھیل کر ایک چکوترے کے برابر ہو گئی۔ چکوترے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے برابر اس کائنات کا وزن اور اس میں توانائی اتنی ہی تھی جتنی آج بیکراں کائنات میں موجود ہے۔ یہ کائنات کی تخلیق کا پہلا مرحلہ تھا۔

2۔ پہلا سیکنڈ مکمل ہونے پر یہ کائنات موجودہ نظامِ شمسی کے سائز تک پھیل گئی۔ اس وقت کائنات کا درجۂ حرارت آج کے سورج کے مرکز کے درجۂ حرارت سے کروڑوں گنا زیادہ تھا۔ ننھے ننھے ذرات یعنی پروٹون، الیکٹرون اور نیوٹرون جو ایٹم کی تشکیل کرتے ہیں اسی مرحلے میں پیدا ہوئے۔ یہ تخلیق کائنات کا دوسرا مرحلہ تھا۔

3۔ سائنس دانوں کے مطابق تخلیق کائنات کا تیسرا مرحلہ پانچ منٹ پر محیط تھا۔ اس مرحلے میں کائنات کا درجۂ حرارت کم ہونا شروع ہو گیا۔ اس وقت یہ دھند کی طرح نظر آتی تھی۔ اس مرحلے میں پروٹون اور الیکٹرون ایک دوسرے سے جڑنے لگے اور ایٹم کے مرکزے وجود میں آئے۔ یہ ڈی ٹریم اور ہیلیم گیس کے مرکزے تھے۔

4۔ تخلیق کائنات کے چوتھے مرحلے میں الیکٹرونز اور پروٹونز، نیوٹرونز سے جڑے اور ان سے ہائیڈروجن گیس کے ایٹم بننے لگے۔ دھند کم ہونے لگی اور کائنات میں روشنی پھیلنے لگی۔ یہ چوتھا مرحلہ تین لاکھ سال میں مکمل ہوا۔

5۔ پانچویں مرحلے میں جو 100 ملین (ملین: دس لاکھ) سال کی مدت میں مکمل ہوا، ہائیڈروجن اور ہیلیم گیس کے بادلوں نے ابتدائی کہکشاؤں کی شکل اختیار کرنا شروع کر دی۔ انہی ابتدائی کہکشاؤں میں کہیں پہلا ستارہ چمکا۔

6۔ تخلیقِ کائنات کے چھٹے مرحلے میں جو ایک بلین یعنی ایک ارب سال پر مشتمل تھا، بے شمار ستاروں نے تشکیل پائی۔ ان ستاروں کے مجموعوں نے کہکشاؤں کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

شکل اختیار کرنا شروع کی۔ کہکشاؤں کے چھوٹے جھرمٹوں کے ملنے سے بڑی کہکشائیں وجود میں آئیں اور یہی وہ کہکشائیں ہیں جنہیں آج ہم کائنات میں مسلسل پھیلتا اور ایک دوسرے سے دور ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

کائنات کی تخلیق کے حوالے سے قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ کائنات چھ دنوں یعنی چھ مرحلوں سے گزر کر اس حالت میں آئی ہے جس طرح آج ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ مثلاً:

1: ''بے شک تمہارا پالنے والا وہی اللہ ہے جس نے چھ دنوں (مرحلوں) میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا''۔

(سورہ اعراف، آیت 55)

2: ''وہی (اللہ) ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (یعنی مرحلوں) میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر مستقر ہوا۔ جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر آتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف چڑھتا ہے، اللہ کے علم میں ہے۔''

(سورۃ الحدید، آیت 4)

قرآن مجید کی آیات کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے علمائے قرآن نے بھی اپنے اپنے زمانے اور اس زمانے کی انسانی فہم کے مطابق، انہیں زمین و آسمان کی خلقت کی طرف متوجہ فرمایا۔ مثلاً

یہ کائنات اجزاء و عناصر ہی سے مل کر بنی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ساتویں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

صدی میں اس سائنسی حقیقت کا انکشاف فرمایا:

''وہ (اللہ) ہر چیز کو اپنے وقت پر عدم سے وجود میں لایا اور مختلف مزاج اور خصوصیات رکھنے والی اشیاء و اجزاء کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا اور ہر چیز کو مخصوص مزاج اور خصوصیات عطا کیں اور ان کی صورتیں اور شکلیں متعین کیں۔ اس کے بعد خدائے بزرگ و برتر نے کشادہ فضائیں، وسیع اطراف اور جہتیں اور آسمان سے ٹکرانے والی ہوائیں پیدا کیں۔''

(نہج البلاغہ، خطبہ 1)

جابر بن حیان سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''چھ دن سے مراد (دنیا کے صبح و شام والے) چھ دن نہیں ہیں۔ چھ دن سے مراد چھ مرحلے ہیں۔ اللہ کے چھ دن کتنے بڑے یا چھوٹے تھے اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ چاہتا تو زمین و آسمان کو ایک لمحے میں پیدا کر سکتا تھا، لیکن اس نے انہیں بتدریج پیدا کیا تا کہ ''اُمناء'' (فرشتوں) پر حجت قائم کی جا سکے۔''

(حوالہ: بحار الانوار: ج58)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 5:

مچھلی کہاں سے آئی!

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ

''اور اس کی نشانیوں میں ہے، آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا، اور ان چلتے پھرتے جانداروں کا جو اس نے ان (زمین و آسمان) میں پھیلا رکھے ہیں۔ اور وہ جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔''

(سورۂ شوریٰ آیت 29)

کیا زمین کے گرد پھیلے ہوئے کرۂ ہوائی میں کوئی پراسرار مخلوق آباد ہے؟ ایسی پُراسرار مخلوق جو دکھائی نہیں دیتی اور کبھی نظر آتی ہے تو مختلف جانوروں کی شکل اختیار کر لیتی ہے! بعض پرانے تاریخی واقعات اور جدید دنیا کے واقعات کو اگر یکجا کیا جائے تو اس طرح کے سوال ذہن میں ضرور پیدا ہوتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام محمد تقیؑ (ولادت 195 ہجری، شہادت 220 ہجری) کے دور کا واقعہ بہت سے دوستوں نے پڑھا ہوگا۔ ہم اسے مختصراً دہرائے دیتے ہیں تاکہ جن دوستوں نے یہ واقعہ نہیں پڑھا وہ بھی غور وفکر کے اس مرحلے میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔

باز اور مچھلی:

عباسی بادشاہ مامون رشید ایک دن شکار کھیلنے گیا (ان بادشاہوں کا کام ہی شکار کھیلنا ہوا کرتا ہے کبھی جانوروں کا شکار، کبھی جیتے جاگتے انسانوں کا)۔ صحرا میں جا کر اس نے ایک پرندے کو پکڑنے کے لئے اپنے باز کو چھوڑا۔ تھوڑی دیر میں باز واپس آ کر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گیا لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ اس کے پنجے میں کوئی پرندہ نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی مچھلی دبی ہوئی تھی۔ مامون رشید بہت حیران ہوا کہ اس کا عقاب لق ودق صحرا میں یہ زندہ مچھلی کہاں سے پکڑ لایا۔ شکار سے واپسی کے راستے میں اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے آٹھ نو سالہ بیٹے کو دیکھا۔ یہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تھے۔

مامون نے مچھلی کو چھپا کر امام علیہ السلام سے پوچھا۔ ''صاحبزادے! یہ بتائیں کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟''

امام علیہ السلام نے بے ساختہ جواب دیا۔ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ہوا کے درمیان (یعنی فضائے آسمانی میں) چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔ دنیا کے بادشاہ اپنے باز کے ذریعے ان کا شکار کر کے اہل بیتِ نبوتؑ کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔''

اسی واقعے کے حوالے سے بحار الانوار جلد: 50، صفحہ: 56 پر الفاظ اس طرح سے نقل کیے گئے ہیں:

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میرے والد نے اپنے آباء واجداد کے حوالے سے رسول اللہؐ سے اور رسول اللہؐ نے جبرئیل سے روایت کی ہے کہ خداوند متعال نے فرمایا: آسمان اور سمندر کے بیچ فضا کا ایک حصہ ہے جس کی لہریں متلاطم ہیں اور وہاں دبیز بادل ہوتے ہیں جس میں بعض مچھلیاں بھی اوپر کو گئی ہوئی ہیں اور ان کے پیٹ کا رنگ سبز ہے اور وہیں زندگی بسر کرتی ہیں ۔۔۔۔ بعض بادشاہ شکاری بازوں کے ذریعے انہیں شکار کرتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے علماء کی آزمائش کریں۔''

مامون نے کہا: ''آپ نے اور آپ کے والد اور آباء واجداد نے اور آپ کے پروردگار نے بالکل سچ کہا ہے۔'' (بحار الانوار، ج50، ص56، ح3)

اس تاریخی واقعے کو عالمِ اسلام کے بڑے بڑے علماء اور تاریخ لکھنے والوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ جو قارئین اس واقعے کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ درجِ ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ صواعق محرقہ صفحہ 123، مطالب السؤل صفحہ 290، شواہد النبوۃ صفحہ 240، نور الابصار صفحہ 145، ارجح المطالب صفحہ 459۔

بات اتنی سادہ نہیں:

عالمِ اسلام کے بہت بڑے عالم علامہ محمد باقر مجلسی (ولادت 1037 ہجری وفات 1110 ہجری) نے اس واقعے کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض اوقات بادل دریاؤں سے چھوٹی مچھلیوں کو اُٹھا کر اوپر لے جاتے ہیں (گویا مامون کا عقاب ایسی ہی کسی مچھلی کو پکڑ لایا ہوگا)۔

علامہ مجلسی کے اس قول (یعنی طوفانی بگولوں) کی تائید آج کی جدید سائنس بھی کرتی ہے۔ لیکن بات اتنی سادہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر مامون کا عقاب دریاؤں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے اُٹھنے والے (بگولے یا کسی تالاب سے اچھلنے والی) مچھلی پکڑ کر لے کر آیا تھا تو امامؑ یہ بات اسی طرح فرما دیتے لیکن آپؑ نے فرمایا:

''اللہ نے آسمان اور ہوا کے درمیان (یعنی فضائے آسمانی میں) چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں''۔

یقیناً۔۔۔۔اور وہاں کی مخلوق کے اجسام مچھلی جیسے، سر چڑیوں کی طرح اور ان کے سروں پر مرغ جیسی کلغی ہوتی ہے۔ گردن کا نچلا حصّہ بھی مرغ جیسا ہوتا ہے۔ ان کے بازو چڑیوں کے بازوؤں جیسے ہوتے ہیں اور۔۔۔۔۔۔رنگ بالکل سفید جیسے چمکتی ہوئی چاندنی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سمندری طوفان:

آپ اکثر اپنے ٹی وی پر امریکا اور دنیا کے دوسرے حصّوں میں آنے والے سمندری طوفانوں کے بارے میں سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں۔ ان سمندری طوفانوں میں ایک طوفان کو موسمیاتی سائنس کی اصطلاح میں ٹورنیڈو (Tornado) کہا جاتا ہے۔ یہ نسبتاً کم تباہ کن ہوتا ہے لیکن اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ کاروں کو زمین سے اُٹھا کر سو دو سو فٹ اوپر لے جا سکتا ہے۔

سمندری طوفان کی دوسری قسم ہری کین (Hurri Cane) کہلاتی ہے۔ یہ بڑا تباہ کن ہوتا ہے۔ یہ عمارتوں کے پرخچے اڑا دیتا ہے اور درختوں، کاروں اور عمارتوں کے ملبے کو اپنے ساتھ سمیٹ کر کئی سو فٹ بلندی تک لے جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوا کے بگولے:

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنی بھاری چیزیں ہوا میں کس طرح بلند ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔ ان سمندری طوفانوں میں ہوا گول چکر کی صورت میں ایک سو چھیاسی میل فی گھنٹا یا اس سے بھی زیادہ کی رفتار سے زمین یا سمندر کی سطح سے اُٹھ کر اوپر جا رہی ہوتی ہے۔

آپ نے گرمیوں میں زمین پر چکر کھاتے بگولے تو ضرور دیکھے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بگولا دراصل گول چکر میں چلتی ہوئی تیز ہوا ہوتی ہے۔ یہ بگولا جہاں جہاں سے گزرتا ہے وہاں سے گرد و غبار، درختوں کے پتے اور کاغذ کے ٹکڑے زمین سے اٹھ کر چکر کھاتے ہوئے، ہوا میں بلند ہو جاتے ہیں۔ جب بگولا ختم ہو جاتا ہے تو اس میں شامل تمام چیزیں دوبارہ زمین پر گرنے لگتی ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وجہ تیزی سے چکر کھاتی اور زمین سے اوپر کی طرف جاتی ہوئی تیز ہوا ہوتی ہے۔ سمندری طوفان ٹورنیڈو اور ہری کین میں ہوا کی طاقت بے پناہ ہوتی ہے۔ یہ طوفان بھی بگولے کی شکل کے ہوتے ہیں لیکن یہ طوفانی بگولے چند فٹ میں نہیں سینکڑوں میل میں پھیلے ہوتے ہیں اور اگر سمندر کے اوپر سے گزریں تو یہ سمندر کے پانی کو سینکڑوں فٹ فضا میں بلند کر دیتے ہیں۔ پانی کی یہ موجیں جب عمارتوں پر گرتی ہیں تو انہیں زمیں بوس کر دیتی ہیں۔ ہوا کا دباؤ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ عمارتیں پھٹ جاتی ہیں اور ان کا ملبہ طوفانی بگولے اپنے اندر سمیٹ کر اوپر لے جاتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

الفاظ پر غور:

حضرت امام تقیؑ کے الفاظ پر غور کرنا ضروری ہے۔ امامؑ نے فرمایا تھا:

''اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ہوا کے درمیان یعنی فضائے آسمانی میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔''

امام معصومؑ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخصوص علم عطا کیا جاتا ہے۔ امام معصومؑ اسی علم کے ذریعے کائنات کے ان رازوں سے واقف ہوتے ہیں، جن کے معمولی سے حصے کو سمجھنے کے لیے بھی عام انسانوں کو صدیوں کی تحقیق و جستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام معصومؑ نے جو کہا، وہ کائنات کے بارے میں اپنے علم اور مشاہدے کی بنیاد پر کہا۔ آپؑ کا کہا غلط نہیں ہوسکتا اس لئے ہمیں یقین ہے کہ فضائے آسمانی میں ضرور کہیں اس طرح کی مخلوق موجود ہے اور یہ ان مچھلیوں کے علاوہ ہے جنہیں طوفانی بگولے سمندر کے پانی کے ساتھ فضا میں بلند کر دیتے ہیں۔

عقاب میں یہ طاقت نہیں کہ وہ طوفانی بگولوں میں گھس کر مچھلی کو پکڑ سکے اس لئے کہ طوفانی بگولوں میں ہوا کی طاقت اور رفتار اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اگر C130 نامی ہوائی جہاز بھی اس میں گھس جائے تو اس کے پرخچے اُڑ جائیں گے!

یہ ایک سائنسی راز تھا:

امام محمد تقیؑ نے یہ کہہ کر کہ اللہ نے فضائے آسمانی میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں' ایک ایسی حقیقت کا انکشاف کیا جس کے بارے میں آج کی جدید سائنس بھی خاموش ہے اور کیا معلوم کہ انہیں سب کچھ معلوم ہو لیکن وہ ان معلومات کو عام نہ کرنا چاہتے ہوں۔ امام علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ ایک سائنسی راز تھا جس کے بارے میں انیسویں صدی تک

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا جس کی تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔

ایسی ہی مخلوق امام جعفر صادقؑ کے دور میں نظر آئی:

امام جعفر صادقؑ (83 ہجری تا 148 ہجری) کے زمانے میں بھی ایک ایسی ہی مخلوق نظر آئی تھی۔ منصور دوانقی کی حکومت تھی، عرب کے کچھ بدو مشروم (سانپ کی چھتری) جمع کرنے ریگستان کی طرف گئے۔ یہ پودا بارش کے بعد زمین سے اُگتا ہے۔

وہاں ان بدّوؤں کو ایک عجیب قسم کی مخلوق زمین پڑی ہوئی نظر آئی۔ وہ اسے اُٹھا کر منصور دوانقی کے مصاحب ربیع کے پاس پہنچے۔ ربیع نے اس مخلوق کو بادشاہ کو دکھایا، بادشاہ اس مخلوق کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے اور وہاں موجود کسی شخص نے پہلے ایسی مخلوق نہیں دیکھی تھی، آخر فیصلہ ہوا کہ حضرت جعفر ابن محمدؑ سے معلوم کیا جائے کہ یہ کون سی مخلوق ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام جعفر صادقؑ تشریف لائے تو اس مخلوق کو ایک برتن میں ڈھانپ کر رکھ دیا گیا تھا۔ بادشاہ منصور نے سوال کیا۔ ''یہ فرمایئے کہ فضا میں کیا ہے؟''

آپؑ نے فرمایا: ''فضا میں تاریک موجیں (Dark Energy) ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا اس میں کوئی مخلوق پائی جاتی ہے؟''

آپؑ نے فرمایا:

''یقیناً۔۔۔۔۔ اور وہاں کی مخلوق کے اجسام مچھلی جیسے، سر چڑیوں کی طرح اور ان کے سروں پر مرغ جیسی کلغی ہوتی ہے۔ گردن کا نچلا حصّہ بھی مرغ جیسا ہوتا ہے۔ ان کے بازو چڑیوں کے بازوؤں جیسے ہوتے ہیں اور۔۔۔۔۔۔۔ رنگ بالکل سفید جیسے چمکتی ہوئی چاندنی۔''

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بادشاہ نے اس مخلوق کے جسم سے کپڑا ہٹایا۔ امامؑ نے اسے دیکھا اور فرمایا۔

''ہاں یہی وہ مخلوق ہے جو موج مکفوف وتاریک میں رہتی ہے۔''

(حوالہ: الخرائج الجرائح۔ص234، کشف الغمہ، جلد20،ص429۔)

ڈارک میٹر اور ڈارک انرجی:

آج فزکس کے طالب علم جانتے ہیں کہ کائنات میں زیادہ مقدار اس مادے کی ہے جو کسی بھی ذریعے سے نظر نہیں آتا۔ اس مادے کو سائنس دانوں نے ڈارک میٹر (Dark Matter) کا نام دیا ہے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اس مادے میں سے 35 فی صد نظر نہ آنے والی توانائی ہے۔ اسے ڈارک انرجی (Dark Energy) کہا جاتا ہے اور یہ لہروں یا موجوں کی شکل میں ہوسکتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کیچڑ برسنے لگی:

1978ء میں امریکا کے شہر واشنگٹن میں بارش برس رہی تھی۔ اچانک بارش کے ساتھ ساتھ آسمان سے سبز رنگ کی چپکنے والی کیچڑ زمین پر برسنا شروع ہوگئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے عمارتیں، پیڑ پودے، سڑکیں اور باہر کھڑی ہوئی گاڑیاں اس کیچڑ سے ڈھک گئیں۔

بعد میں ماہرین نے کہا کہ سبز رنگ کی یہ کیچڑ صنعتی آلودگی اور فصلوں پر اسپرے کی جانے والی کیڑے مار دواؤں کا نتیجہ ہے۔ فیکٹریوں کا دھواں اور کیڑے مار دواؤں کے بخارات فضا میں جمع ہوتے رہے اور بارش کے ساتھ مل کر انہوں نے کیچڑ کی شکل اختیار کر لی۔ (حوالہ: The Weather, page:24-25)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواز پیش کر دیا مگر:

کسی بھی واقعے کا کوئی بھی جواز پیش کیا جا سکتا ہے لیکن آج کے سائنسی دور میں ہر بات کے لئے سائنسی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ امریکا کے ماہرین موسمیات نے یہ جواز تو پیش کر دیا لیکن وہ اس کے لئے کوئی سائنسی ثبوت نہیں پیش کر سکے۔

واشنگٹن کے شہریوں کی رائے بالکل مختلف تھی۔ انہیں اس بات پر یقین تھا کہ سبز رنگ کی یہ کیچڑ کسی اور دنیا سے آئی تھی اور اس میں فضا یا خلا میں موجود کسی غیر انسانی مخلوق کا ہاتھ تھا۔

یوں بھی اگر امریکا کے ماہرین موسمیات کی بات کو درست مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صنعتی آلودگی اور کیڑے مار دواؤں کا استعمال تو دوسرے صنعتی ملکوں میں بھی ہوتا ہے۔ خاص طور پر تیسری دنیا کے ممالک میں تو ان کا ضرورت سے زیادہ ہی استعمال ہوتا ہے۔ صنعتی آلودگی بہت سے دوسرے ممالک میں بھی بہت بڑا مسئلہ ہے پھر اس طرح کی بارش آج تک کسی دوسرے ملک میں کیوں نہیں ہوئی۔

مینڈکوں کی بارش:

دنیا کے مختلف حصّوں میں آسمانوں سے مچھلیوں، مینڈکوں، کیکڑوں اور مکڑیوں کی بارش ہونے کی خبریں پہلے بھی آتی رہی ہیں۔ انہیں اخبار کی سنسنی پھیلانے والی خبر بھی نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ یہ خبریں عالمی محکمۂ موسمیات کے ریکارڈ پر موجود ہیں۔ مثلاً:

16 جون 1932ء کو برطانیہ کے چھوٹے سے شہر ٹروبرج (Trobridge) میں ایک حیران کن واقعہ پیش آیا۔ اس دن ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ ٹروبرج کے باشندے معمول کے کاموں میں مصروف تھے کہ اچانک بارش کے ساتھ ساتھ آسمان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 6:

پھیلنے والی زمین

Presented By: https://jafrilibrary.com

وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا

''قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔''

(سورہ شمس، آیت 6)

آج بھی جب ہم قرآن مجید میں یہ آیت پڑھتے ہیں تو بس پڑھ لیتے ہیں، سمجھ نہیں پاتے کہ زمین کس طرح پھیلائی گئی تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس موضوع پر کسی فلسفی، کاہن اور ہندسہ شناس کے پاس اس موضوع پر کیا معلومات ہوں گی۔ قرآن مجید ہی نے سب سے پہلے اس راز کو آشکار کیا اور پھر صدیوں بعد سائنس دانوں نے اس کے عملی ثبوت فراہم کئے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ زمین کے پھیلنے کا عمل کس طرح ظہور پذیر ہوا؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے چھوٹے چھوٹے مینڈک برسنا شروع ہو گئے۔ مینڈکوں کی اس بارش کے بارے میں محکمہ موسمیات کے ماہرین نے کہا کہ سمندری طوفان کے بگولے سمندر یا دریا کے پانی کے ساتھ ان مینڈکوں کو فضا میں لے گئے ہوں گے۔ جب طوفان کا زور ٹوٹا تو اس میں موجود مینڈک زمین پر برسنے لگے۔

(حوالہ: The weather page:24-25)

ماہرین کی اس رائے پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ سمندری طوفان کے بگولوں نے پانی کے ساتھ صرف مینڈکوں ہی کو کیوں اٹھایا۔ سمندر میں دوسری آبی مخلوق مثلاً چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور جھینگے بھی ہوتے ہیں۔ سمندری طوفان نے انہیں کیوں نہیں اٹھایا؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

من گھڑت کہانیاں:

انہی تمام شواہد کی روشنی میں ہمیں یقین ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کا اشارہ فضائے آسمانی میں موجود اس مخلوق کی طرف تھا جسے سائنس ابھی دریافت نہیں کر سکی ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کے سائنسی ادارے بعض وجوہات کی بنا پر عوام کو اپنی اصل تحقیقات سے آگاہ کرنا ہی نہیں چاہتے اور اس طرح کے واقعات کے من گھڑت جواز پیش کرتے رہتے ہیں اور اگر کبھی اصل خبر اخبارات میں آ بھی جاتی ہے تو سائنسی ادارے اسے مشکوک بنانے میں بھی دیر نہیں لگاتے!



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ زمین کس طرح پھیلی، پہلے ہمیں کرّۂ ارض کی ساخت پر ایک نظر ڈالنا ہوگی۔

ماہرین ارضیات کے مطابق زمین کی عمر 4.543 بلین سال ہے۔ آج تمام ماہرین ارضیات اس بات پر متفق ہیں کہ ابتداء میں یہ کرّۂ ارض آگ کا ایک بہت بڑا گولا تھا۔ پھر لاکھوں کروڑوں سال کے عرصے میں زمین ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی اور بتدریج یہ کرّۂ ارض اس قابل ہوا کہ یہاں زندگی کے آثار پیدا ہو سکیں۔

> قرآن مجید نے تو ساتویں صدی عیسوی میں زمین کے پھٹنے یا پھیلائے جانے کا انکشاف کر دیا تھا لیکن ہم مسلمان ان آیات کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے تو رہے لیکن قرآن کے بیان کردہ سائنسی حقائق کی جانب متوجہ نہ ہو سکے۔

زمین کی ساخت:

زمین کی سطح سے اس کے مرکز تک کا فاصلہ چھ ہزار تین سو ستر کلومیٹر بتایا جاتا ہے۔ زمین کے بیرونی خول کو کرسٹ (crust) کہا جاتا ہے۔ زمین کی یہ اوپری تہہ براعظموں کے نیچے پچیس سے نوے کلومیٹر تک دبیز ہے۔ سمندروں کے نیچے اس کی موٹائی چھ کلومیٹر کے قریب ہے۔ یہ کرسٹ ایسا ہی ہے جیسے سیب کا باریک چھلکا۔

زمین کے کرسٹ کے نیچے والا حصہ مینٹل (mantle) کہلاتا ہے۔ اس تہہ کی موٹائی تین ہزار کلومیٹر ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زمین کے مینٹل کے نیچے زمین کی ایک اور تہہ پائی جاتی ہے اسے سائنسی زبان میں کور (core) کہا جاتا ہے۔ یہاں کا درجۂ حرارت بہت زیادہ ہے۔ اس کور کے اندر زمین کا مرکز پایا جاتا ہے۔ ماہرینِ ارضیات کے اندازوں کے مطابق زمین کا یہ مرکز لوہے، نکل اور فولاد کا بنا ہوا ہے۔ یہاں کا درجۂ حرارت دس ہزار آٹھ سو فارن ہائیٹ یا چھ ہزار سینٹی گریڈ تک رہتا ہے، لیکن اس شدید درجۂ حرارت کے باوجود، زمین کا یہ حصّہ اپنے اوپر پڑنے والے دباؤ کے سبب اپنے مرکز میں ٹھوس رہتا ہے جبکہ اس کا بیرونی حصّہ سیال مادّے پر مشتمل ہے۔

زمین کے پھیلائے جانے کا عمل:

قرآن مجید نے تو ساتویں صدی عیسوی میں زمین کے پھٹنے یا پھیلائے جانے کا انکشاف کر دیا تھا لیکن ہم مسلمان ان آیات کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے تو رہے لیکن قرآن کے بیان کردہ سائنسی حقائق کی جانب متوجہ نہ ہو سکے۔

نظریات کا خلاصہ:

زمین کی ساخت، پہاڑوں کے وجود میں آنے اور سمندروں کے پیدا ہونے کے اسباب جاننے کے لئے ماہرینِ ارضیات سترھویں صدی عیسوی سے تحقیق و جستجو کرتے اور اس سلسلے میں مختلف نظریات پیش کرتے رہے ہیں۔

ان سب نظریات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین ہمیشہ سے اس حالت میں نہیں تھی جس حالت میں آج یہ ہمیں نظر آ رہی ہے۔ (اس حوالے سے اسی کتاب میں شامل مضمون ''گھومتی ہوئی زمین'' کے آخر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول دیکھئے جس میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زمین کے اس ارتقائی عمل کی طرف اشارہ موجود ہے)

ماہرینِ ارضیات کے مطابق یہ زمین 250 ملین سال پہلے ٹھوس شکل میں ایک بہت عظیم براعظم تھی، اور یہ پورا براعظم یعنی یہ کرۂ ارض پانی کے اوپر تیر رہا تھا۔

> دنیا کے یہ سات براعظم آج بھی بتدریج ایک دوسرے سے دور ہو رہے ہیں۔ مثلاً براعظم یورپ اور براعظم شمالی امریکہ ہر سال ایک دوسرے سے تین انچ کے فاصلے پر چلے جاتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زمین پھیلنا شروع ہوئی:

200 ملین سال پہلے زمین کا یہ ٹھوس گولا درمیان سے پھٹنا شروع ہوا۔ جب زمین کا اوپری خول یعنی کرسٹ چٹخا تو اس کے درمیان سے سمندر ابھر آئے۔ یہی زمین کے پھیلنے یا پھٹنے کا آغاز تھا۔

آج سے 135 ملین سال پہلے زمین کا چٹخ کر الگ ہونے والا ٹکڑا مزید دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور یہاں بھی درمیان سے سمندر ابھر آیا۔ اس مرحلے میں براعظم افریقہ اور براعظم جنوبی امریکہ وجود میں آئے۔ ان کے درمیان سے جو سمندر اُبھرا اسے آج اٹلانٹک اوشن یعنی بحر اوقیانوس کہا جاتا ہے۔ اسی مرحلے میں ہندوستان کا علاقہ الگ ہو کر شمال کی جانب براعظم ایشیا کی طرف بڑھنے لگا۔

آج سے 40 ملین سال پہلے زمین مزید پھیلی۔ سمندر کی طاقتور موجوں نے زمین

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے ٹھوس گولے کو مزید دو حصّوں میں تقسیم کر دیا اور اس طرح براعظم آسٹریلیا اور انٹارٹیکا وجود میں آئے۔ اسی طرح کچھ مدت گزرنے کے بعد زمین کے مزید ٹکڑے ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور براعظم شمالی امریکہ اور براعظم یورپ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے اور ان کے درمیان گرین لینڈ نامی جزیرہ سمندر میں اُبھر آیا۔

زمین کے پھٹنے کا سائنسی نظریہ:

زمین کے پھٹنے یا پھیلنے کا نظریہ مشہور امریکی مفکر فرانس بیکن نے سولہویں صدی عیسوی میں پیش کیا تھا جس کے حتمی ثبوت جرمنی کے ماہرِ ارضیات الفریڈ ویگنر نے پیش کیے۔ اس نے الگ ہو جانے والے براعظموں کے بارے میں وہ ثبوت فراہم کیے جن سے ثابت ہو گیا کہ براعظموں کے ایک دوسرے سے دور ہونے کا نظریہ حقیقت پر مبنی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

براعظم آج بھی ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں:

آج بھی اگر آپ دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو آپ کو براعظم جنوبی امریکا اور افریقہ کی ساحلی علاقے ایک دوسرے سے دور مگر کسی جگسا پزل کی طرح نظر آئیں گے۔

دنیا کے یہ سات براعظم آج بھی بتدریج ایک دوسرے سے دور ہو رہے ہیں۔ مثلاً براعظم یورپ اور براعظم شمالی امریکہ ہر سال ایک دوسرے سے تین انچ کے فاصلے پر چلے جاتے ہیں۔

زمین کے پھیلنے کے فائدے:

زمین کے پھیلنے یا پھٹنے کے سبب کرّۂ ارض کے موسم میں وہ تبدیلیاں آنا شروع

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوئیں جن کا زمین پر زندگی کی مختلف اقسام کے پھیلنے اور یہاں زندگی کے برقرار رہنے کے لئے ہونا ضروری تھا۔

سمندروں کے پانی پر سورج کی شعاعوں کے پڑنے سے یہاں آبی بخارات فضا میں بلند ہونا شروع ہوئے۔ ان آبی بخارات نے فضا میں رطوبت، بادلوں، بارشوں اور برف باری کے امکانات پیدا کیے۔ بادلوں کی تشکیل کے بعد ہواؤں نے ان بادلوں کو زمین کے میدانوں، پہاڑوں اور صحراؤں پر برسانا شروع کیا جس کے سبب پورے کرۂ ارض پر پیڑ پودے اور ہریالی نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

سمندروں کے ابھرنے اور زمین کے پھیلنے اور پھٹنے سے مختلف اقسام کے پیڑ، پودے اور جانور دور دراز کے علاقوں تک پھیل گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ سمندروں کی وجہ سے بحری سفر کے راستے کھلے اور تجارتی سامان کو سمندری راستوں سے لے جانا آسان ہوا۔

سمندروں کے ساتھ ساتھ زمین پر بھی پیڑ پودے اگنے لگے اور انہوں نے آکسیجن پیدا کرنا شروع کر دی۔ اس طرح زمین کے پھیلنے یا پھٹنے کی وجہ سے یہاں فضائیں اور موسم وجود میں آئے اور یہ زمین بتدریج انسانوں کے رہنے کے قابل ہوتی چلی گئی۔

پانی کائنات کے کسی دوسرے کنارے سے آیا:

یہاں ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ جاپانی سائنس دان ماسارو اموٹو اور کئی دوسرے سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ زمین پر ابتدا میں پانی موجود نہیں تھا۔ یہ پانی ان کے خیال میں بارشوں کی صورت میں نہیں برسا بلکہ یہ پانی زمین پر کسی دوسرے سیارے سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

برفانی تودوں یا گلیشئر ز کی صورت میں زمین پر گرایا گیا تھا۔ یہ پانی جب زمین کے اندر داخل ہوا تو اس سے زمین میں موجود مختلف دھاتوں کے اجزا ایک دوسرے سے ملے اور دھاتیں وجود میں آئیں۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

قرآن مجید میں زمین کے پھیلنے یا پھٹنے کا تذکرہ متعدد مقامات پر آیا ہے، اور اس کا مقصد انسانوں کو زمین کی اہمیت وافادیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم کرۂ ارض کو تمام ذی حیات کی ضروریات کے مطابق کس طرح پیدا کیا۔

زمین کے پھیلنے یا شگافتہ ہونے کا تذکرہ کہیں قیامت کے حوالے سے کیا گیا ہے اور کہیں قیامت سے پہلے کے زمانوں کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ مثلاً:

(۱) ''قسم ہے چکّر کھانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی کہ یہ (قرآن) یقیناً فیصلہ کن کلام ہے۔''

(سورہ الطارق، آیت 12و11)

(۲) ''قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔''

(سورہ الشّمس، آیت 6)

(۳) ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے اُگل دے گی اور خالی ہو جائے گی۔''

(سورہ الانشقاق، آیت 4و3)

آج ماہرین ارضیات اور سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ 50 ملین سال پہلے زمین

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانی کے اوپر تیر رہی تھی۔ اس وقت پوری دنیا ایک عظیم براعظم تھی۔ 200 ملین سال پہلے یہ ٹھوس زمین پھٹنا شروع ہوئی۔ سمندر کی موجوں نے اس کی اوپری سطح کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد لاکھوں کروڑوں سال میں زمین مزید پھیلی اور بتدریج سات براعظموں کی شکل میں پھیل گئی۔

یہ حقائق سولہویں صدی عیسوی سے بیسویں صدی عیسوی کے درمیان معلوم کئے گئے جبکہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام آج سے کم و بیش چودہ سو سال پہلے یعنی ساتویں صدی عیسوی میں ان سائنسی انکشافات کو دنیا کے سامنے پیش کر چکے تھے۔ مثلاً:

''اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی تہہ و بالا کر دینے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا، جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح جھاگ پیدا کر رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔''

(نہج البلاغہ، اقتباس از خطبہ نمبر 89)

''جب زمین کے اردگرد پانی کا جوش کم ہو گیا اور سر بہ فلک پہاڑوں کے بوجھ نے اس کے کاندھوں کو دبا دیا تو اللہ نے زمین کی ناک کے بانسوں سے (پانی کے) چشمے جاری کر دیئے اور انہیں دور دراز کے صحراؤں اور گڑھوں (نشیبی علاقوں) تک منتشر کر دیا۔۔۔''

(نہج البلاغہ، اقتباس از: خطبہ اشباح)



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 7:

کشش ثقل

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۴

''وہ وہی تو ہے جس نے سارے آسمان وزمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش (کے بنانے) پر آمادہ ہوا جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے (سب) اس کو معلوم ہے اور تم (چاہے) جہاں کہیں رہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا اسے دیکھ رہا ہے۔''

(سورہ حدید، آیت 4)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کیا یہ ایک حیران کن اور قابل توجہ بات نہیں ہے کہ آپ ایک سوئی فضا میں اچھالیں تو وہ اگلے ہی لمحے زمین کی طرف گرنے لگتی ہے جبکہ بڑے بڑے ستارے اور سیارے خلا کی بیکراں وسعتوں میں لاکھوں، کروڑوں سال سے اسی طرح تیر رہے ہیں۔ یہ اربوں کھربوں ٹن ستارے اور سیارے نہ کبھی گرتے ہیں اوور نہ کبھی راہ سے بے راہ تیرتے ہیں۔

صدیوں پہلے کے یونانی فلسفی اور جاہل عرب، کفار و مشرکین تو اس موضوع پر سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس لیے کہ اس موضوع پر دونوں کی ''معلومات'' یکساں تھیں لیکن آج ہم اور آپ ان اسرارِ کائنات پر غور و فکر ضرور کر سکتے ہیں۔

سائنس کی دنیا:

جس بیکراں اور لامحدود خلا میں یہ ستارے اور سیارے تیر رہے ہیں، اس کی وسعتوں کا تصور کرنا انسانی دماغ کی صلاحیتوں سے بالاتر ہے۔ روشنی ایک سال میں چھ ہزار ارب میل کا فاصلہ طے کرتی ہے جبکہ معلوم شدہ حقائق کے مطابق کہکشائیں پندرہ ارب نوری سال تک پھیلی ہوئی ہیں اور ہر لمحے مزید پھیلتی جا رہی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک ننھی سی سوئی فضا میں نہیں ٹھہر پاتی تو وہ کون سی طاقت ہے جو اربوں، کھربوں ٹن وزنی ستاروں اور سیاروں کو خلا میں قائم رکھے ہوئے ہے اور جس کے سبب یہ سورج چاند ستارے اپنے اپنے نظام الاوقات کے مطابق آسمان پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس سوال کا جواب جاننے سے پہلے ہمیں علمِ فلکیات کی تاریخ پر نظر ڈالنا ہوگی کہ اس کرۂ خاکی کے باسیوں نے کب آسمان کی وسعتوں، چمکتے دمکتے ستاروں اور ان کے سیاروں پر غور و فکر کرنا شروع کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرۂ خاکی اور اس کی چھت:

حقیقت یہ ہے کہ انسان جب سے اس کرۂ ارض پر آ کر آباد ہوا، اسی دن سے وہ اس کرۂ خاکی کی چھت یعنی آسمان کو دیکھتا رہا ہے لیکن آسٹرلوجی (علم نجوم) کا آغاز آج سے کم و بیش پانچ ہزار سال پہلے قدیم بابل کی سرزمین سے ہوا۔ قدیم ترین مہذب انسانوں کی اس سرزمین کو آج عراق کہا جاتا ہے۔

علم نجوم مذہب کا حصہ تھا:

علمِ نجوم بابل کے باسیوں کے مذہب کا حصہ تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں ہے۔ یہ ماضی کے کسی دور میں وجود میں آئی ہے۔ واضح رہے کہ یہ عقیدہ یقیناً حضرت ابراہیمؑ سے پہلے آنے والے انبیائے خدا ہی کی تعلیمات کا نتیجہ رہا ہوگا۔ بابل کے باسیوں کا یہ خیال بہرحال غلط تھا کہ زمین کائنات کا مرکز ہے اور ستارے اور سیارے اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ستاروں کی گردش اور مختلف برجوں میں ان کی رفتار کے بدلنے سے زمین پر اچھے یا برے حالات رونما ہوتے ہیں اور یہ نظریات بہرحال حقیقت سے قریب تھے۔

بابل کے نجومیوں کی ذمے داری:

اس عقیدے کے سبب بابل کے باسیوں کے مذہبی رہنماؤں کی ذمے داری تھی کہ وہ آنے والے حالات و واقعات کی بروقت پیش گوئی کریں۔ ان لوگوں کو ''کلدانی'' کہا جاتا تھا۔ کلدانی علمِ ریاضی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ بارہ بروج کا تصور دراصل بابل کے انھی عالموں نے پیش کیا تھا۔ کلدانیوں کے اس علم کو آج علم

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نجوم یا آسٹرولوجی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جنھیں ابوالانبیاء یعنی انبیاءؑ کا باپ کہا جاتا ہے، آپؑ کا تعلق اسی بابل کی سرزمین سے تھا۔

یہ علم بابل سے یونان پہنچا:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آسمانوں، ستاروں اور سیاروں کا یہ علم چوتھی صدی قبل مسیح میں یونان کے فلسفیوں تک پہنچا۔ یہ سقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے مفکرین کی سرزمین تھی۔ یونانی معاشرے میں علوم وفنون سے آگاہی حاصل کرنے کا ذوق عروج پر تھا۔ اس لیے یہاں دوسرے علوم کی طرح علمِ نجوم کو بھی پذیرائی حاصل ہوئی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ریاضی اور جیومیٹری:

ارسطو جیسے یونانی فلسفی کے نظریات کو دنیا بھر میں پندرہ سو سال تک جوں کا توں تسلیم کیا جاتا رہا، کیوں کہ ان یونانی فلسفیوں نے ستاروں اور سیاروں کو دیو مالائی قصے کہانیوں یا مذہبی عقائد کی نظر سے دیکھنے کی بجائے ان کے وجود اور حرکات کے اسباب جاننے کی کوشش کی۔ انھوں نے اس مقصد کے لیے ریاضی کے ساتھ ساتھ جیومیٹری کے علم سے بھی استفادہ کیا۔

فلکیات پر پہلی کتاب:

حضرت عیسیٰؑ کے دو سو سال بعد علمِ فلکیات پر پہلی باقاعدہ کتاب لکھی گئی۔ یہ کتاب دراصل تمام یونانی فلسفیوں کے نظریات کا نچوڑ تھی اور اسے اسکندریہ کے کتب خانے سے وابستہ ماہرِ فلکیات بطلیموس (PTOLEMY) نے مرتب کیا تھا۔ بطلیموس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نے اس کتاب میں کائنات کا ایک ماڈل پیش کیا لیکن اس میں بھی زمین کو کائنات کا مرکز دکھایا گیا تھا۔

علم فلکیات میں مسلمانوں کا کردار:

اگر ہم علمِ فلکیات کے ماضی قریب کی بات کرتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ مغربی دنیا کو یونانیوں کے نظریات، خیالات اور علوم سے آگاہ کرنے میں مسلمانوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ 771 عیسوی میں منصور عباسی کا دورِ حکومت تھا۔ اس زمانے میں ابراہیم انفرازی نے علمِ نجوم کی ایک کتاب کا سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کیا۔ اس کا نام ''سندِ ھند'' رکھا گیا۔ عباسی حکمرانوں کے دور میں بطلیموس کی کتاب کا بھی ترجمہ کیا گیا۔ اسی دور میں بغداد، نیشاپور اور سمرقند میں باقاعدہ رصدگاہیں قائم کی گئیں۔

فلکیات کا علم یورپ پہنچا:

فاطمی دورِ حکومت میں مصر اور اسپین میں مسلمانوں نے فلکیات اور دوسرے علوم کی ترقی کے لیے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ گیارہویں صدی سے سولہویں صدی کے دوران عربی کتابوں کے تراجم لاطینی زبان میں ہوئے جو اس زمانے میں یورپ کی مشترکہ زبان تھی۔ اس طرح فلکیات کا یہ علم یورپ تک پہنچا۔ اس دور میں یورپ عہدِ جاہلیت سے گزر رہا تھا جب کہ مسلمان سائنس دان مثلاً موسیٰ الخوارزمی، جابر بن حیان، ابوعبداللہ، ابن الہیثم، البیرونی، عمر خیام اور ملّا صدرا جیسے عظیم مسلمان سائنس دان اسلامی دنیا میں علم کی آبیاری کر رہے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورج کے مرکز ہونے کا نظریہ:

سولہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ایک ماہرِ فلکیات کوپرنکس نے ماضی کے برعکس جہاں کائنات میں زمین کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، کائنات کا ایک متبادل نظریہ پیش کیا۔ کوپرنکس نے کہا کہ سورج مرکز ہے جس کے گرد زمین اور دوسرے سیارے گردش کرتے ہیں۔

کوپرنکس نے سیاروں اور سورج کے درمیانی فاصلوں کا بھی اندازہ لگایا۔ کوپرنکس نے علمِ ریاضی کی مدد سے جو فاصلے معلوم کیے، وہ آج جدید آلات سے معلوم ہونے والے فاصلوں سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔

بہرحال کوپرنکس کے نظریات بھی سو فی صد درست نہیں تھے۔ اس کے بعد کی صدیوں میں علمِ فلکیات نے مزید ترقی کی اور اس میں مغرب کے سائنس دانوں نے مرکزی کردار ادا کیا۔

گیلیلیو نے دوربین سے آسمان پر نظر ڈالی:

گلیلیو وہ پہلا سائنس دان تھا جس نے پہلی بار دوربین کی مدد سے آسمانوں پر نظر ڈالی اور اس نے مشتری کے گرد گھومنے والے چار بڑے چاند دریافت کیے۔ گلیلیو کو ماہر فلکیات ہی نہیں مکینیکل انجینئرنگ کا بانی بھی تصور کیا جاتا ہے۔ گلیلیو سورج کو مرکز تصور کرتا تھا لیکن اس کا یہ نظریہ کیتھولک چرچ کے نظریات کے خلاف تھا۔ جس کے نتیجے میں گلیلیو کو کئی سال قید خانے میں گزارنا پڑے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آئزک نیوٹن کا نظریہ:

آئزک نیوٹن کا شمار تاریخ انسانی کے عظیم سائنس دانوں میں ہوتا ہے۔ نیوٹن نے حرکت اور روشنی کے حوالے سے ایسے نظریات پیش کیے جنھوں نے مغربی سائنس دانوں کے لیے سائنسی ترقی کے بے شمار دروازے کھول دیے۔

ہمارا آج کا موضوع دراصل آئزک نیوٹن ہی کے نظریات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی سائنسی تشریح بھی آئزک نیوٹن کے کشش ثقل اور نیوٹن کے تھرڈ لاء Third law کے ذریعے پیش کی جاسکتی ہے۔

فلکیات کے لامحدود علم کے حوالے سے نیوٹن کا سب سے بڑا کارنامہ کشش ثقل کی قوت، اس کے وجود اور اس کے قوانین کی تشریح اور اس کے ذریعے کائنات کی بیکراں وسعتوں میں تیرتے ہوئے ستاروں اور سیاروں کی حرکت و رفتار کے حوالے سے اس کے قائم کردہ اصول اور نظریات ہیں۔ (سورہ حدید کی آیت جو ہم نے شروع میں رقم کی ہے اسے یاد رکھیے گا)۔

نیوٹن کا تھرڈ لاء (Third law):

آئزک نیوٹن کا تھرڈ لاء کشش ثقل کی قوت کے حوالے سے بات کرتا ہے۔ نیوٹن کے تھرڈ لاء کے مطابق اگر ایک جسم کی کشش ثقل کی قوت کسی دوسرے جسم کو اپنی جانب کھینچتی ہے تو دوسرے جسم کی اتنی ہی مقدار کی ایک قوت پہلے جسم کو مخالف سمت میں دھکیلتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آپ تجربہ کر کے دیکھیں:

مثلاً آپ ایک رسی میں پتھر باندھ کر اسے ہاتھ سے گھمائیں۔ اس کے سرے پر بندھا ہوا پتھر رسی کے ساتھ گھومنے لگے گا۔ اس وقت اس پتھر کے گھومنے اور اسے اس کے مدار پر قائم رکھنے کے لیے دو قوتیں کام کر رہی ہوں گی۔ ایک قوت ہاتھ سے نکل کر پتھر تک جا رہی ہوگی جب کہ دوسری قوت پتھر سے ہاتھ کی طرف آ رہی ہوگی۔ اور یہ دونوں قوتیں یکساں طاقت کی ہوں گی۔ ان قوتوں کو نیوٹن نے، سینٹری پیٹل (مرکز مائل) اور سینٹری فیوگل (مرکز گریز) فورسز کا نام دیا۔ (یعنی قوت جاذبہ و دافعہ)

اسی اصول کے مطابق سورج' اس کے سیاروں اور دوسرے آسمانی اجسام کے درمیان ایک فاصلہ قائم رہتا ہے اور ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار پر گردش کرتے رہتے ہیں۔

آپ یہ بات پڑھ کر حیران ہوں گے کہ جدید سائنس نے کشش ثقل کے جن رازوں کو چند سو سال پہلے کسی حد تک معلوم کیا، قرآن مجید ان سربستہ رازوں کو آج سے 14 سو سال پہلے آشکار کر چکا تھا۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس طاقت یعنی کشش ثقل یا سینٹری پیٹل فورس اور سینٹری فیوگل فورس کے بارے میں کرۂ ارض پر موجود کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس قوت کے بارے میں نامور سائنس دان آئزک نیوٹن نے انیسویں صدی میں اپنے تجربات سے حتمی ثبوت فراہم کئے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جب کہ قرآن مجید نے اس نادیدہ طاقت کے بارے میں آج سے چودہ سو سال پہلے اپنی متعدد آیات میں انسانوں کو متوجہ کر چکا تھا۔ مثلاً:

(1) ''وہ وہی تو ہے جس نے سارے آسمان و زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش (کے بنانے) پر آمادہ ہوا جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے (سب) اس کو معلوم ہے اور تم (چاہے) جہاں کہیں رہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو پروردگار اسے دیکھ رہا ہے۔''

(سورہ حدید، آیت 4)

نوٹ: بزرگ مترجمین نے سورہ حدید کی اس آیت کے درمیان بریکٹ لگا کر زمین میں داخل ہونے والی چیزوں کو بارش قرار دیا ہے۔ اگرچہ آیت کے معنی اس سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔ ہم نے انہی معنیٰ کو قارئین کے لیے واضح کیا ہے۔

(2) ''نہ تو سورج کے لیے ممکن ہے کہ وہ چاند تک جا پہنچے اور نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے اور وہ سب اپنے اپنے فلک (مدار) میں تیرتے رہتے ہیں۔''

(سورہ یٰسین، آیت 40)

(3) ''اور اس نے دن رات اور سورج اور چاند پیدا کیے۔ یہ سب اپنے (الگ الگ) فلک (یعنی مدار) میں تیر رہے ہیں۔''

(سورۃ الانبیاء، آیت 33)

(4) ''اور آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جنھیں تم دیکھ رہے ہو۔"

(سورۂ لقمان، آیت۔10)

یعنی یہ ستون ایسے ہیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔

قرآن مجید کی آیات کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے علمائے قرآن نے بھی کائنات میں موجود اس نادیدہ قوت یعنی کشش ثقل یا سینٹری پیٹل فورس یا سینٹری فیوگل فورس کی موجودگی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مثلاً امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا:

دونورانی ستون:

"آسمانوں میں تمہارے شہروں کی طرح شہر آباد ہیں اور یہ دونورانی ستونوں (سینٹری پیٹل اور سینٹری فیوگل) کے ذریعے ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ فضا میں ان نورانی ستونوں کی لمبائی دوسو پچاس سال کی مسافت ہے"۔

(حوالہ: بحارالانوار، الہیت والاسلام)

کشش ثقل کے حوالے سے امیر المومنینؑ نے "دونورانی ستونوں" کے الفاظ استعمال فرمائے کہ اس زمانے کے لوگوں کی علمی سطح اسی کی متقاضی تھی لیکن المیہ یہ ہے کہ ہم نے آج کے سائنسی دور میں بھی امیر المومنینؑ کے اس قول کی گہرائی و گیرائی کو سمجھنے کی کبھی کوشش تک نہیں کی۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 8:

محفوظ چھت

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُونَ

''اور ہم نے آسمان کو (تمہارے لئے) چھت بنایا۔ جو ہر طرح محفوظ ہے اور یہ لوگ اس (یعنی اللہ) کی نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں۔''

(سورۃ الانبیاء، آیت 32)

ہمارے قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس زمانے میں قرآن مجید نے آسمان کے بارے میں ''محفوظ چھت'' کہا تو اس سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد بھی اس کرۂ ارض پر کسی عام انسان کو آسمان کی ان خصوصیات کا کیا علم ہو سکتا تھا؟

بہر حال آیئے سائنس کی زبانی سنتے ہیں کہ آسمان محفوظ چھت کس طرح ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

آج سائنس کے طالب علم جانتے ہیں کہ ہماری زمین ایک بیکراں خلاء میں تیر رہی ہے۔ زمین کے گرد ایسے عناصر، لہریں، کرنیں، گیسیں، پتھروں کی چٹانیں اور ان چٹانوں سے ٹوٹنے والے لاکھوں کھربوں پتھر موجود ہیں جو اگر زمین پر آ گریں، یا مختلف اقسام کی شعاعیں جو ذی حیات کے لئے ضرر رساں ہیں، وہ زمین تک آ جائیں، یا وہ فضائے بسیط (یعنی وہ گیس ماسک) جو زمین کے گرد موجود ہے' اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو کرۂ ارض چند لمحوں میں ایک عظیم قبرستان میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

اگر ایسا ہو:

اگر ایسا ہو تو زمین پر زندگی کے سارے رنگ، پھل، پھول، پیڑ پودے، سبزی اور ہریالی، چوپائے، پرندے، حشرات الارض، انسان، یہ ہوائیں، یہ فضائیں، یہ بارشیں، آندھیاں، برف باری یہ درجۂ حرارت، یہ رنگ بدلتے موسم، خزاں، بہار، سردی، گرمی سب کچھ چند لمحوں میں ختم ہو کر رہ جائے۔

زمین پر زندگی کے یہ آثار دراصل زمین کے گرد موجود تہہ بہ تہہ آسمانوں کے سبب قائم ہیں اور جب تک اللہ چاہے گا اسی طرح قائم رہیں گے۔

تہہ در تہہ آسمان:

یہ آسمان یا فضائی تہیں ہماری دنیا کی چھت ہیں اور چھت بھی کیسی؟ یہ زمین کی سطح سے ہزاروں کلومیٹر اوپر تک پھیلی ہوئی ہے اور ایک طرف سے نہیں ہر طرف سے زمین کے اوپر موجود ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس چھت کو ڈالنے کے لئے نہ پلر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

استعمال ہوئے، نہ کسی قسم کی دیواریں کھڑی کی گئیں۔ یہ اللہ رب العالمین کی قدرت ہے، اسی لئے قرآن مجید میں آسمانوں کی اس خصوصیت کی طرف کئی مقامات پر واضح تذکرہ موجود ہے۔

یہ فضائے آسمانی جو ہمارے اردگرد موجود ہے' اس میں کئی گیسیں ایک خاص تناسب کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ زمینی فضا انہی گیسوں سے تشکیل پاتی ہے۔ ان گیسوں میں 21 فی صد آکسیجن، 78 فیصد نائٹروجن اور 1 فی فیصد میں آرگن اور دوسری گیسیں پائی جاتی ہیں۔ یہ گیسیں جب درجۂ حرارت میں تبدیلی یا فضا کے دباؤ کے سبب حرکت کرتی ہیں تو ہم اسے ہوا چلنا کہتے ہیں۔

> کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان تمام بڑی بڑی آفات سے اس عالم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر بعض اوقات معمولی سی (محدود علاقے میں) آفات آتی ہیں تو وہ بھی صرف انسانوں کی تادیب و اصلاح کے لئے آتی ہیں اور پھر جلد ہی انہیں دور بھی کر دیا جاتا ہے۔

السماء کا مطلب:

عربی میں ''السماء'' کا لفظ بلندی، آسمان یا کسی چیز کے اوپر موجود چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہم اپنے اس زمینی آسمان یعنی زمین کے گرد فضائے آسمانی کے حوالے سے بات کر رہے ہیں لیکن کائنات میں نہ معلوم کتنے کھرب سیارے اور ستارے ہوں گے جن کے الگ الگ آسمان ہیں۔ اس لئے قرآنِ مجید میں جہاں جہاں لفظِ ''السماء'' استعمال ہوا ہے، ضروری نہیں کہ وہ صرف ہمارے آسمان سے متعلق

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہو۔ آیندہ زمانوں میں خلائی سائنس کی ترقی کے بعد ممکن ہے ''السماء'' کے معنی آج کے معنوں سے مختلف ہوں اور مزید معنیٰ کا بھی احاطہ کریں۔

آسمان کی محفوظ چھت کے فائدے:

آیئے ایک نظر دیکھتے ہیں کہ یہ فضائی تہیں جو زمین کے اردگرد موجود ہیں، کیا ہیں اور ان کے کیا فائدے ہیں؟

یہ آسمانی چھت جسے اللہ نے تہہ بہ تہہ بنایا ہے اس کی سات تہیں یا پرتیں اب تک دریافت ہو چکی ہیں۔ زمین کے اوپر فضاء کی ان تہوں کے نام اور کام یہ ہیں:

(1) Troposphere:۔ یہ زمین کی سطح سے سب سے قریب ہے۔ یہ زمین کی سطح سے آٹھ کلومیٹر سے لے کر تقریباً چودہ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہوائیں، بادل، پانی، برف باری، بارشیں، آندھیاں، زمین کے موسم، ندی نالے، سمندر، زمین کی زرخیزی اسی فضا کے سبب قائم ہیں۔ زیادہ تر گیسیں، آبی بخارات اور مٹی کے ذرات اسی تہہ کے اندر گردش کرتے ہیں۔ دبیز فضائی تہہ کے سبب ہم اور تمام ذی حیات سانس لیتے ہیں۔ اگر یہ فضائی تہہ زمین کے گرد موجود نہ رہے تو زمین سے زندگی کا نام ونشان مٹ جائے۔ یہ فضائی تہہ کسی گیس ماسک کی طرح ہے جو پوری زمین کو سانس لینے کی سہولت فراہم کر رہا ہے۔

(2) Stratosphere:۔ یہ دوسری تہہ مزید پچاس کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں فضا میں گیسوں کی مقدار 19% فیصد ہے۔ جیٹ ہوائی جہاز اس تہہ کے اندر پرواز کرتے ہیں، اس سے اوپر نہیں جا سکتے۔

(3) Ozonlayer:۔ یہ زمین کے گرد اوزون گیس کی حفاظتی ڈھال ہے۔ یہ حفاظتی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تہہ سورج سے زمین کی طرف آنے والی روشنی کے اندر موجود الٹرا وائیلٹ شعاعوں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ الٹرا وائیلٹ شعاعیں زندگی کی تمام اقسام کے لئے شدید نقصان دہ ہیں لیکن آسمان کی یہ تہہ ان شعاعوں کو زمین تک نہیں آنے دیتی۔ شہاب ثاقب اسی جگہ پر آ کر جلنا شروع ہوتے ہیں، اور زمین تک پہنچتے پہنچتے زیادہ تر صورتوں میں راکھ بن جاتے ہیں۔

(4)Mesosphere:۔ یہ تہہ کم وبیش 40 کلومیٹر دبیز ہے۔

(5)Ionosphere:۔ یہ اوپری تہہ سے ملی ہوئی ہے۔ دنیا بھر کے ریڈیو اسٹیشنز اور ٹی وی چینلز کے سگنلز زمین سے اوپر جاتے ہیں اور آئی نوسفیئر نامی اس فضائی تہہ میں موجود سیٹلائٹس سے ٹکرا کر واپس زمین تک آتے ہیں۔

(6)Heliosphere:۔ یہ تہہ ہیلیم گیس سے بنی ہے۔

(7)Protonosphere:۔ یہ تہہ 80 کلومیٹر دبیز ہے۔ اس کے بعد بیکراں خلاء کا آغاز ہو جاتا ہے۔

زمین کے گرد موجود یہ حفاظتی تہہ ہمیں موسم، ہوائیں، بارشیں فراہم کرنے کے ساتھ انتہائی گرمی اور انتہائی سردی سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ گیسوں کی یہ حفاظتی چادر زمین کے اردگرد موجود نہ ہوتی تو رات کے وقت ہم سردی سے جم جایا کرتے اور دن کے وقت سورج کی گرمی سے کوئلے کی طرح جل کر راکھ ہو جاتے۔

حفاظتی چادر:

یہ حفاظتی چادر دن کے وقت سورج سے خارج ہونے والی گرمی کو مناسب حد تک خلاء میں واپس جانے سے روکتی ہے اور راتوں کو مناسب حد تک گرم رکھتی ہے۔ سورج

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے خارج ہونے والی اس توانائی کو زمین پر موجود تمام جاندار استعمال کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ سورج سے خارج ہونے والی روشنی سطح زمین سے ٹکرانے کے بعد انفرا ریڈ شعاعوں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور زمینی فضا سے مل کر درجۂ حرارت میں اضافہ کرتی ہے لیکن ایک خاص نظام کے تحت یہ گرم ہوتے ہی بلندی کا رخ کرتی ہے اور بلندی تک جاتے جاتے اس کی توانائی کم ہوتی جاتی ہے۔

حفاظت کے اضافی انتظامات:

زمین کو پیدا کرنے والے نے ان فضائی تہوں کے علاوہ بھی زمین پر رہنے والوں کو بہت سے دوسرے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک اور حیران کن حفاظتی تہہ پیدا کی ہے۔ ایسا حفاظتی حصار سورج کے دوسرے سیاروں میں موجود نہیں ہے اسی لئے وہاں زندگی کی کوئی معلوم شکل قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ زمین کا مقناطیسی میدان کہا جاتا ہے۔ برقی چارج کا یہ حصار زمین کی بیرونی فضا کی تہہ کے اوپر واقع ہے جب کہ اس کا اثر زمینی فضا سے ہزاروں کلومیٹر اوپر تک پایا جاتا ہے۔ زمین کی یہ بیرونی فضائی تہہ مقناطیسی کرہ یعنی (MAGNETOSPHERE) کہلاتی ہے۔

سورج کی سطح سے اٹھنے والی شمسی آندھیوں اور شمسی شعلوں کی وجہ سے الیکٹران اور پروٹونز کی بڑی تعداد زمین کا رخ کرتی ہے۔ سورج سے خارج ہونے والے یہ ذرّات اگر زمین کی فضا سے گزر کر زمین تک پہنچ جائیں تو زمین کے درجۂ حرارت میں اضافہ کرنے کے ساتھ بے شمار دوسری نقصان دہ تبدیلیوں اور مہلک موسمیاتی تغیرات کا سبب بن سکتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

شمسی آندھیاں:

کرّۂ مقناطیسی نامی حفاظتی حصار شمسی آندھیوں سے نکلنے والے ان ذرّات کو زمین تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ یہ ذرّات زمین کی طرف آتے ہیں لیکن مقناطیسی حصار سے ٹکرا کر زمین کے ادھر اُدھر سے گزر جاتے ہیں۔

حیران کن بات یہ ہے کہ سورج سے خارج ہونے والے کچھ ذرّات کبھی کبھی اس حصار کو توڑ کر نچلی فضا میں آجاتے ہیں لیکن زمین اور زمین پر زندگی گزارنے والی مخلوق کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور حفاظتی نظام بھی قائم کر رکھا ہے۔

وین ایلن کی پٹی:

اس حفاظتی حصار کو جو دو تہوں پر مشتمل ہے، وین ایلن کی پٹی (Van Allen Belt) کہا جاتا ہے۔ یہ حفاظتی نظام مقناطیسی تہہ سے بچ نکلنے والے الیکٹرون اور پروٹون کے ذرّات کو اپنے اندر قید کر لیتا ہے۔ اس حصار میں جب ان ذرّات کی تعداد و مقدار زیادہ ہو جاتی ہے تو یہ ذرّات قطب جنوبی (South Pole) پر رنگا رنگ روشنیوں کی صورت میں برس جاتے ہیں۔ قطبین کے رہنے والے ان روشنیوں کو اورا (AURORA) کہتے ہیں۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

فضائے آسمانی سے ہر شخص واقف ہے لیکن زمین کے ہر طرف موجود یہ آسمان کیا ہے؟ یہ کتنی تہوں پر مشتمل ہے؟ زمین پر زندگی کو برقرار رکھنے میں ان فضائی تہوں کا کیا کردار ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان تمام سوالوں کے حوالے سے سائنس دانوں نے سولہویں صدی عیسوی میں غور وفکر کرنا شروع کیا اور راکٹ اور مصنوعی سیارچوں کی ایجاد کے بعد 1950 میں سائنس دان اس حقیقت کو سمجھ سکے۔ جس کی طرف قرآن مجید نے انسانوں کو ساتویں صدی عیسوی میں متوجہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ آسمان ایک محفوظ چھت ہے جو زمینی ذی حیات کی زندگی کو بے شمار خطرات سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔ مثلاً

(1) ''اور ہم نے آسمان کو چھت بنایا جو ہر طرح سے محفوظ ہے اور یہ لوگ اس (یعنی اللہ) کی نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں''۔

(حوالہ: سورۂ انبیاء آیت 32)

(2) ''اللہ تو وہ ہے جس نے آسمانوں کو (جنہیں تم دیکھتے ہو) بغیر ستونوں کے قائم کر دیا۔''

(حوالہ: سورۂ رعد آیت 2)

Presented By: https://jafrilibrary.com

علماء نے اس آیت کا مفہوم یہ لیا ہے کہ آسمان ستونوں کے سہارے قائم ہیں لیکن یہ ستون نظر نہیں آتے۔ یعنی نظر نہ آنے والے ستون۔ (یعنی کشش ثقل)

(3) ''اور وہی (اللہ) آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔''

(حوالہ: سورۂ حج آیت 65)

قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے علمائے قرآن نے بھی آسمانوں، ہواؤں اور فضاؤں کو اپنے خطبات کا موضوع بنایا۔ مثلاً:

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اپنے ایک خطبے میں انسانوں کو خلقتِ کائنات کی جانب متوجہ فرمایا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

''اس (اللہ) نے فضا کی وسعتیں، اس کے اطراف و اکناف اور ہواؤں کے طبقات ایجاد کئے اور ان کے درمیان وہ پانی بہایا جس کی لہروں میں تلاطم تھا اور جس کی موجیں تہہ بہ تہہ تھیں ۔۔۔ پانی کی سطح بلند ہوگئی اور اس کے اوپر جھاگ کی ایک تہہ بن گئی تو اللہ نے اس جھاگ کو پھیلی ہوئی ہوا اور کھلی فضا میں بلند کر دیا اور اس سے سات آسمان پیدا کر دیے۔ (اس آسمان کی) نچلی سطح ایک ٹھہری ہوئی موج کی طرح تھی اور اوپر کا حصہ ایک محفوظ چھت اور بلند عمارت کی مانند تھا۔''

(حوالہ: خطبہ اشباح نہج البلاغہ)

امام جعفر صادقؑ نے اپنے شاگرد مفضل ابنِ عمر سے زمین پر آنے والے حوادث کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''مفضل! اگر اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے (جیسا کہ اللہ کا انکار کرنے والے کہتے ہیں) تو زمین پر زیادہ سخت حوادث و مصائب کیوں نہیں آتے؟ مثلاً آسمان ہی زمین پر گر پڑے۔ ساری زمین دھنس جائے۔ آفتاب ہی طلوع نہ ہو۔ سمندروں کا پانی زمین پر بہہ کر اسے غرق کر دے۔ (ہاں اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا ہے) کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان تمام بڑی بڑی آفات سے اس عالم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر بعض اوقات معمولی سی (محدود علاقے میں) آفات آتی ہیں تو وہ بھی صرف انسانوں کی تادیب و اصلاح کے لئے آتی ہیں اور پھر جلد ہی انہیں دور بھی کر دیا جاتا ہے۔''

(حوالہ: توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ۔ جلد 4)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 9:

فضا کا وزن

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَہُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰہَا
وَزَیَّنّٰہَا وَمَا لَہَا مِنۡ فُرُوۡجٍ

''کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر (موجود) آسمان پر نظر نہیں ڈالی (یعنی انہوں نے کبھی اس نیلگوں آسمان پر بھی غور و فکر کیا) کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا اور پھر اسے آراستہ بھی کر دیا اور اس میں کوئی شگاف بھی نہیں ہے۔''

(سورۂ ق، آیت 6)

نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد بھی اس کرۂ ارض پر فضا کے وزن کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن آج یہ فزکس کا ایک اہم موضوع ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

فضا کے وزن کو سائنسی زبان میں ایٹموسفیرک پریشر (ATMOSPHERIC PRESSURE) کہا جاتا ہے۔ فضا کا یہ وزن دنیا کی تخلیق کے وقت بھی موجود تھا لیکن بابل و نینوا، یونان، ہندوستان، مصر یا اس دور کے دوسرے علمی معاشروں میں اس موضوع کے بارے میں کسی فلسفی، نجومی کاہن یا ہندسہ شناس کو ذرا سا بھی اندازہ نہیں تھا۔

فضا کے وزن کا تعلق مظاہرِ فطرت سے ہے اور اس کا زمین کے اردگرد ہونا زمینی ذی حیات کے لئے ناگزیر ہے لیکن یہ ساری باتیں مغرب میں علمی بیداری اور سائنسی طرزِ فکر کو اپنانے کے بعد سولہویں صدی عیسوی میں سائنس دانوں کی سمجھ میں آنا شروع ہوئیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سولہویں صدی عیسوی میں معلوم ہوا:

اٹلی کا ماہر طبیعات اور ریاضی دان اے ون جی لسٹا ٹورسلی (EVANGELISTA TORCELLI) وہ پہلا سائنس دان تھا جس نے سولہویں صدی عیسوی میں فضا کے وزن یا دباؤ کے بارے میں ابتدائی ثبوت پیش کئے۔

اے ون جی لسٹا، اٹلی کے معروف ماہر فلکیات، گلیلیو کا شاگرد تھا۔ گلیلیو صرف ماہر فلکیات ہی نہیں، مکینکل انجینئرنگ کا بانی بھی تھا۔ گلیلیو نے اپنے شاگرد کو یہ جاننے کی ذمہ داری سونپی کہ وہ معلوم کرے کہ پانی کو 33 فٹ سے زیادہ بلندی پر کیوں پمپ نہیں کیا جا سکتا۔ اے ون جی لسٹا ٹورسلی نے اس حوالے سے جو تجربات کیے ان کے دوران اسے فضا کے وزن کا اندازہ ہوا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کے بعد کے عرصے میں دوسرے سائنس دانوں نے اسی موضوع پر مزید تحقیقات کیں اور زمین کے مختلف مقامات اور فضا کی مختلف بلندیوں پر فضا کے دباؤ کا درست اندازہ لگایا گیا۔

ان سب تحقیقات و تجربات کے بعد ہی خلائی سائنس دانوں نے خلائی سوٹ تیار کئے اور انسان اس قابل ہو سکا کہ ان پریشر سوٹس کو پہن کر فضا کے ان حصوں اور خلاء میں سفر کر سکتے ہیں جہاں فضا کا دباؤ بہت کم یا بالکل موجود نہیں ہے اس لئے کہ پریشر سوٹ کے بغیر ان مقامات پر انسان کا چند لمحے بھی زندہ رہنا کسی طرح ممکن نہیں۔

پاک ہے تیری ذات کہ تو سائے اور ہوا کا وزن جانتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو ہوا کے (ہر جھونکے کے) وزن کو جانتا ہے

Presented By: https://jafrilibrary.com

فضا کا وزن ہے کیا؟

آیئے دیکھتے ہیں کہ ہوا کا وزن یا فضا کا دباؤ کیا ہے اور وہ کرّۂ ارض پر موسموں کی تبدیلی، ذی حیات کی زندگی اور اس کرّۂ خاکی کو سرسبز و شاداب رکھنے میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہماری زمین کو سیکڑوں میل اوپر تک ہر طرف سے گیس کی مختلف تہوں نے گھیر رکھا ہے۔ انہی تہوں کو ہم آسمان کہتے ہیں۔ یہ جان کر بھی آپ کو حیرت ہوگی کہ زمین کے اوپر یہ ساری فضا یا آسمان زمین کی کششِ ثقل کی وجہ سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اپنی جگہ قائم ہیں۔ چاند پر کششِ ثقل بہت کم ہوتی ہے، اس لئے چاند کے اردگرد وہ فضائی تہیں موجود نہیں ہیں جن کے سبب زمین پر زندگی برقرار ہے۔

فضائی تہہ ہر طرف سے دباؤ ڈالتی ہے:

ان فضائی تہوں میں بھی سب سے زیادہ ہوا زمین سے قریب ترین فضائی تہہ یعنی ٹروپوسفیر میں پائی جاتی ہے۔ یہ گیسیں یا ہوائیں ہر طرف سے زمین پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ فضا کا یہ پریشر یا دباؤ سطحِ سمندر کے قریب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے جیسے آپ بلندی کی طرف سفر کریں تو یہ پریشر کم ہوتا جاتا ہے۔

سولہ ہزار چار سو فٹ کی بلندی پر ہوا کا دباؤ اتنا کم ہوتا ہے کہ یہاں آکسیجن ماسک کے بغیر انسان کا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے زیادہ بلندی پر پرواز کرنے والے لڑاکا فوجی طیاروں کے ہوا باز خصوصی پریشر سوٹ پہنتے ہیں جن میں آکسیجن لینے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو خارج کرنے کے خصوصی آلات موجود ہوتے ہیں۔ مسافر بردار طیاروں میں بھی مسافروں کے تحفظ کے لئے اس طرح کے انتظامات کئے جاتے ہیں کہ جہاز کا اندرونی ماحول زمینی ماحول کی طرح رہے۔

خلانوردوں کا لباس:

خلا میں جانے والے خلانوردوں کے لئے خصوصی پریشر سوٹ تیار کئے جاتے ہیں تاکہ وہ خلائی جہاز کے اندر زندہ رہ سکیں۔ اگر کوئی خلانورد خلا میں چہل قدمی کے دوران ایک سیکنڈ کے لئے بھی اپنا ہیلمٹ اتار دے تو وہاں کے شدید درجۂ حرارت

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور فضا کے وزن کی عدم موجودگی میں اس کا دماغ ابلنے لگے گا اور اگر اس کے خلائی سوٹ میں کسی سبب سے کسی جگہ سوراخ ہو جائے تو چند سیکنڈ ہی میں اس کا خون ابلنے لگے گا اور اس کے بعد اس کا پورا جسم پھٹ کر خلا میں بکھر جائے گا۔

ہوا کے ذرات کا وزن:

ہوا کے کھربوں ذرّات کا وزن زمین پر موجود ہر شے کو ہر طرف سے دبا رہا ہے۔ لیکن اتنا ہی وزن ہمارے جسم میں موجود ایک نظام باہر کی طرف ڈال رہا ہے۔ اس سبب سے یہ دونوں برابر رہتے ہیں۔ اگر فضا کا یہ وزن زمین سے اچانک ختم ہو جائے تو یہاں زندگی کے ختم ہونے میں چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فضا کا دباؤ اور موسموں کی تبدیلی:

فضا کا یہ وزن یعنی ایئر پریشر یا ایٹموسفیرک پریشر پورے کرّۂ ارض کے موسم کی تبدیلی، ہواؤں کے چلنے اور بارشوں یا طوفانوں کے آنے میں بھی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

فضا میں موجود ہوا سورج کی روشنی سے گرم ہو کر اوپر اٹھتی ہے اور اس کی جگہ لینے کے لئے ٹھنڈی ہوائیں اس مقام کا رخ کرتی ہیں۔ ہواؤں کے درجۂ حرارت میں تبدیلی اور ان کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے سے موسم بدلتے ہیں۔ گرمی، سردی آندھیاں، طوفان، برف باری اور بارشیں ہوتی ہیں اور موسم کے بدلنے سے زمین پر زندگی کے لئے ضروری ساز و سامان فراہم ہوتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

لو پریشر، ھائی پریشر:

پہلے زمانے میں ہوا کے دباؤ کو ناپنے کے لئے صرف بیرومیٹر نامی آلہ استعمال کیا جاتا تھا لیکن آج کے دور میں بیرومیٹر کے علاوہ جدید سائنسی آلات، مصنوعی سیارچوں اور کمپیوٹرز سے بھی مدد حاصل کی جاتی ہے اور ان تمام ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کے ذریعے محکمۂ موسمیات' ہوا کے ہائی پریشر (H) اور لو پریشر (L) والے علاقوں کی نشاندہی کرتا ہے اس طرح آنے والے موسم کی تبدیلی کی پیش گوئی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ ہے فضا کے وزن کی اہمیت جس کے بارے میں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس کرّۂ ارض پر موجود کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ قرآن مجید نے اس موضوع کو تہہ بہ تہہ آسمان کا تذکرہ کر کے اور امام علی ابن الحسین علیہما السلام نے آسمان یا فضا کا وزن کہہ کر سب سے پہلے انسانوں کو ایٹموسفیرک پریشر کی جانب متوجہ فرمایا۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

ساتویں صدی ہجری میں قرآن کریم کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ ان آیات مبارکہ میں ماضی، حال، مستقبل کا علم موجود تھا اور ہے۔ عبادات، احکامات اور سبق آموز واقعات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی آیات انسانوں کو بار بار اس کائنات اور اَسرارِ کائنات پر غور و فکر کی دعوت بھی دے رہی تھیں اور آج بھی دے رہی ہیں، اور اس کا مقصد انسانوں کو زمین اور آسمان میں موجود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ انسان جان سکے کہ یہ ساری کائنات اور خود اس کے اپنے وجود کا خالق

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ مثلاً:

(1) ''کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر (موجود) آسمان پر نظر نہیں ڈالی کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا اور پھر اسے آراستہ بھی کر دیا اور اس میں کوئی شگاف بھی نہیں ہے۔'' (سورۂ ق۔ آیت 6)

آراستہ کرنے کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ آسمان کو ستاروں سے سجا دیا گیا۔ آراستہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آسمان کو ان تمام چیزوں سے آراستہ کیا گیا جن کی زمین پر رہنے والے ہر ذی حیات کو ضرورت ہے۔ فضا کا دباؤ یا ایٹموسفیرک پریشر بھی انہی چیزوں میں شامل ہے جسے سائنس دانوں نے سولہویں صدی میں سمجھنا شروع کیا۔

حیران کن بات یہ ہے کہ مغرب کی سائنسی ترقی سے صدیوں پہلے قرآن اور اہلِ بیت علیہم السلام کائنات کے بارے میں وہ حقیقتیں بیان کر رہے تھے جن کے بارے میں ساتویں صدی عیسوی سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد بھی کرۂ ارض پر رہنے والے کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا لیکن ہم مسلمانوں نے ان باتوں پر توجہ ہی نہیں دی۔

مثلاً آج سے کم و بیش چودہ سو سال پہلے علی ابن الحسین علیہما السلام نے اپنی ایک مناجات میں ایسے موضوعات کا ذکر کیا جن کی حقیقت تک پہنچنے میں سائنسدانوں کو ابھی صدیوں انتظار کرنا تھا۔ اس دعا میں آپ نے ہوا کے ذرات (مالیکیولز) اور روشنی کے ذرات (فوٹونز) کے ساتھ ساتھ فضا کے وزن یا فضا کے دباؤ کے بارے میں بھی انکشاف فرمایا۔

امام علی ابن الحسین علیہما السلام (38 ہجری۔ 95 ہجری) کے عہد میں بھی معاشرہ علم دشمن تھا اس لیے امام علیہ السلام نے علم کے فروغ کے لئے دعاؤں کو علم پھیلانے کا ذریعہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنایا تا کہ حکمران طاقتیں ان حکمتوں کو نہ سمجھ سکیں اور علم کے پیاسے اس آب حیات سے سیراب ہو سکیں۔ امام علیہ السلام نے اپنی دعاؤں کے ذریعے انسانوں کو کائنات کے ان سربستہ رازوں سے آگاہ کیا جنہیں آنے والے زمانوں میں باقاعدہ سائنسی علوم کی بنیاد بننا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

"پاک ہے تیری ذات کہ جو کچھ پانی کی گہرائی میں ہے، تو اسے دیکھتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سنتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو آسمانوں (یعنی فضا) کے وزن سے واقف ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو زمینوں کے وزن سے باخبر ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو سورج اور چاند کے وزن کو جانتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تاریکی اور روشنی کے وزن سے آگاہ ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو سائے اور ہوا کا وزن جانتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو ہوا کے (ہر جھونکے کے) وزن کو جانتا ہے کہ وہ وزن میں کتنے ذرّوں (مالیکیولز) کے برابر ہے۔ اے اللہ! میں حمد وثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔"

(حوالہ: صحیفہ کاملہ، ص 397، ترجمہ: مفتی جعفر حسینؒ، مطبوعہ: امامیہ کتب خانہ، لاہور)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 10:

ستاروں کے مقامات

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ، وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ

''میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے مقامات کی اور
اگر تم سمجھو تو یہ یقیناً بہت بڑی قسم ہے۔''

(سورہ واقعہ، آیات 75و76)

انسان جب سے زمین پر آیا ہے اسی دن سے آسمان کے ستاروں کو دیکھتا رہا ہے۔ بابل و نینوا اور بعد میں یونان کے علماء ان ستاروں سے آنے والے حالات و واقعات کا اندازہ لگاتے تھے لیکن یہ بات انہیں بھی معلوم نہیں تھی کہ ستارے اور ستاروں کے مقامات حقیقت میں کیا ہیں۔

ستاروں کے یہ مقامات کائنات میں لاکھوں کروڑوں نوری سال تک پھیلے ہوئے ہائیڈروجن اور ہیلیم گیس کے عظیم الشان بادل ہیں۔ ستارے انہی بادلوں سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پیدا ہوتے ہیں۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا بابل و نینوا کے ستارہ شناس اور یونان کے فلسفی ستاروں کے ان مقامات کے بارے میں کچھ جان سکتے تھے۔

سائنس کی دنیا:

آسمان پر بکھرے ہوئے بے شمار ستارے جو ہمیں رات کے وقت نظر آتے ہیں وہ ہماری دودھیا کہکشاں میں موجود ستاروں کا بہت معمولی حصہ ہیں۔ دودھیا کہکشاں جسے ملکی وے کا نام دیا گیا ہے اور جس میں ہمارا نظام شمسی واقع ہے، اس کہکشاں میں سورج جیسے یا سورج سے بڑے کم و بیش سوارب ستارے پائے جاتے ہیں۔ اس طرح کی لاکھوں، کروڑوں کہکشائیں کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں اور ہر لمحے پھیلتی جا رہی ہیں۔ ان کہکشاؤں میں نئے ستارے پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں سال چمکنے کے بعد بتدریج اپنے انجام کی طرف بڑھتے ہیں اور ایک دن صفحہ کائنات سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتے ہیں۔

یہ ستارے کیا ہیں کس چیز سے بنے ہیں کس طرح بنے ہیں۔ ان سوالوں کے جواب جاننے کے لیے ہمیں فلکیاتی سائنس کا سہارا لینا پڑے گا۔

گیس کے بادل:

آج کے سائنس دانوں کے مطابق یہ کائنات کبھی نہیں تھی اور ماضی بعید کے کسی حصے میں بگ بینگ یعنی ایک عظیم دھماکے کے سبب وجود میں آئی ہے۔ بگ بینگ کے نتیجے میں عظیم توانائی وجود میں آئی اور اس توانائی کے ایک حصے نے بتدریج مادّے کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

شکل اختیار کرنا شروع کی۔

گیس کے ان بادلوں کو نبیولا (Nebula) کہا جاتا ہے۔ گیس کے یہ بادل لاکھوں لائٹ ایئرز تک پھیلے ہوتے ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی تک کائنات میں ایسے کم از کم دس ہزار بادلوں کا پتا لگایا جا چکا تھا۔ ستارے اور سیارے گیس کے انہی بادلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

سرخ ستاروں کی پیدائش:

کائنات کے آغاز میں تیز رفتار گردش کے سبب گیس کے بادلوں کے مرکز میں کشش ثقل بڑھنے لگی اور اس کے مرکز میں ہائیڈروجن کے ایٹمز ایک دوسرے سے ٹکرا کر ہیلیم گیس میں تبدیل ہونے لگے۔ ان ایٹمی دھماکوں سے بے پناہ توانائی گرمی اور روشنی کی صورت میں خارج ہونے لگی اور ستارے اس توانائی کے سبب چمکنے لگے۔ پھر ستاروں کے مجموعوں سے کہکشائیں اور کہکشاؤں کے مجموعوں سے سپر کہکشائیں وجود میں آئیں۔

ہمارا نظامِ شمسی جس میں ہماری دنیا یعنی یہ کرۂ ارض واقع ہے، ایک اوسط سائز کی کہکشاں (یعنی ملکی وے) کے ایک بہت چھوٹے سے حصے میں پایا جاتا ہے۔ اس کہکشاں میں موجود ستاروں کے مقابلے میں ہمارا پورا نظامِ شمسی اس کہکشاں میں ایک معمولی ذرے کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

ستاروں کی موت:

ستاروں کی زندگی اور ان کے فنا ہو جانے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ان میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کس قدر مادّہ پایا جاتا ہے اور وہ اپنے اس مادّے یعنی ہائیڈروجن اور ہیلیم گیس کے ذخائر کو کس قدر تیزی یا سست رفتاری سے خرچ کرتے ہیں۔

درمیانی سائز کے ستارے اپنی گیسوں کو بہت سست رفتاری سے خرچ کرتے ہیں اس لیے ان کی زندگی کئی ارب سال پر محیط ہوسکتی ہے۔ اس کے برعکس بہت بڑے ستارے جنھیں سپر جائنٹ کہا جاتا ہے، اپنی گیسوں کو تیز رفتاری سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ تیس سے چالیس لاکھ سال میں فنا ہوجاتے ہیں۔

سورج کی موت:

ہمارا ستارہ یعنی سورج بھی اپنی موت کی طرف گامزن ہے۔ یہ اب ایک ادھیڑ عمر کا ستارہ ہے اور پانچ بلین (ارب) سال کے بعد اپنے آج کے سائز کی نسبت سوگنا بڑا اور پانچ سو گنا زیادہ چمک دار ہوکر سپر جائنٹ ستارہ بن جائے گا۔ اس وقت یہ مرکری یعنی عطارد اور وینس یعنی زہرہ نامی سیاروں کو اپنے اندر جذب کرلے گا اور زمین اور چاند کی سطح سورج کی اس گرمی سے پگھلے ہوئے پتھروں میں تبدیل ہوجائے گی۔ زمین پر پتھروں کے جھاگ نظر آئیں گے جن کا درجۂ حرارت ایک ہزار چار سو پچیس سینٹی گریڈ یا دو ہزار چھ سو فارن ہائٹ ہوگا۔

ستارے کی زندگی اور موت:

ستاروں کی زندگی اور موت، انسانی تصور میں موجود زندگی اور موت سے قطعی مختلف ہوتی ہے لیکن بہرحال ستارے بھی پیدا ہوتے ہیں، جوان ہوتے ہیں، بوڑھے ہوجاتے ہیں اور آخرکار فنا ہوجاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا دورانیہ لاکھوں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کروڑوں، سال پر محیط ہوتا ہے اور ان میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔

آج انسان اس قابل ہے کہ اس کے بنائے ہوئے مصنوعی سیارچے اور عظیم الشان دوربینیں زمین سے باہر کی فضا میں گھوم رہی ہیں اور کائنات کے اندر دور تک دیکھ کر اس کی تصاویر زمینی اسٹیشن کو ارسال کر رہی ہیں۔ لیکن اس شاندار خلائی ترقی کے بعد بھی حقیقت یہ ہے کہ سائنس ابھی نظامِ شمسی سے باہر کی دنیا تک رسائی نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ سورج سے قریب ترین ستارہ سورج سے اتنے فاصلے پر واقع ہے کہ اس کی روشنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرنے کے باوجود کئی ماہ کے بعد سورج تک پہنچتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

اگرچہ علمِ نجوم کا آغاز بابل و نینوا کی قدیم تہذیب سے ہوا لیکن نزول قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس کرۂ ارض پر موجود کسی انسان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ستارے ہیں کیا اور یہ ستارے اور سیارے اور یہ تمام کائنات کس چیز سے بنی ہے۔

پندرھویں صدی عیسوی سے بیسویں صدی کے دوران یورپ میں پیدا ہونے والی علمی بیداری اور پھر خلائی سائنس کی ترقی کے بعد سائنس دانوں نے معلوم کیا کہ یہ کائنات اور اس میں موجود ستارے، سیارے، کہکشائیں ہائیڈروجن اور ہیلیم گیس کے بادلوں سے تشکیل پائی ہیں۔

سائنس دانوں نے اسی دوران یہ بھی معلوم کیا کہ یہ زمین و آسمان بھی لاکھوں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کروڑوں سال پہلے گیسوں کے مجموعے تھے اور بعد میں ان گیسوں نے سورج اور اس کے مختلف سیاروں کی شکل اختیار کر لی۔ سائنس دانوں کے مطابق گیس کے یہ کھربوں میل لمبے چوڑے بادل ہی ستاروں کے پیدا ہونے کے مقامات ہیں۔

قرآن مجید نے اس سائنسی حقیقت کا انکشاف ساتویں صدی عیسوی میں واضح الفاظ میں کیا تھا۔ مثلاً:

''پھر اللہ نے آسمان کی تخلیق کا ارادہ کیا جب کہ وہ (ابھی) دھوئیں (یعنی گیسوں) کی شکل میں تھا۔ پس اسے اور زمین کو حکم دیا کہ وجود میں آؤ اور شکل اختیار کرو۔''

(سورہ حٰم السجدہ، آیت 11)

1۔ ''جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے تاریک ہو جائیں گے۔''

(سورہ تکویر، آیت 1و2)

2۔ ''جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔''

(سورہ انفطار، آیت 1و2)

3۔ ''جب چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔''

(سورہ قیامت، آیت 8و9)

قرآن کی آیات کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے کائنات کے انھی حقائق کو اہلِ بیتؑ نے ساتویں صدی عیسوی میں اپنے خطبات کو موضوع بنایا۔ مثلاً:

1۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

''تمہاری اس زمین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ستر زمینیں سونے کی، ستر زمینیں چاندی کی، ستر زمینیں مشک کی اور ستر زمینیں ایسی پیدا کی ہیں جہاں ملائکہ رہتے ہیں۔ ان زمینوں میں نہ گرمی ہے اور نہ سردی اور ہر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زمین کا طول (لمبائی) دس ہزار سال کی مسافت ہے۔"

(انوار نعمانیہ، بحار الانوار: کتاب السماء والعالم، جلد 85)

2۔ امام جعفر صادقؑ نے بیکراں کائنات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"خداوند عالم نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا کی ہیں اور انہیں (خلا میں) معلق کر دیا ہے۔ عرش اور تمام آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ ہے حتیٰ کہ جنت اور جہنم بھی ایک قندیل (کے حلقے) میں واقع ہیں۔ باقی قندیلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

(انوار نعمانیہ۔ بحوالہ: مفکرین اسلام کے سائنسی نظریات از: مولانا مشتاق حسین شاہدی)

3۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اس نطاق سے باہر ایک سبز رنگ کا زبرجد پیدا کیا ہے جس کی سبزی سے آسمان سبز نظر آتا ہے۔"

راوی نے پوچھا: یہ نطاق کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"حجاب۔۔۔ اس حجاب سے باہر ستر ہزار عالم ہیں جن کا شمار جن و انس (کی تعداد) سے زیادہ ہے۔"

(حوالہ: شرح صحیفہ کاملہ۔ از نعمت اللہ جزائری)



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 11:

سائے۔۔اگر ٹھہر جائیں

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ وَ لَوۡشَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِناً ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلاً۔

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا پروردگار سائے کو کس طرح پھیلاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو اسے (ایک جگہ) ٹھہرا ہوا بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو سائے (کے وجود) پر دلیل بنا دیا''۔

(سورہ فرقان، آیت۔45)

زمین پر موجود چیزوں کے گھٹتے بڑھتے سایوں کو انسان اپنی زندگی کے آغاز سے دیکھتا آیا ہے۔ غور و فکر کرنے والے افراد ان سایوں کے گھٹنے بڑھنے پر غور و فکر بھی کرتے رہے ہیں لیکن اس موضوع پر سائنسی بنیادوں پر کام سولہویں اور سترھویں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

صدی عیسوی کے درمیان شروع ہوسکا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس موضوع پر سائنس دانوں نے کب اور کیا معلومات حاصل کیں۔

سائنس کی دنیا:

دنیا کا ایک عظیم سائنس دان آئزک نیوٹن جس نے کشش ثقل کا نظریہ پیش کر کے سائنس کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا، اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے سیب کو زمین پر گرتے دیکھا اور وہ کشش ثقل کے نظریے تک پہنچ گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ سورج اور اس کے سیاروں کی گردش کی طرف جس چیز نے اس کے ذہن میں سوالات پیدا کرنا شروع کیے تھے وہ زمین پر مختلف چیزوں کے گھٹتے بڑھتے سائے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

غور و فکر کا نتیجہ:

نیوٹن نے جب سایوں کے پھیلنے اور سمٹنے پر غور و فکر کرنا شروع کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ بیکراں خلا میں کرۂ زمین کے اردگرد ہر وقت، ہر لمحہ عظیم الشان کائناتی تغیر و تبدل رونما ہوتا رہتا ہے۔

آئزک نیوٹن اور اس کے بعد آنے والے سائنس دانوں اور ماہرینِ فلکیات نے اپنے مشاہدات و تجربات سے معلوم کیا کہ یہ سائے سورج کے سامنے زمین کی حرکت کے سبب پیدا ہوتے ہیں اور دن کے مختلف حصوں اور سورج کے طلوع و غروب کے ہر روز بدلنے والے مقامات اور سورج اور زمین کے درمیان گھٹتے بڑھتے فاصلوں کے سبب گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورج کے گرد بیضوی مدار:

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہماری زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹا کی رفتار سے کسی لٹو کی طرح گھوم رہی ہے اور اسی رفتار سے گھومنے کے ساتھ ساتھ سورج کے گرد 67 ہزار میل فی گھنٹا کی رفتار سے بیکراں خلا میں چکر لگا رہی ہے۔

زمین سورج کے گرد ایک بیضوی مدار میں چکر لگا رہی ہے اس لیے سورج اور زمین کے درمیان فاصلہ ایک سا نہیں رہتا۔ سردیوں کے موسم میں زمین سورج کے قریب ہوتی ہے جبکہ گرمیوں کے موسم میں یہ سورج سے زیادہ فاصلے پر چلی جاتی ہے۔

صبح وشام کا سبب زمین کی گردش ہے:

سورج جو ہمیں مشرق سے طلوع ہوتا اور مغرب میں غروب ہوتا نظر آتا ہے اور جس کے سبب دن اور رات وجود میں آتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ یہ صبح وشام سورج کی حرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ زمین کی محوری گردش کے سبب وجود میں آتے ہیں۔ ہماری زمین کی گردش مغرب سے مشرق کی جانب ہوتی ہے۔

سورج خلا میں ایک جگہ ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بھی اپنے تمام سیاروں کے ساتھ دودھیا کہکشاں کے مرکز کے گرد چکر لگا رہا ہے لیکن سورج کی ایک گردش مکمل ہونے میں 250 ملین سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔

سائے کا گھٹنا بڑھنا:

گرمیوں کے دنوں میں دوپہر کے وقت چیزوں کے سائے سب سے چھوٹے ہوتے ہیں کیوں کہ اس وقت سورج زمین سے انتہائی فاصلے پر زمین کے بالکل اوپر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چمک رہا ہوتا ہے۔ چیزوں کے سائے طلوع وغروب کے وقت سب سے لمبے ہوتے ہیں اس لئے کہ اس وقت سورج زمین سے قریب زمین کے مشرقی یا مغربی افق پر موجود ہوتا ہے۔

زندگی کے لیے دوسرے عوامل:

سائنس دانوں کے مطابق زمین لاکھوں کروڑوں سال سے اسی طرح ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق سورج سے ایک خاص فاصلے پر گردش کر رہی ہے اور اسی سبب سے زمین پر زندگی موجود ہے البتہ زمین پر زندگی کی موجودگی کے لیے دوسرے عوامل بھی ناگزیر ہیں۔ مثلاً زمین اور سورج کا سائز' درمیانی فاصلہ اور زمین کی گردش کی رفتار۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر زمین کا سائز کم ہوتا:

سائنس دان کہتے ہیں کہ اگر زمین کا سائز موجودہ سائز سے چھوٹا ہوتا تو اس کی کشش ثقل اتنی کم ہوتی کہ اس کے گرد موجود کرۂ ہوائی جسے فضا یا آسمان کہا جاتا ہے کششِ ثقل سے آزاد ہو کر کہیں خلا میں غائب ہو جاتا، اور اس کے ساتھ ہی زمین سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔

اگر سورج چھوٹا یا بڑا ہوتا:

اس کے برعکس اگر سورج کا سائز اس کے موجودہ سائز سے کم ہوتا تو وہ زمین کو اس قدر روشنی اور توانائی فراہم نہیں کر سکتا تھا جو زمین پر زندگی کی لاکھوں اقسام کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ ایسی صورت میں زمین کا درجۂ حرارت اتنا کم ہو جاتا کہ یہاں موجود ہر چیز برف کی طرح جم جاتی۔

اسی طرح اگر سورج اپنے موجودہ سائز سے بڑا ہوتا اور زیادہ توانائی خارج کرتا تو زمین ایک جلتے ہوئے انگارے میں تبدیل ہو جاتی اور اس صورت میں بھی یہاں زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔

(ہمیں غور کرنا چاہیے کہ سورج اور زمین کے سائز اور ان کے درمیان فاصلے کس نے طے کیے اور کس نے اس کی منصوبہ بندی کی؟ کیا خالق کائنات اللہ جلّ شانہ کے سوا بھی کوئی ذات یہ طاقت رکھتی ہے؟)

زمین کی گردش کی رفتار:

ہم زمین کی گردش پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ اپنے محور اور اپنے مدار پر زمین کی گردش کی رفتار اگر موجودہ رفتار سے کم یا زیادہ ہوتی تو یہاں دنوں اور راتوں کا دورانیہ زیادہ طویل یا بہت کم ہو جاتا اور اس طرح بھی یہاں زندگی کے لیے ضروری وسائل باقی نہ رہتے۔

کائنات اتفاقاً وجود میں نہیں آئی:

سورج زمین اور دوسرے سیاروں کے درمیان فاصلے، ان اجرامِ فلکی کے سائز، ان کی کششِ ثقل اور نظامِ شمسی میں موجود دوسرے عناصر پر غور و فکر کرنے والے سائنس دان اب یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ یہ سب کچھ خود بہ خود، بلا وجہ، بغیر کسی منصوبے کے وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کائنات کو خلق کرنے والی کوئی انتہائی طاقت ور ذات ہے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جس نے زمین و آسمان کو ایک طے شدہ منصوبے کے تحت پیدا کیا ہے اور وہی ذات انھیں برقرار رکھے ہوئے ہے۔

البتہ سائنس دان اس ذات کو اللہ کے بجائے نیچر (Nature) کہتے ہیں۔ اگرچہ نیچر خود اللہ کی پیدا کردہ ایک مخلوق ہے۔

نوٹ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے نیچر کے بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے یہ گفتگو آپ ''توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ جلد 1 تا 4 میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ایک قریبی سیارے عطارد کے دن رات:

ہماری زمین کے دونوں حصے تقریباً ہر بارہ گھنٹے کے بعد سورج کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس سورج کے قریب ترین سیارے کی گردش کی رفتار اتنی کم ہے کہ اس کا ایک حصہ زمین کے 59 دن کے بعد سورج کے سامنے آنا شروع ہوتا ہے۔ زمین پر 12 گھنٹے کا دن ہوتا ہے جب کہ مرکری یعنی عطارد کا ایک دن ہمارے دو مہینوں کے برابر ہوتا ہے۔

اس ایک دن کے دوران مرکری یعنی عطارد کا درجہ حرارت 400 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ درجۂ حرارت سیسے جیسی دھات کو سیال مادے میں تبدیل کرنے کے لیے کافی ہے۔

مرکری یعنی عطارد کی رات بھی 59 دن کی ہوتی ہے یعنی زمین کے دو مہینوں کے برابر۔ اس طویل رات میں مرکری یعنی عطارد کا درجۂ حرارت منفی 185 ڈگری سینٹی گریڈ ہو جاتا ہے اس لیے یہاں کی رات سرد جہنم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

سورج، زمین اور دوسرے سیاروں کی گردش کی رفتار، سورج اور زمین کا درمیانی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

فاصلہ اور سورج اور زمین کا سائز ہم نے آپ کو بتایا۔ رات اور دن کے دورانیے اور ان کے فوائد سے بھی ہم نے آپ کو آگاہ کیا، تو کیا نظامِ شمسی میں یہ ساری حکمتیں بغیر کسی خالق کے پیدا ہو سکتی تھیں؟ یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف ہم اپنے قارئین کو متوجہ کرنا چاہتے تھے۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

قرآن مجید کے کم ہی سورے ہیں جن میں اس کائنات میں موجود مظاہرِ فطرت پر غور و فکر کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ سائے بھی انھی چیزوں میں شامل ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے اور ہر جگہ مختلف معنی و مقاصد کے لیے آیا ہے لیکن سورۂ فرقان کی آیت 45 میں سایوں کے پھیلنے سمٹنے یعنی ان کے بڑھنے اور گھٹنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت کو ظاہر کرنا ہے۔

البتہ اللہ رب العالمین کی قدرت و طاقت کا معمولی سا بھی اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی شخص یہ جان سکے کہ یہ سائے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے عظیم الشان نظامِ شمسی اور اس میں زمین کی حرکت اور سورج کی روشنی کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔

مغرب کے سائنس دانوں نے اس راز کی حقیقت کو سولہویں صدی عیسوی میں معلوم کیا۔ جب کہ قرآن مجید اس عظیم کائناتی راز کی طرف انسانوں کو ساتویں صدی عیسوی میں متوجہ کر رہا تھا اور انھیں دعوتِ فکر دے رہا تھا۔ مثلاً:

> ”(اے رسول! ان لوگوں سے) کہو کہ تم نے دیکھا (کبھی غور کیا) کہ اگر اللہ ہمیشہ کے لئے (یعنی) قیامت تک تمہارے سروں پر رات کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چھائے رکھتا تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہارے پاس روشنی لے آتا، تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟

کہہ دو کہ تم نے دیکھا (یعنی کبھی غور کیا کہ) اگر اللہ قیامت تک مسلسل تمہارے سروں پر دن کیے رکھتا تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آتا کہ تم آرام کرو۔ تو کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے؟''

(سورۂ قصص، آیت:73)

قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے آئمہ اہلِ بیتؑ نے بھی فزکس کے ان موضوعات کو اپنے خطبات کا موضوع بنایا مثلاً:

امام جعفر صادقؑ نے اپنے شاگرد مفضل ابن عمرؓ سے اثباتِ وجودِ خدا کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے سورج، زمین اور زمین پر پڑنے والی سورج کی روشنی اور اس کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے فرمایا:

''مفضل! ذرا دن اور رات کے اوقات کے دورانیے پر غور کرو کہ دن رات کے اس دورانیے میں زمین پر رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ دن اور رات دونوں کی ایک حد مقرر کی گئی ہے۔

کیا تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اگر دن کا دورانیہ سو یا دو سو گھنٹے ہو جاتا تو کیا ہوتا؟ ایسی صورت میں تمام حیوانات اور نباتات جل کر فنا ہو جاتے۔ اسی طرح اگر رات کا دورانیہ سو دو سو گھنٹے ہوتا تو نباتات کس طرح اُگتیں؟ نباتات نہ اُگتیں تو تمام اقسام کے حیوانات کیا کھا کر زندہ رہتے؟''

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

(نوٹ: سیارے عطارد کے شب و روز کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔)

پھر یہ بھی دیکھو کہ آفتاب پورے کرۂ ارض پر کس طرح اپنی روشنی (اور توانائی) کو پھیلاتا ہے۔ سورج اگر آسمان کے صرف ایک مقام پر ٹھہرا رہتا (یعنی زمین حرکت نہ کرتی) تو اس کی شعاعوں (یعنی روشنی و توانائی) کا فائدہ زمین کی اکثر سمتوں میں نہ پہنچتا۔

اسی لیے سورج کو ایسا بنایا گیا کہ دن کے ابتدائی حصے میں یہ مشرق سے (زمین پر) طلوع کرے اور اپنے سامنے والی تمام چیزوں پر روشنی ڈالے۔ پھر مسلسل گردش کرتا رہے اور ایک سمت سے دوسری سمت پر روشنی ڈالتا رہے اور جب مغرب میں پہنچے تو ان چیزوں پر بھی روشنی ڈالے جن پر دن کے ابتدائی حصے میں روشنی نہیں پڑی تھی۔

تو اب تم سوچو کہ کیا آفتاب کے مادّے (ہائیڈروجن اور ھیلیم گیس) میں یہ عقل موجود ہے کہ وہ زمین والوں کی ضروریات کو سمجھے اور اس کے مطابق حرکت کرے؟

یقیناً ایسا نہیں ہے بلکہ جس علیم و حکیم ذات نے زمین اور اس پر موجود تمام ذی حیات کو پیدا کیا اسی نے سورج کو بھی پیدا کیا اور اس کی حرکت اور اس کی روشنی اہلِ زمین کی ضروریات کے مطابق قرار دی"۔

(حوالہ: توحید مفضل۔ جلد: 3، سائنسی تشریحات)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 12:

پھیلتی ہوئی کائنات

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ

''اور ہم نے آسمان (یعنی کائنات) کو اپنے دستِ قدرت سے
بنایا اور ہم اسے (مزید) پھیلاتے رہتے ہیں۔''

(سورہ الذاریات۔ آیت: 47)

نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک بڑے بڑے فلسفی اور ماہرینِ فلکیات کائنات کو سورج چاند ستاروں ہی تک محدود سمجھتے تھے، لیکن قرآن مجید نے ساتویں صدی عیسوی میں کائنات کے بارے میں وہ حقائق بیان کئے جنہیں آج کی سائنس اپنے تجربات و مشاہدات کے ذریعے واضح کر رہی ہے۔ آیئے ایک نظر سائنس کی دنیا پر ڈالتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

کیا یہ کائنات ہمیشہ سے موجود ہے، اور ہمیشہ سے ایسی ہی ہے جیسی آج ہمیں دکھائی دے رہی ہے؟ یہ سورج، چاند، ستارے اور کہکشائیں جو لامحدود کائنات کا حصّہ ہیں، کیا یہ ہمیشہ سے اسی طرح موجود تھے یا کبھی یہ موجود نہیں تھے اور کسی نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے؟

یہ ایسے سوال ہیں جو صرف غور وفکر کرنے والوں کے ذہن میں آتے ہیں اور ہم مسلمان غور وفکر کرنے والوں کی اس فہرست سے خارج ہیں اگر چہ قرآن مجید کا شاید ہی کوئی سورہ ہو جس میں ہم مسلمانوں کو غور وفکر کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہو۔

ستاروں، سیاروں اور آسمانوں کے حوالے سے قدیم ادوار میں بابل اور یونان یا دنیا کے دوسرے علاقوں کے لوگ غور کرتے رہے ہیں اور انہوں نے اپنے مشاہدات اور ریاضی کی مدد سے بہت سی باتیں معلوم بھی کی تھیں، لیکن اس کائنات کے قدیم ہونے یا ماضی کے کسی حصّے میں وجود میں آنے کے حوالے سے بابل ونینوا، روم، یونان، مصر، ہندوستان اور چین کے دانشور بھی یکساں بے خبر تھے۔

کائنات ہمیشہ سے ہے:

یونان کے علماء میں سے ارسطو نے بہر حال ایک نظریہ پیش کیا کہ کائنات ہمیشہ سے ہے۔ اگر چہ یہ نظریہ حقیقت کے برعکس تھا، لیکن ارسطو کے نظریے کو صدیوں تک یوں ہی قبول کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ سولہویں صدی عیسوی کا ایک عظیم سائنس دان نیوٹن بھی اسی نظریے کو درست سمجھتا رہا۔

''کائنات ہمیشہ سے ہے'' کے نظریے کے حوالے سے ماضی میں فلسفیوں کو یہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سہولت حاصل تھی کہ کوئی شخص ان سے ان کے نظریے کے ثبوت نہیں مانگتا تھا۔ مسائل فلسفے اور منطق کے ذریعے طے کئے جاتے تھے۔ ایسے ماحول میں اگر کوئی نظریہ ارسطو جیسے عظیم فلسفی نے پیش کیا ہو تو اس کے مستند ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی سبب سے مغربی دنیا اٹھارویں صدی عیسوی تک ارسطو کے نظریات کے سحر میں گرفتار رہی۔

طلسم ٹوٹنے لگا:

ارسطو کے ان نظریات کا یہ طلسم اس وقت ٹوٹنا شروع ہوا جب سولہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ماہر فلکیات کوپرنکس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین کائنات کا مرکز نہیں ہے اور یہ کہ سورج اور سیارے زمین کے گرد نہیں گھومتے، زمین اور دوسرے سیارے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔

یہ نظریہ نظامِ شمسی کو سمجھنے اور اس پر غور و فکر کرنے کا نقطۂ آغاز تھا۔ سترھویں صدی عیسوی کے صنعتی انقلاب نے مغرب کی سائنسی ترقی کو تیز رفتاری سے آگے بڑھایا۔ جو سائنسی علوم اس وقت نسبتاً زیادہ تیزی سے پھیلے، ان میں فزکس یعنی علم طبیعیات زیادہ نمایاں تھا۔

علم فلکیات بھی دراصل علم طبیعیات یعنی فزکس کا حصّہ تھا۔ اس صدی کے سائنس دانوں میں سب سے نمایاں نام آئن اسٹائن کا ہے، جس نے خلا، روشنی، ایٹم اور کائنات کے حوالے سے کئی فیصلہ کن نظریات پیش کیے۔ بعد میں آنے والے سائنس دانوں نے کائنات کی تخلیق اور ارتقاء کو انھی نظریات کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کی۔

آج ہم جانتے ہیں اور سائنس دان اس حقیقت کے ثبوت و دلائل رکھتے ہیں کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہماری کائنات ماضی بعید میں کسی خاص وقت و مقام پر عدم سے وجود میں آئی ہے۔ سائنس دان کائنات کے عدم سے وجود میں آنے کے آغاز کو ''Big Bang''، یعنی عظیم دھماکا کہتے ہیں۔

آج سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اربوں سال پہلے یہ کائنات وجود میں آئی تھی اور یہ اپنے آغاز سے آج تک مسلسل پھیل رہی ہے۔

کائنات ہمیشہ سے ایسی نہیں:

آج سائنس دان مشاہدات و تجربات کے بعد کہتے ہیں کہ کائنات ہمیشہ سے ایسی نہیں ہے جیسی کہ آج ہمیں نظر آرہی ہے۔ کائنات کی موجودہ شکل وصورت ایک ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے۔ زیادہ تر سائنس دانوں کے مطابق کائنات آج سے 13.8 ارب سال پہلے وجود میں آنا شروع ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ کائنات جو آج مسلسل پھیل رہی ہے، ماضی بعید میں یقیناً بہت چھوٹی رہی ہوگی۔

فزکس کے ماہرین کا خیال ہے کہ ابتداء میں کائنات زیادہ سے زیادہ کسی چکوترے کے برابر تھی لیکن اس کے اندر وہ تمام مادّہ اور توانائی موجود تھی جو آج بیکراں، وسعت پذیر کائنات میں موجود ہے، اور اس کا وزن اتنا ہی تھا جتنا کہ آج پوری کائنات کا ہوسکتا ہے۔

ان کے خیال میں وہ ماضی بعید کا کوئی ایک لمحہ تھا جب ایک عظیم دھماکا ہوا اور کائنات عدم سے وجود میں آگئی۔ یہ دھماکا، عام دھماکوں کی طرح نہیں تھا جس سے تباہی پھیل گئی ہو۔ اس لئے کہ بگ بینگ سے پہلے نہ کوئی وقت تھا، نہ سمتیں، نہ مادّہ، نہ ہوا، نہ فضا نہ سورج چاند ستارے اور نہ خلاء ..... وقت، خلا، مادّہ اور سمتیں اس وقت

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

وجود میں آئیں جب کائنات نے اللہ کے حکم سے پھیلنا شروع کیا۔

یاد رہے کہ نزول قرآن کے عہد اس کائنات کے قدیم ہونے کا تصور یا عقیدہ عام تھا۔ سائنس دانوں کے پیدا ہونے میں ابھی صدیوں کا فاصلہ تھا، اس وقت اللہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دعا امیر المؤمنینؑ کو تعلیم فرمائی اور کہا اسے پڑھتے رہو اور اپنے بعد آنے والوں کو تعلیم دیتے رہو۔ (کہ ممکن ہے کبھی اس میں موجود سائنسی حقائق کسی مسلمان کی بھی سمجھ میں آجائیں) اس دعا یعنی دعائے یستشیر کے چند جملے پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

"کوئی معبود نہیں سوائے تیرے۔ تو موجود تھا کہ ابھی آسمان بلند نہیں کیا گیا تھا اور نہ زمین بچھائی گئی تھی اور نہ سورج چمکایا گیا تھا۔ نہ تاریک رات اور روشن دن پیدا ہوا تھا۔ نہ سمندر موجزن تھا، نہ کوئی اونچا پہاڑ۔ نہ کوئی چلتا ستارہ تھا اور نہ چمکتا چاند۔ نہ چلتی ہوا تھی، نہ برسنے والا بادل، نہ چمکتی بجلی تھی اور نہ کڑکتے بادل، نہ سانس لینے والی روح تھی اور نہ اڑنے والا پرندہ نہ بہتا پانی تھا نہ جلتی ہوئی آگ"

(اقتباس: دعائے یستشیر)

کائنات پھیلنے لگی:

کائنات کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ توانائی نے مادّے کی شکل اختیار کرنا شروع کردی۔ اس کے لاکھوں کروڑوں سال کے بعد، گیسوں کے بادل، ستارے اور کہکشائیں وجود میں آئیں اور اس کے 8 سے 10 ارب سال کے بعد ہمارا نظامِ شمسی اور زمین یا سورج کے دوسرے سیارے بننا شروع ہوئے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حیران کن بات یہ ہے کہ یہ کہکشائیں آج بھی مسلسل ایک دوسرے سے دور ہوکر پھیلتی جارہی ہیں۔آج کائنات کے پھیلنے کی رفتار 72 کلومیٹر فی سیکنڈ ہے جتنے عرصے میں آپ اس کتاب کا ایک چھوٹا سا پیراگراف پڑھیں گے، اتنے عرصے میں کہکشاؤں کے یہ جھرمٹ ایک دوسرے سے کم وبیش لاکھوں کلومیٹر دور جاچکے ہوں گے۔یعنی کائنات کا پھیلنا ابھی رُکا نہیں ہے۔شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا الہامی شعر کہا تھا:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کائنات کے بارے میں انسانوں کا تصور بہت محدود تھا۔مغرب کے سائنس دان بھی سترھویں صدی عیسوی تک ایک ٹھہری ہوئی کائنات کے قائل تھے۔جب کہ قرآن مجید سائنس دانوں سے ہزار سال پہلے ساتویں صدی عیسوی میں کائنات کے حرکت پذیر ہونے اور اس کے مسلسل پھیلنے کے بارے میں حقائق بیان کررہا تھا۔مثلاً

''اور ہم نے آسمان (یعنی کائنات) کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم اسے (مزید) پھیلاتے رہتے ہیں۔''

(سورہ الذاریات۔آیت:47)

''نہ سورج کے لئے ممکن ہے کہ وہ چاند کو جالے اور نہ ہی رات دن سے آگے نکل سکتی ہے اور یہ سب (سیارے اور ستارے) اپنے اپنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

فلک (مدار) میں تیر رہے ہیں۔"

(سورۂ یٰسٓ۔آیت:40)

قرآن مجید کی آیات مبارکہ کی تفسیر وتشریح بیان کرتے ہوئے علمائے قرآن نے بھی خلقتِ کائنات کے انھی اسرار ورموز کو اپنے خطبات وارشادات کا موضوع بنایا ہے۔مثلاً

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے فرمایا:

"(اللہ نے) آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت اس طرح قائم کیا کہ نہ (اسے) ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی اور نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت۔ پھر ان (آسمانوں) کو ستاروں کی سج دھج اور روشن ستاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ایک روشنی پیدا کرنے والا چراغ (یعنی سورج) اور جگمگاتے ہوئے چاند کو رواں دواں کر دیا جو گھومنے والے فلک، چلتی پھرتی چھت اور حرکت کرنے والی لوح میں ہیں۔"

(نہج البلاغہ۔خطبہ:1)

امیر المومنینؑ کے کلام کی آخری سطریں فزکس کے اساتذہ اور طلبہ کے لیے قابل غور ہیں جن میں (1) گھومنے والے فلک (2) چلتی پھرتی چھت (3) اور حرکت کرنے والی لوح کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس کی تفصیل فزکس کا کوئی پروفیسر ہی بہتر طور پر بیان کرسکتا ہے۔ہم نے آیندہ صفحات پر ان باتوں کو سائنسی زبان میں پیش کرنے کی اپنی سی کوشش ضرور کی ہے۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 13:

پتھروں کی آندھی

أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ
أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ
فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ

''کیا تم اس (اللہ) سے جو آسمان میں حکومت کرتا ہے اس بات سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ پھر یکبارگی الٹ پلٹ کرنے لگے۔ یا تم اس بات سے (بھی) نہیں ڈرتے کہ جو آسمان میں (بھی حکومت) کرتا ہے، تم پر پتھر بھری آندھی چلائے۔ تو بہت جلد (تمہیں) معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟''

(سورہ ملک آیت۔ 16-17)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج بھی جب ہم قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ میں پتھروں کی آندھی کا تذکرہ پڑھتے ہیں تو یہ سمجھ نہیں پاتے کہ پتھروں کی آندھی کس طرح آسکتی ہے۔ہم میں سے اکثر دوست ان آیات کو پڑھ کر اس خوفناک عذاب کا تصور بھی نہیں کر سکتے جس کا خطرہ ہمارے اوراس کرۂ ارض کے اردگرد ہر وقت منڈلاتا رہتا ہے۔

سائنس کی دنیا:

آیئے ایک نظر ڈالتے ہیں کہ پتھروں کی آندھی کا یہ خطرہ کیا ہے اور اگر خدانخواستہ پتھروں کی آندھی زمین پر آجائے تو اس کرۂ ارض پر کس طرح ایک قیامت برپا کرسکتی ہے۔

چودہ سو سال پہلے قرآن کی آیات کا مذاق اڑانے والے اور کائناتی علوم کی اس کتاب کو نعوذ باللہ ایک دیوانے کی باتیں اور شاعری قرار دینے والے، پتھروں کی آندھی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن آج کے جدید سائنسی دور میں رہنے والے انسان ضرور اس قابل ہیں کہ وہ اس ممکنہ آسمانی عذاب کا تصور ہی نہیں، اس کے سائنسی حقائق کا بھی ادارک کرسکیں۔

ہمارا نظام شمسی:

ہمارے نظامِ شمسی میں صرف آٹھ سیارے ہی نہیں ہیں (سائنس دانوں نے کئی سال پہلے سورج کے ایک سیارے پلوٹو کو نظام شمسی کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اس لیے اب نظام شمسی میں آٹھ سیاروں کو شمار کیا جاتا ہے) ان آٹھ سیاروں کے علاوہ مختلف سائز کی پہاڑی چٹانیں، بڑے چھوٹے پتھر اور ان پتھروں کے مزید چھوٹے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ٹکڑے بھی خلاء میں سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ ان پہاڑی چٹانوں اور پتھروں کی زیادہ مقدار مریخ اور مشتری نامی سیاروں کے مدار کے درمیان پائی جاتی ہے۔

یہ چٹانیں یا چٹانی پتھر کم تعداد میں نظامِ شمسی کے دوسرے حصّوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ان چٹانی ٹکڑوں کو سائنسی زبان میں ایسٹرورائیڈز (Astriods) کہا جاتا ہے۔

2009ء میں 10 میٹر سائز کا ایک سیارچہ انڈونیشیا کے علاقے میں گرا۔ اس ایسٹرورائیڈ میں 50 ٹن بارودی مواد کا اندازہ لگایا گیا تھا لیکن اس کے گرنے سے کیا اثرات ہوئے اس کی تفصیلات ذرائع ابلاغ کے سامنے نہیں لائی گئیں۔

پتھروں کے ٹکڑے:

ایسٹرورائیڈز میں سے چار بڑے ایسٹرورائیڈز کا قطر 150 سے 200 کلومیٹر تک ہے۔ ان کے علاوہ اسی طرح کے سیکڑوں سیارچے خلاء میں محوِ سفر رہتے ہیں۔ ان میں سے اب تک دریافت ہونے والے سب سے بڑے سیارچے کو سیرس (Ceres) کہا جاتا ہے۔ اس چٹانی ٹکڑے کا سائز ایک ہزار کلومیٹر کے قریب ہے۔

اس کے علاوہ 200 سیارچے ایسے ہیں جن کا سائز 100 کلومیٹر کے قریب ہے۔ جبکہ 50 سے 100 کلومیٹر والے سیارچوں کی تعداد 500 سے زیادہ ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ یہ چٹانیں دراصل نظامِ شمسی کی تعمیر کے دوران بچا ہوا فالتو مادہ ہیں (اگرچہ کائنات میں ایک ذرہ بھی فالتو نہیں ہے)۔ یہ وہ چٹانیں ہیں جو نہ تو کسی سیارے کا حصّہ بن سکیں اور نہ خود سیارے کی خصوصیات حاصل کر سکیں۔

یہ چٹانی ٹکڑے جن کا سائز 50 کلومیٹر سے ایک ہزار کلومیٹر کے درمیان ہے، خلاء میں مسلسل اپنے اپنے مداروں پر سفر کرتے ہیں اور سفر کے دوران اکثر و بیشتر ایک دوسرے سے ٹکراتے بھی رہتے ہیں۔ ٹکرانے کی صورت میں یہ ایک دوسرے سے جڑتے بھی رہتے ہیں اور مزید چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں۔

ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر اس دنیا کا کوئی خالق اور مدبّر نہیں تو اس سے سخت تر مصائب کیوں نہیں آتے۔ مثلاً آسمان ہی گر پڑے، زمین دھنس جائے، آفتاب ہی طلوع نہ ہو، سمندروں کا پانی بہہ کر زمین کو غرق کر دے، ہوا تھم جائے اور تمام ذی روح مر جائیں۔

ایک چٹانی ٹکڑا قیامت برپا کر سکتا ہے:

دنیا بھر کے سائنس دان، خلائی ادارے اور حکومتیں ان چٹانی ٹکڑوں کی وجہ سے زمین پر ہونے والی ممکنہ تباہی سے آگاہ ہیں اور دنیا بھر کی رصدگاہیں ہر وقت ان چٹانی ٹکڑوں، ان کے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے سبب ان چٹانی ٹکڑوں کے بدلتے ہوئے مداروں پر نظر رکھتی ہیں اس لئے کہ اگر ان میں سے کوئی درمیانی سائز کا چٹانی ٹکڑا بھی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کسی وقت زمین سے ٹکرا گیا تو زمین پر قیامت صغریٰ برپا ہوسکتی ہے۔ یہ چٹانی ٹکڑا دنیا میں سیکڑوں ایٹم بموں سے کہیں زیادہ بڑی تباہی پھیلا سکتا ہے۔ یہ تباہی دنیا کے کسی ایک حصے میں بھی ہوسکتی ہے اور پوری دنیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

اسی لئے دنیا کی ترقی یافتہ قومیں برسوں سے اس تباہی کو روکنے کے لئے منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔ کچھ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ خلاء میں تیرتے اور ایک دوسرے سے زبردست قوت کے ساتھ ٹکرانے والے ان سیارچوں پر نظر رکھی جائے اور جیسے ہی کوئی سیارچہ زمین کا رخ کرے تو اسے بلاسٹک میزائل کے ذریعے زمین کے مدار سے باہر ہی تباہ کر دیا جائے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خطرناک فیصلہ:

دوسرے سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ ایک خطرناک فیصلہ ہوگا اس لئے کہ اگر بلاسٹک میزائل اس سیارچے سے اس کے زمینی فضا میں داخل ہونے کے بعد ٹکرایا تو پوری زمین پر تابکاری پتھروں کی بارش برسنے لگے گی اور اس کا نتیجہ زمین سے زندگی کے خاتمے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

بہت سے سیارچے زمین کے مدار کے قریب بھی گردش کر رہے ہیں ان میں سے بہت سارے چٹانی ٹکڑوں کو شناخت کر لیا گیا۔ انہیں NEO یعنی نیئر ارتھ اوجیکٹس (زمین کے قریب چیزیں) کا نام دیا گیا۔ اس طرح کے سیارچے کے ذریعے پھیلنے والی ممکنہ تباہی کا اندازہ سائنس دان کے سائز، اس میں موجود مادّے اور ان کی گردش کی رفتار کی بنیاد پر لگاتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زلزلہ، سونامی، تباہی:

ان اندازوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان سیارچوں میں سے کوئی ایک بھی زمینی فضا سے گزر کر زمین تک آجائے تو اس کے زمینی فضا میں داخل ہونے سے بہت خوفناک دھماکا ہوگا۔ ممکن ہے زمین کے گرد آسمان یعنی فضاء کا ایک حصّہ اپنی جگہ سے غائب ہو کر خلا میں چلا جائے۔ زمین سے ٹکرانے کی صورت میں زمین پر شدید ترین زلزلے اور طوفان آسکتے ہیں۔ سمندروں میں سونامی کی طاقتور لہریں پیدا ہوسکتی ہیں اور سمندر کی سیکڑوں فٹ اونچی لہریں بڑے بڑے شہروں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر کے انہیں سمندر کا حصّہ بنا سکتی ہیں۔

چٹانی ٹکڑے اور ان کی تاریخ:

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے چھوٹے بڑے چٹانی ٹکڑے کئی مرتبہ زمین کا رخ کر چکے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان ٹکڑوں کے گرنے سے جو تباہی پھیلی اس کا دائرہ محدود رہا یا اس کے برعکس یہ سیارچے زمینی فضا سے ٹکرائے بغیر خلا میں دوسری طرف چلے گئے۔ آیئے ان سیارچوں کے زمین کی طرف آنے کے ریکارڈ کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

(1)۔ 1972ء میں خلائی سائنس دانوں نے ایک ایسٹرورائیڈ کے زمین پر گرنے کی پیش گوئی کی تھی۔ اس کی وجہ سے ساری دنیا میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ امریکا اور کینیڈا کے بہت سے افراد اپنے علاقوں کو چھوڑ کر امریکہ کے شمالی علاقے کے پہاڑوں میں پناہ حاصل کرنے چلے گئے تھے۔ یہ چٹانی ٹکڑا پیش گوئی کے مطابق 10 اگست 1972ء کو زمین کی طرف آیا لیکن زمین کی فضا کے اوپر 57 کلومیٹر کے فاصلے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے گزر کر دوسری طرف نکل گیا۔

(2)۔1979ء میں ایک بڑا چٹانی ٹکڑا بحر اوقیانوس اور بحر ہند کے جنکشن پر آسمان سے گرا۔اس کے گرنے سے چھوٹے ایٹم بم جیسا دھماکا ہوا لیکن آج تک اس بات کی تصدیق یا تردید سامنے نہیں آسکی کہ یہ دھماکا ایسٹرورائیڈ کے گرنے سے ہوا تھا یا کسی بڑی طاقت نے یہاں کوئی ایٹمی تجربہ کیا تھا۔

(3)۔30 جون 1980ء میں ایک سیارچہ سائبیریا کے علاقے میں زمین سے ٹکرایا۔اس کے ٹکرانے سے ہزاروں میل میں پھیلے ہوئے جنگلات برباد ہو گئے۔یہ دھماکا 15 یا 10 ٹن بارود کے دھماکے جیسا تھا لیکن یہ ایسٹرورائیڈ غالباً برف سے بنا ہوا تھا۔یا یہ کسی دم دار ستارے کا حصّہ تھا اس لئے اس کے گرنے سے انسانی آبادیوں میں تباہی نہیں پھیلی۔

(4)۔23 مارچ 1989ء کو اسی طرح کا ایک بڑا چٹانی ٹکڑا زمین کی طرف بڑھا۔ اگر یہ سیارچہ زمین سے ٹکرا جاتا تو ہزاروں ایٹمی دھماکوں جیسی تباہی پھیلاتا لیکن یہ سیارچہ زمین سے چار لاکھ میل کے فاصلے سے گزر کر خلا میں دوسری طرف چلا گیا۔

(5)۔جون 2002 میں بحر اوقیانوس میں یونان اور لیبیا کے درمیان ایک چٹانی ٹکڑا فضا سے سمندر میں گرا۔اس کا سائز 10 میٹر کے قریب تھا لیکن اس کے چھوٹے سائز اور سمندر میں گرنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

(6)۔اکتوبر 2008ء میں ایک سیارچہ سوڈان کے صحرائی علاقے میں زمین سے ٹکرایا۔اس کے گرنے سے کیا اثرات رونما ہوئے اس کے بارے میں ابھی تک کسی ادارے نے کسی طرح کے حقائق ذرائع ابلاغ کے لئے جاری نہیں کیے۔

(7)۔2009ء میں 10 میٹر سائز کا ایک سیارچہ انڈونیشیا کے علاقے میں گرا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس ایسٹرورائیڈ میں 50 ٹن بارودی مواد کا اندازہ لگایا گیا تھا لیکن اس کے گرنے سے کیا اثرات ہوئے اس کی تفصیلات ذرائع ابلاغ کے سامنے نہیں لائی گئیں۔

(حوالہ:wikipedia)

ایسٹرورائیڈز کے زمین پر گرنے کے ان واقعات کا تذکرہ ہم نے اس لئے کیا کہ زمین کے اردگرد موجود ان سیکڑوں خطرناک چٹانوں اور ہزاروں تاب کاری پتھروں اور ان کے ذریعے زمین پر آنے والی پتھروں کی ممکنہ آندھی کو صرف ایک تصور نہ سمجھا جائے۔

اس آسمانی عذاب کے آگے دنیا بھر کی تمام ترقی یافتہ قومیں کوئی بند باندھنے میں ابھی تک ناکام ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تمام تر صلاحیتیں پتھروں کی اس بارش کے آگے بے بس نظر آتی ہیں۔

سائنس دانوں کو پتھروں کی اس ممکنہ آندھی کے بارے میں انیسویں صدی عیسوی میں معلومات حاصل ہوئیں۔ جب کہ قرآن مجید ان کائناتی حقائق کو ساتویں صدی عیسوی میں بیان کر چکا تھا۔ وہی قرآن جس کے بارے میں کفار و مشرکین کہتے تھے کہ یہ شخص (حضرت محمد مصطفیٰؐ) یہ سب کچھ کسی یہودی یا عیسائی سے لکھوا کر لے آتا ہے! یہودیوں اور عیسائیوں کی کیا حیثیت یہ حقائق نزول قرآن کے عہد میں انسانی عقلوں سے ماورا تھے۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

خالق کائنات نے آج سے 14 سو سال پہلے انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

(1)۔ ''(اے رسولؐ) ان سے پوچھو کہ اللہ (کے عذاب) سے بچنے میں رات دن کون تمہارا پہرہ دے سکتا ہے۔ (اس پر ڈرنا تو کیسا) یہ لوگ اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرتے ہیں۔ کیا ہمارے سوا ان کے کچھ معبود ہیں جو انہیں (ہمارے عذاب سے) بچا سکتے ہیں۔ یہ لوگ تو خود اپنی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہمارے عذاب سے انہیں پناہ دی جائے گی۔''

(سورہ انبیاء، آیت 43,42)

(2)۔ ''تو کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ (چاہے تو) تمہیں خشکی کی طرف زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی چلا دے۔ پھر تم اپنے لئے کوئی ضامن (مددگار) نہیں پاؤ گے۔''

(سورہ بنی اسرائیل۔ آیت:82)

(3)۔ ''کیا تم اس (اللہ) سے جو آسمان میں حکومت کرتا ہے اس بات سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ پھر یکبارگی الٹ پلٹ کرنے لگے۔ یا تم اس بات سے (بھی) نہیں ڈرتے کہ جو آسمان میں (حکومت) کرتا ہے، تم پر پتھر بھری آندھی چلائے۔ تو بہت جلد (تمہیں) معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟''

(سورہ ملک۔ آیت:16,17)

واضح رہے کہ ان آیات میں پتھروں بھری آندھی کے ممکنہ عذاب کا تذکرہ قیامت کے حوالے سے نہیں کیا گیا۔ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا تذکرہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں الگ سے موجود ہے۔ قیامت کا معاملہ الگ ہے۔ اس دن تو یہ زمین و آسمان ہی فنا ہو جائیں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن مجید کی آیات کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے اہلِ بیت علیہم السلام نے بھی اپنے اپنے زمانوں اور اس زمانے کے انسانوں کی عقل وفہم کے مطابق زمین پر آنے والی مختلف آفات کو اپنے خطبات کا موضوع بنایا۔ مثلاً

امام جعفر صادقؑ نے اپنے شاگرد مفضل ابن عمر سے اثباتِ وجود خدا کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''چند جاہلوں نے ان حادثات، مثلاً زلزلوں، طوفانوں اور وباؤں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار کا ذریعہ بنالیا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی خالق ہوتا تو پھر یہ عذاب لوگوں پر نہ آتے؟

ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر اس دنیا کا کوئی خالق اور مدبّر نہیں تو اس سے سخت تر مصائب کیوں نہیں آتے۔ مثلاً آسمان ہی گر پڑے، زمین دھنس جائے، آفتاب ہی طلوع نہ ہو، سمندروں کا پانی بہہ کر زمین کو غرق کردے، ہوا تھم جائے اور تمام ذی روح مرجائیں۔

اس کے برعکس تم دیکھتے ہو کہ ان تمام عظیم آفات وحوادث سے عالم (یعنی اس دنیا) کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مصائب، بلائیں اور حادثات رونما ہوتے ہیں لیکن ان سے پوری دنیا تباہ و برباد نہیں ہو جاتی۔ ان حادثات کا واقع ہونا انسانوں کے لئے ایک تنبیہ ہوتی ہے اور ان کا دور ہوجانا، انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت۔''

(توحید مفضل سائنسی تشریحات۔ لیکچر:3)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 14:

سورج کی موت

Presented By: https://jafrilibrary.com

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ

''جس وقت سورج سمیٹ لیا جائے گا اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے۔''

(سورۂ تکویر، آیت: 1و2)

سورۂ تکویر کی یہ آیات اسلام کے ابتدائی دور میں اس وقت نازل ہوئیں جب علم و دانش کے مرکز یونان، مصر، عراق اور ہندوستان کے رہنے والے سورج، چاند، ستاروں کو اپنا دیوتا سمجھ کر ان کی پوجا کر رہے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ دنیا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔

سورج کی موت اور قیامت کی خبر دینے والی یہ آیات جب اللہ کے رسولؐ نے عرب کے بدّوؤں کو سنائی ہوں گی تو انہیں اندازہ ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ آیات، نظامِ شمسی سے متعلق ایسے سائنسی حقائق بیان کر رہی ہیں جن تک پہنچنے کے لئے کرّۂ ارض

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے رہنے والوں کو ابھی صدیوں کی علمی تحقیق، تجربے، مشاہدے، سائنسی آلات، خلائی دوربینوں، مصنوعی سیارچوں، خلائی گاڑیوں، رصدگاہوں، کمپیوٹرز، ذہین سائنس دانوں اور بے حد وحساب سرمائے کی ضرورت پڑے گی۔

سائنس حقائق بیان کر رہی ہے:

یہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے کہ آج کی سائنس روزانہ قرآن کی کسی نہ کسی آیت کی سچائی کے ثبوت فراہم کرنے پر مجبور ہے اگرچہ امریکی خلائی تحقیقات کا ادارہ ناسا (NASA) اپنی خلائی تحقیقات سے جو کچھ معلومات حاصل کرتا ہے، اس کا بیس فیصد بھی دنیا کو نہیں بتاتا لیکن جو کچھ معلومات الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہیں، انہی کو اگر آپ قرآن کی آیات اور معصومین علیہم السلام کے ارشادات سے ملا کر پڑھیں تو آپ کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔

سورۂ تکویر کی یہ آیت اگر آج سے دو سو برس پہلے بھی صرف سورج کی موت کی خبر دیتیں تو یہ بات بھی اس دور کے انسانوں کے وہم وگمان سے بالاتر تھی لیکن قرآن نے اپنے مخصوص انداز میں اس سائنسی حقیقت کو آج سے 14 سو سال پہلے بیان فرمایا۔ قرآن مجید نے صرف سورج کی موت ہی کے بارے میں نہیں بتایا بلکہ یہ بھی بتایا کہ سورج کی موت کس طرح واقع ہوگی۔

قرآن کے الفاظ ہیں: ''اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَت'' جس کا ترجمہ ہے: ''جس وقت سورج سمیٹ لیا جائے گا''۔ ''کُوِّرَت'' کے معنی ہیں ''سمیٹ لینا''۔ یعنی قرآن مجید 14 سو برس پہلے ہمیں یہ بتا چکا تھا کہ ایک دن سورج اپنے اندر سمٹ کر غائب ہو جائے گا اور یہ وہ سائنسی حقیقت ہے جسے آج سائنس پڑھنے والے بچے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بھی ''بلیک ہول'' کے نام سے اچھی طرح جانتے ہیں۔

سائنس کی دنیا:

سورج ہماری زمین سے اتنا بڑا ہے جیسے پن کے سر (Head) کے مقابلے میں فٹ بال۔ اس کے قطر کا اندازہ 696340 میل لگایا گیا ہے۔ جب کہ زمین کا قطر صرف 6371 کلومیٹر ہے۔ سورج کی سطح کا درجۂ حرارت 11000 فارن ہائٹ ہے جب کہ اس کے مرکز کا درجۂ حرارت ایک اندازے کے مطابق ایک کروڑ پچاس لاکھ سینٹی گریڈ یعنی دو کروڑ ستر لاکھ فارن ہائٹ تک رہتا ہے۔

زمین اور سورج:

سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج کا یہ سائز زمین پر موجود زندگی کے لئے انتہائی موزوں ہے۔ سورج اگر اس سائز سے بڑا ہوتا تو بہت عرصہ پہلے پھٹ کر فنا ہو چکا ہوتا اور اس سے چھوٹا ہوتا تو زمین کو اس کی ضرورت کے مطابق توانائی فراہم نہیں کر سکتا تھا۔

سوچنا چاہیے کہ سورج اور زمین کے درمیان فاصلہ اور ان کا حجم کس نے اس مہارت اور پیش بینی کے ساتھ طے کیا؟ سائنس دان تو اس وقت گرد غبار کے ذرات کی شکل میں تھے؟

آج کی روشنی دس لاکھ سال پہلے وجود میں آئی:

سورج کی روشنی، زمین تک روشنی کے ذرات فوٹونز (Photons) کی شکل میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آتی ہے۔ ان فوٹونز کو سورج کے مرکز سے اس کی سطح تک آنے میں کم وبیش دس لاکھ سال لگتے ہیں لیکن سورج کی سطح سے یہ فوٹون صرف آٹھ منٹ چند سیکنڈ میں زمین تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج کی جو روشنی ہم آج دیکھ رہے ہیں، اسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دس لاکھ سال پہلے پیدا کر دیا تھا۔

سورج کا ایندھن:

سورج ہائیڈروجن گیس کا ہزاروں میل بڑا گولا ہے جو زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر دہک رہا ہے۔ سورج اتنی بے پناہ توانائی اور روشنی اپنے ہائیڈروجن گیس کے ذخائر کو جلا کر حاصل کرتا ہے۔ اس کے مرکز میں ایٹمی دھماکوں کے سبب ہائیڈروجن ایک دوسری گیس ہیلیم میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ سورج میں 90 فیصد ہائیڈروجن، 9 فیصد ہیلیم اور معمولی مقدار میں آکسیجن اور نائٹروجن گیس پائی جاتی ہے۔

سورج کے گرد بخارات:

اس دیوہیکل ستارے کو ہر طرف سے مختلف قسم کے بخارات یعنی گیس کے بادلوں نے گھیر رکھا ہے۔ سورج کی یہ بیرونی تہہ اس توانائی کو مکمل طور پر باہر نکلنے سے روکتی ہے۔ اس طرح سورج کی بے پناہ توانائی سے نظامِ شمسی کو اتنی ہی توانائی حاصل ہوتی ہے جو اس نظام کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

اور جس کے ذریعے ہماری زمین کے گرد فضا متحرک ہوتی ہے، ہوائیں چلتی ہیں، بادل بنتے ہیں، بارشیں برستی ہیں، پھول کھلتے ہیں، پھل پکتے ہیں، پیڑ اُگتے ہیں،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہریالی نمودار ہوتی ہے اور ذی حیات کو سامانِ زیست میسر آتا ہے۔

غذائی زنجیر کا آغاز:

سائنس دانوں کے مطابق زمین پر موجود ذی حیات کے لیے غذا کی فراہمی (یا رزق کی فراہمی) یا سائنسی زبان میں کہیں تو غذائی زنجیر (Food Chain) کا آغاز آسمان پر موجود سورج کی شعاعوں سے ہوتا ہے۔ ان شعاعوں میں موجود توانائی کو پہلے پیڑ پودے استعمال کرتے ہیں۔ پیڑ پودوں کو جانور استعمال کرتے ہیں۔ جانوروں اور پیڑ پودوں سے یہ توانائی آخر کار انسانوں تک پہنچتی ہے۔

''اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے کا وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔''

(سورہ ذاریات، آیت 22)

Presented By: https://jafrilibrary.com

ستارے کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟

ستارے ابتداء میں ہائیڈروجن گیس کے ہلکے بادلوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ اس مرحلے پر وہ نظر نہیں آتے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لاکھوں کروڑوں سال میں گیس کے یہ بادل اپنے مرکز میں سمٹنے لگتے ہیں اور بتدریج گہرے اور دبیز بادلوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ایسی صورت میں ان بادلوں کے مرکز کا درجۂ حرارت بڑھنے لگتا ہے۔ شدید درجۂ حرارت کی وجہ سے ہائیڈروجن گیس کے ایٹم جلنے لگتے ہیں اور یہ گیس ہیلیم نامی گیس میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ اس مرحلے پر ستارے چمکنا شروع کرتے ہیں اور ہمیں نظر آنے لگتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ستارے فنا کس طرح ہوتے ہیں؟

ستارے اپنی ہائیڈروجن گیس کو ایندھن کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی لئے جس دن ایندھن کا یہ ذخیرہ ختم ہو جائے گا، اس دن ستارے فنا ہو جائیں گے۔ چھوٹے ستارے ختم ہونے سے پہلے آخری مرتبہ بے پناہ توانائی خارج کرتے ہیں اور ان کے سائز میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ سکڑنے اور سمٹنے لگتے ہیں اور لاکھوں سال میں سمٹ کر چھوٹے سفید بونے ستارے (White Dwarf Star) میں تبدیل ہوتے ہیں اور آخر کار نظر آنا بند ہو جاتے ہیں۔

اب ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورج کی موت:

ہمارا سورج بھی ایک عام ستارہ ہے۔ اس میں موجود ہائیڈروجن گیس کی مقدار کو دیکھتے ہوئے سائنس دانوں کا خیال ہے کہ آئندہ ساڑھے پانچ بلین (ایک بلین دس ارب) سال بعد سورج کا ایندھن ختم ہو جائے گا۔ جس طرح چراغ بجھنے سے پہلے بھڑکتا ہے اور زیادہ توانائی خارج کرتا ہے، اسی طرح ہمارا سورج بھی موت کے پہلے مرحلے میں بے پناہ توانائی اور روشنی خارج کرے گا۔ اس وقت موجودہ زمانے کی نسبت سورج سے خارج ہونے والی توانائی میں سو فیصد اضافہ ہو جائے گا، جس کے نتیجے میں سورج کی توانائی کو روکنے والے گیس کے بادلوں کی چادر جو سورج کے گرد لاکھوں میل تک پھیلی ہوئی ہے، سورج کے اندر سمٹ کر غائب ہو جائے گی۔ سورج کا حجم اتنا بڑھ جائے گا کہ نظامِ شمسی کے سیارے اس کی گرمی سے پگھلنے لگیں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورج غائب ہو جائے گا:

سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق اپنی موت کے وقت سورج کا سائز اتنا بڑھ جائے گا کہ یہ زمین سمیت تمام سیاروں کو ہڑپ کر جائے گا۔ اس کے بعد سورج کی روشنی اور توانائی سمٹنا شروع ہو جائے گی اور آگ کا یہ دہکتا ہوا گولا ٹھنڈا ہو کر سفید بونے ستارے (White Dwarf Star) میں تبدیل ہو کر بتدریج غائب ہو جائے گا۔

کیا سورج کے ختم ہونے سے کائنات ختم ہو جائے گی؟

سوال یہ ہے کہ کیا سورج کے ختم ہو جانے سے ساری کائنات ختم ہو جائے گی؟ شاید ایسا نہیں ہوگا۔ سورج کے خاتمے سے نظامِ شمسی میں قیامت ضرور آجائے گی اور یہ زمین و آسمان بدل کر دوسرے زمین آسمان کر دیے جائیں گے لیکن کائنات اسی طرح برقرار رہے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ساری کائنات فنا ہونے کے بعد دوبارہ بننا شروع ہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا:

> ”خداوندِ عالم نے ایک لاکھ روشن قندیلیں پیدا کی ہیں اور انہیں معلّق کر دیا ہے۔ عرش اور تمام آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ ہے حتیٰ کہ جنت اور جہنم بھی ایک قندیل (کے حلقے) میں واقع ہیں۔ باقی قندیلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

(انوار نعمانیہ؛ بحار الانوار۔ کتاب السماء والعالم۔ جلد: 58)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 15:

چار دن کا مطلب

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِی خَلَقَ الْاَرْضَ فِی یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلونَ لَهُ اَنْدَاداً ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِینَ، وَ جَعَلَ فِیهَا رَوَاسِیَ مِن فَوْقِهَا وَ بَارَكَ فِیهَا وَ قَدَّرَ فِیهَا اَقْوَاتَهَا فِی اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِینَ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعاً اَوْ كَرْهاً قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِینَ، فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِی یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِی كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا وَ زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیحَ وَ حِفْظاً ذٰلِكَ تَقْدِیرُ الْعَزِیزِ الْعَلِیمِ۔

”(اے رسول!) کہہ دیجئے: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کے لیے مدمقابل قرار دیتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا؟ وہی تو عالمین کا پروردگار ہے۔ اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور ان میں برکات رکھ دیں اور اس میں چار دنوں میں حاجتمندوں (ذی حیات) کی ضروریات کے برابر سامانِ خوراک مقرر کیا۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں تھا پھر آسمان اور زمین سے کہا: دونوں آجاؤ خواہ خوشی سے یا کراہت سے، ان دونوں نے کہا: ہم بخوشی آ گئے۔ پھر انہی دو دنوں میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کا حکم پہنچا دیا اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا اور محفوظ بھی بنایا، یہ سب بڑے غالب آنے والے، دانا کی تقدیر سازی ہے۔"

(سورۂ حٰم السجدہ۔ آیت۔ 12,11,10,9)

کیا کسی یہودی یا عیسائی کے لئے ممکن تھا؟

یہ قرآن کی وہ آیات ہیں جن کے مطالب و مفاہیم اور ان میں موجود اَسرارِ کائنات کے بارے میں نزولِ قرآن سے ہزار سال پہلے اور ہزار سال بعد بھی کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا حتیٰ کہ آج بھی جو معلوم ہے وہ بھی نامکمل ہے۔

کفار و مشرکین کہتے تھے کہ یہ باتیں محمد کسی یہودی یا عیسائی عالم سے لکھوا کر لے آتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس موضوع پر اور ان دیگر موضوعات پر جو ہم اس سلسلۂ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مضامین میں بیان کر رہے ہیں، قرآن سے ہزار سال پہلے بھی اس کرۂ ارض پر کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا تو ایسے میں کیا کسی یہودی عالم کے لیے ممکن تھا کہ کائنات کے ان سربستہ رازوں کو جان سکے؟

بہرحال آیئے دیکھتے ہیں کہ سائنس دانوں نے اس موضوع یعنی تخلیقِ کائنات پر کب غور و فکر شروع کیا۔

> وہ (اللہ) ہر چیز کو اپنے وقت پر عدم سے وجود میں لایا اور مختلف مزاج اور خصوصیات رکھنے والی اشیاء و اجزاء کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا اور ہر چیز کو مخصوص مزاج اور خصوصیات عطا کیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

آج سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ کائنات کبھی نہیں تھی۔ یہ ماضی کے کسی دور میں وجود میں آئی ہے۔ سائنس دانوں کے مطابق کائنات کی تشکیل کا آغاز ایک عظیم دھماکے سے ہوا جسے بگ بینگ کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کائنات کبھی نہیں تھی اور وجود میں آ گئی پھر ایک دن وہ اسی طرح فنا ہو جائے گی اور دوبارہ نئے سرے سے بننا شروع ہو جائے گی۔

بگ بینگ سے پہلے مادہ اور توانائی کہاں تھے؟

اس عظیم دھماکے کے پہلے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں کائنات جو نہیں تھی وہ عدم

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے وجود میں آ گئی پھر مختلف مرحلوں سے گزر کر کائنات اس حالت میں آئی ہے جیسی کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ بگ بینگ سے پہلے مادہ اور توانائی کہاں تھے جن سے یہ بیکراں کائنات وجود میں آئی؟ سائنس اس سوال کا جواب دینے سے قاصر نظر آتی ہے۔

زمین و آسمان اور چار دن:

اس وقت ہمارا موضوع چار دن ہیں جن میں ہمارا نظامِ شمسی وجود میں آیا ہے۔ ان میں سے 2 دنوں میں زمین وجود میں آئی اور اس میں زندگی کے لیے ضروری ساز و سامان اور ماحول وجود میں آیا اور 2 دن وہ ہیں جن میں زمین کے گرد موجود آسمان یعنی فضائی تہیں وجود میں آئیں۔

آج سائنس دان قرآن مجید میں بیان کردہ حقائق کو تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ چار دن کی بجائے چار مرحلوں کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

سیارے اور فاصلے:

ان چار مرحلوں کی حقیقت کو سمجھنے سے پہلے ایک نظر ڈالتے ہیں کہ ہمارا نظام شمسی کیا ہے۔ معذرت کہ ہمیں بعض سائنسی معلومات کو دہرانا پڑتا ہے تا کہ قارئین ان معلومات کے تناظر میں بات کو سمجھ سکیں۔

سائنس دان نظامِ شمسی کے درمیانی فاصلوں کو آسٹرونومیکل یونٹس میں ناپتے ہیں۔ اس اکائی کو AU کا نام دیا گیا ہے۔ ایک AU کا مطلب وہ فاصلہ ہے جو سورج اور زمین کے درمیان ہے۔ یعنی کم و بیش نو کروڑ تیس لاکھ میل۔ اس طرح پلوٹو نامی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سیارہ سورج سے چالیس AU یعنی تین ارب بیالیس کروڑ میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن اس ناقابلِ تصور فاصلے کے بعد بھی نظامِ شمسی کا اختتام نہیں ہوتا۔

پچاس سے ایک لاکھ AU کے بعد نظامِ شمسی میں ایک برفانی علاقہ پایا جاتا ہے۔ دم دار ستارے اسی برفانی علاقے سے برآمد ہوتے ہیں اور اپنے نظام الاوقات کے مطابق ہمارے آسمان پر نظر آتے ہیں۔ (پلوٹو نامی سیارے کو اب نظام شمسی سے باہر کر دیا گیا ہے)

> اگر تم اس کائنات پر غور و فکر کرو گے اور اپنی عقل سے ہر چیز کو الگ الگ کر کے سمجھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ عالم (یعنی زمین آسمان) ایک ایسے مکان کی طرح ہے جس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن کی بندوں کو ضرورت ہوتی ہے۔

زمین اور اس کا آسمان:

عام تصور یہی ہے کہ زمین و آسمان یعنی ہمارا نظام شمسی کائنات کے ساتھ ہی وجود میں آیا ہے لیکن سائنس دانوں کے مطابق ہمارے زمین و آسمان یعنی سورج زمین، دوسرے سیارے اور زمین کی فضائی تہیں کائنات کے آغاز کے آٹھ سے دس ارب سال بعد پیدا ہوئی ہیں۔

قرآن مجید کی آیات میں بھی اس عمل کی طرف اشارہ موجود ہے۔ ''پھر اللہ نے آسمان کی تخلیق کا ارادہ کیا'' کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ اس سے پہلے بہت کچھ وجود میں آ چکا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نظام شمسی گرد و غبار تھا:

سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق نظامِ شمسی، کائنات کے بعد وجود میں آیا اور اس وقت یہ گرد و غبار اور گیس کے بادلوں کی شکل میں ہماری دودھیا کہکشاں کے باہر کی طرف کہیں موجود تھا۔ پھر چار مرحلے ایسے ہیں جن سے گزر کر ہمارے نظامِ شمسی کی تخلیق ممکن ہو سکی۔

قرآن مجید نے ان مرحلوں کے لیے دن کا لفظ استعمال کیا ہے تا کہ سننے والے بات کسی حد تک سمجھ سکیں۔ البتہ سورج اور اس کے سیاروں کے پیدا ہونے سے پہلے زمین پر نہ انسان تھے اور نہ وقت۔ دن رات اور وقت تو نظامِ شمسی کے مکمل ہونے کے بعد وجود میں آئے اور انسان اور دیگر مخلوقات اس کے لاکھوں کروڑوں برس بعد۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چار مرحلے:

سائنس دان کہتے ہیں کہ زمین و آسمان یعنی نظامِ شمسی چار مرحلوں سے گزر کر اس حالت میں آیا جس حالت میں آج ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔

پہلا مرحلہ:

سائنس دانوں کے مطابق آج سے کم و بیش 4.6 ارب سال پہلے دودھیا کہکشاں میں موجود کوئی بے حد عظیم الشان ستارہ کسی وجہ سے پھٹا۔ ایسے عظیم ستاروں کو سپر نوا (SUPER NOAVA) کہا جاتا ہے۔ اتنے بڑے ستارے جب پھٹتے ہیں تو اس توانائی سے سو گنا زیادہ توانائی خارج کرتے ہیں جتنی توانائی ہمارا سورج اپنی پوری زندگی میں خارج کر سکتا ہے۔

سپر نوا کے پھٹنے سے توانائی کی عظیم لہریں دودھیا کہکشاں کے بیرونی حصے میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

موجود گیس کے بادلوں سے ٹکرائیں اور یہ بادل زبردست دباؤ کے سبب تیز رفتاری سے گھومنے لگے۔

ان بکھرے ہوئے اور گھومتے ہوئے بادلوں میں کائناتی گرد وغبار اور گیس کے ذرات کی تیز رفتار گردش اسی طرح تھی جیسے دریا کے پانی میں گرداب یا بھنور پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ:

نظامِ شمسی کی تخلیق کے دوسرے مرحلے میں بادلوں کی تیز رفتار گردش کی وجہ سے کائناتی گرد وغبار اور گیس کے ذرات چکر کھاتے ہوئے مرکز میں جمع ہونے لگے۔ مرکز میں کشش ثقل پیدا ہونے لگی اور یہ بادل بتدریج ایک گول پلیٹ کی شکل اختیار کرنے لگے۔ اس مرحلے میں کائناتی گرد اور گیس کے بادلوں سے بننے والی یہ گول پلیٹ 14 ارب میل لمبی چوڑی تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسرا مرحلہ:

زمین وآسمان کی تخلیق کے تیسرے مرحلے میں گرد اور گیس کے ذرات ایک دوسرے سے جڑنے لگے۔ ذرات کے مجموعوں کا حجم بڑھنے لگا۔ کئی مجموعے کئی کئی کلومیٹر بڑے ہونے لگے۔ پھر یہ بڑے ٹکڑے ایک دوسرے میں پیوست ہوئے جن کی وجہ سے مادے کے زیادہ بڑے مجموعے وجود میں آنے لگے۔

یہ سورج کے سیاروں کی ابتدائی شکل تھی۔ بعد میں تقریباً دس لاکھ سال کی مدت میں مادے کے انہی ٹکڑوں نے سورج اور اس کے نو سیاروں کی شکل اختیار کر لی۔ انھی سیاروں میں ہماری زمین بھی شامل ہے۔

گیس کے بادلوں کے عظیم مجموعوں کی مسلسل گردش کی وجہ سے ان کے مرکز کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

درجۂ حرارت اتنا بڑھا کہ ان میں ایٹمی دھماکے ہونے لگے اور اس طرح گرد و غبار اور گیس کے بادلوں سے ایک نیا ستارہ وجود میں آیا۔ اسی ستارے کو آج سورج کہا جاتا ہے۔

چوتھا مرحلہ:

سورج کی تخلیق کے بعد اس کی سطح سے شمسی آندھیاں اٹھنے لگیں اور یہ آندھیاں چٹانی سیاروں کے اردگرد بکھرے ہوئے گرد و غبار کو اڑا لے گئیں۔ ابتدا میں ہماری زمین کے گرد بھی گرد و غبار کی تہیں موجود تھیں لیکن شمسی آندھیوں نے انہیں صاف کر دیا۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ زمین پر ہونے والی بارشوں کے سبب زمین پر پانی آیا اور اس سے اٹھنے والے بخارات، گرد و غبار کے ذرات، شمسی آندھیوں میں موجود عناصر اور ذرات نے زمین کے اوپر ایک آسمان قائم کیا جو زمین کی کششِ ثقل کے سبب زمین کے چاروں طرف آج بھی موجود ہے۔

روشنی، زمین پر آنے لگی:

زمین کے ہر طرف سے گرد و غبار کے بادل صاف ہوئے تو سورج کی روشنی اور توانائی زمین تک آنے اور یہاں زندگی کی نشوونما میں اپنا کردار ادا کرنے کے بعد واپس خلا میں جانے لگی اور آسمان پر دور افتادہ ستاروں اور چاند کی روشنی کے سبب زمین سے رات کے وقت بھی آسمان روشن نظر آنے لگا۔

یہ تھے زمین و آسمان کی تخلیق کے چار دن یا چار مرحلے جنھوں نے دودھیا کہکشاں کے بیرونی حصوں میں موجود گیس کے بادلوں کو لاکھوں کروڑوں سال میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورج، اس کے نو سیاروں اور زمین کے گرد آسمان میں تبدیل کر دیا۔

(حوالہ: How Universe Works)

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

قرآن مجید کی آیات مبارکہ نے ساتویں صدی عیسوی میں کائنات کے رازوں کی طرف انسانوں کو پہلی پہلی بار متوجہ کیا اور ان میں اس بیکراں کائنات اور زمین و آسمان کی تخلیق کا تذکرہ قرآن مجید کے سائنسی انکشافات میں شامل ہے۔ مثلاً:

''(اے رسول!) کہہ دیجئے: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو اور اس کے لیے مدمقابل قرار دیتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا؟ وہی تو عالمین کا پروردگار ہے۔ اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکات رکھ دیں اور اس میں چار دنوں میں حاجتمندوں (یعنی زمینی ذی حیات) کی ضروریات کے برابر سامانِ خوراک مقرر کیا۔

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں تھا پھر آسمان اور زمین سے کہا: دونوں آجاؤ خواہ خوشی سے یا کراہت سے، ان دونوں نے کہا: ہم بخوشی آ گئے۔ پھر انہی دو دنوں میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کا حکم پہنچا دیا اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا اور محفوظ بھی بنایا، یہ سب بڑے غالب آنے والے، دانا کی تقدیر سازی ہے۔''

ان آیات مبارکہ میں واضح الفاظ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ زمین و آسمان تخلیق

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے ابتدائی مرحلوں میں دھوئیں یعنی گیس کے بادلوں کی شکل میں تھے۔ واضح رہے کہ آج کی جدید خلائی سائنس نے کائنات کے بارے میں ان حقائق کو نزولِ قرآن کے صدیوں بعد انیسویں اور بیسویں عیسوی میں معلوم کیا۔

قرآن مجید کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے اہلِ بیت علیہم السلام نے بھی زمین وآسمان کی تخلیق کو اپنے خطبات وارشادات کا موضوع بنایا۔

آج سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ کائنات عظیم دھماکے یعنی بگ بینگ کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ پھر اس میں پروٹون، الیکٹرون اور نیوٹرون پیدا ہوئے۔ انھی سے ذرات یعنی ایٹم وجود میں آئے۔ پھر ان ذرات کے مرکزے بنے۔ یہ ہیلیم گیس کے ایٹم تھے۔ پھر الیکٹرون کا نیوٹرون اور پروٹون سے ملاپ ہوا۔ اس سے ہائیڈروجن گیس کے ایٹم تخلیق ہوئے۔ پھر گیس کے بادل وجود میں آئے اور پھر کشش ثقل کے سبب لاکھوں سال کے عرصے میں ان بادلوں نے ستاروں، سیاروں اور کہکشاؤں کی شکل اختیار کر لی۔

لیکن آپ دیکھیں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ ساتویں صدی عیسوی میں اس زمانے کے انسانوں کی عقل وفہم کے مطابق ان سائنسی حقائق کو بیان فرما چکے تھے:

> ”وہ (اللہ) ہر چیز کو اپنے وقت پر عدم سے وجود میں لایا اور مختلف مزاج اور خصوصیات رکھنے والی اشیاء واجزاء کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا اور ہر چیز کو مخصوص مزاج اور خصوصیات عطا کیں اور ان کی صورتیں اور شکلیں متعین کیں۔ اس کے بعد خدائے بزرگ وبرتر نے کشادہ فضائیں، وسیع اطراف اور سمتیں اور آسمان سے ٹکرانے والی ہوائیں پیدا کیں۔“

(حوالہ: نہج البلاغہ، خطبہ 1، خطبہ 89)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام جعفر صادقؑ نے اثباتِ وجود خدا کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انسانوں کو اس کائنات اور اس کے اجزاء کی جانب بھی متوجہ فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے وجود پر پہلی عبرت اور دلیل تو یہی ہے کہ یہ کائنات کس طرح پیدا ہوگئی اور اسے کس طرح بنایا گیا۔ اس کے اجزاء (یعنی مختلف ایٹم) کس ترکیب کے ساتھ وجود میں آئے، اور اس بات پر بھی غور کرو کہ (لاکھوں سال سے) اس کائنات کا نظام کس قدر خوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔ (تو وہ کون ہے جو اس سارے نظام کو چلا رہا ہے؟)

اگر تم اس کائنات پر غور و فکر کرو گے اور اپنی عقل سے ہر چیز کو الگ الگ کر کے سمجھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ عالم (یعنی زمین آسمان) ایک ایسے مکان کی طرح ہے جس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن کی بندوں کو ضرورت ہوتی ہے۔

کائنات میں یہ حسنِ ترتیب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس جہان کو کسی نے پیدا کیا ہے اور اس نے اسے ایک طے شدہ منصوبے کے ساتھ خلق کیا ہے۔ اسی نے اس کا انتظام کیا اور یہاں موجود ہر شے کو دوسری شے سے وابستہ کیا۔''

(حوالہ توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ۔ جلد:3)



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب16:

کوزے میں سمندر

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

''اسی (اللہ) نے تمام آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر تہہ در تہہ لپیٹتا ہے۔ وہی دن کو رات پر تہہ در تہہ لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے کہ یہ سب کے سب اپنے (اپنے) مقررہ وقت پر چلتے رہیں۔

(سورۂ الزمر، آیت 5)

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم سائنسی اور ٹیکنالوجی کے عہد زریں میں زندگی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

گزار رہے ہیں۔ آج کے دور میں سائنس ہر روز کائنات کے نت نئے رازوں سے پردہ اُٹھا رہی ہے اور ہر روز اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی حقانیت اور کائناتی علوم کے بارے میں معصومینؑ کے ارشادات کی سچائی اور ان کی عظمت کے جیتے جاگتے ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ ایسے ثبوت جنہیں قرآن و اہل بیتؑ کے دشمن بھی ماننے پر مجبور ہیں۔

سائنسی اصطلاحات:

قرآن مجید کی آیات میں آج کل کی سائنسی اصطلاحات استعمال نہیں ہوئیں، اس کی کئی وجوہات ہیں۔ قرآن مجید اللہ کا ایک ایسا معجزہ ہے جسے قیامت تک کے انسانوں کو علم کی روشنی عطا کرنا ہے۔ جب کہ سائنسی اصطلاحات ہی نہیں، سائنس کے نظریات بھی وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ٹیکنیکل زبان استعمال کرتا تو قرآن مجید ایک نصابی کتاب بن کر رہ جاتا اور اس سے صرف وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے جو ان مضامین میں دلچسپی رکھتے ہوں۔

اسی لیے اللہ نے اس کتاب میں ایسی زبان استعمال کی، ایسے سچے واقعات اور نصیحت آموز باتوں سے اسے سجایا کہ ہر قوم، نسل اور علاقے کے لوگ اس میں دلچسپی لے سکیں اور اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ یہی نہیں قرآن کا انداز بیان اور اس میں استعمال کیے گئے الفاظ اپنے اندر تہہ در تہہ بے شمار معنوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔

''کوزے میں سمندر'' والا محاورہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا تو یہ سمجھ لیں کہ قرآن کا ہر لفظ ایک چھوٹا سا پاک و پاکیزہ کوزہ ہے اور ہر کوزے میں علوم و فنون کے جھاگ اُڑاتے سمندر موجیں مار رہے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دنیا کے گول ہونے کا ثبوت:

سورہ الزمر کی درج بالا آیت کا ترجمہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس میں دن کو رات پر لپیٹنے اور رات کو دن پر لپیٹنے کے عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس عمل کو بیان کرنے کے لیے آیت میں عربی کا ایک لفظ استعمال کیا گیا ''یُکَوِّرُ''۔ یہ لفظ عربی کے فعل ''کَوَّرُ'' سے نکلا ہے۔ اس کے معنی عمامے یا پگڑی کو سر کے گرد لپیٹنا یعنی عمامہ باندھنا بھی ہیں۔ اب دیکھیں کہ اس ایک لفظ کے اندر کتنے معنی، مفہوم اور کس قدر سائنسی حقائق چھپے ہوئے ہیں۔

دنیا کے گول ہونے کا تصور:

آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے دنیا کے گول ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ کم از کم جزیرہ عرب یا دنیا کے کسی بھی خطے کے عام آدمی کو شاید ہی زمین کے گول ہونے کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ قدیم یونان کے فلاسفر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے گزرے تھے انہوں نے بہر حال اس راز کو پا لیا تھا کہ زمین گول ہے لیکن وہ بھی یہ سمجھتے تھے کہ زمین ساکت ہے اور کائنات کے مرکز میں جمی ہوئی ہے۔

زمین کی حرکت:

زمین کی حرکت یعنی زمین کے اپنے مدار پر گھومنے اور سورج کے گرد چکر لگانے کے بارے میں انسان کو پندرہویں صدی عیسوی میں معلوم ہوا۔ اس دریافت کا سہرا پولینڈ کے ماہر فلکیات نکولس کوپرنکس (1473ء تا 1543ء) کے سر ہے۔ جس نے یہ انکشاف کیا کہ زمین ٹھہری ہوئی نہیں بلکہ اپنے محور و مدار میں سورج کے گرد گردش

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کر رہی ہے۔

یعنی زمین کے گول ہونے، اپنے مدار پر گھومنے اور سورج کے گرد چکر لگانے کے بارے میں جزیرہ عرب ہی نہیں کم وبیش ساری دنیا کے انسانوں کو آج سے تقریباً چار سو سال پہلے معلوم ہوا۔ جب کہ قرآن مجید نے ایک لفظ ''یُکَوِّرُ'' کے ذریعے آج سے 14 سو سال پہلے اس سائنسی حقیقت کو بیان کر دیا تھا کہ زمین گول بھی ہے اور حرکت بھی کر رہی ہے۔

قرآن مجید نے ایک لفظ ''یکور'' کے ذریعے سائنسی حقائق بیان کئے:

پہلے زمانے کو لوگ سمجھتے تھے کہ زمین ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے اور سورج اس کے گرد چکر لگاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔ اس حقیقت کو بھی اللہ نے ایک لفظ ''یُکَوِّرُ'' کے ذریعے بیان کر دیا تھا۔

ابھی ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ لفظ ''یُکَوِّرُ'' عربی کے ایک لفظ ''کَوِّرُ'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے ''سر پر عمامہ یا پگڑی باندھنا''۔ عمامہ یا پگڑی ایک لمبا کپڑا ہوتا ہے جسے کئی بل دے کر سر کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔ آپ نے خود بھی اکثر بزرگوں کو عمامہ باندھتے دیکھا ہوگا۔

آج آپ اس سائنسی حقیقت سے بھی واقف ہیں کہ ہماری زمین سورج کے سامنے کسی لٹو کی طرح ہزار میل فی گھنٹا کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔ اسی گردش سے دن رات وجود میں آتے ہیں۔ زمین کی دوسری گردش اس کا سورج کے گرد چکر لگانا ہے یہ گردش اسی (80) ہزار کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلانوردوں نے کیا دیکھا:

امریکہ کا پہلا جلائی جہاز (اپالو-8) 1968ء میں چاند پر پہنچا تو اس کے خلا بازوں نے اپنی آنکھوں سے ایک ایسا منظر دیکھا جسے قرآن مجید سورہ الزمر میں صدیوں پہلے بیان کر چکا تھا۔ امریکی خلا بازوں کو زمین ایک گیند کی طرح گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ سورج کی روشنی اس گھومتی ہوئی گیند کے آدھے حصے کو روشنی کر رہی تھی اور باقی آدھا حصہ اندھیرے میں تھا۔

خلائی کیمروں نے اس منظر کو ریکارڈ کیا اور یہ دیکھا کہ زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے آتا رہتا ہے وہاں رات کے اندھیروں پر روشنی کی پٹی لپٹتی جاتی ہے اور جو حصہ سورج کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے اس حصے پر اندھیرے کی پٹی روشنی پر لپٹتی جاتی ہے۔ رات سے دن اور دن سے رات ہونے کا یہ عمل تقریباً چوبیس گھنٹوں میں مکمل ہو جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ منظر بالکل ایسا ہی تھا جیسے نظر نہ آنے والے ہاتھ عمامے کو انسانی سر پر تہہ در تہہ لپیٹ رہے ہوں۔ تہہ در تہہ کا مطلب آپ سمجھ چکے ہوں گے۔ زمین کے گرد ایک پٹی دن کی روشنی کی لپٹتی ہے اور اس کے اوپر دوسری پٹی رات کے اندھیرے کی لپٹتی ہے۔ یہ عمل زمین اور سورج کے وجود میں آنے سے اب تک کھربوں مرتبہ دہرایا جا چکا ہے۔

زمین کا جھکاؤ۔ قولِ امیر المومنینؑ:

دلچسپ بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کے سر پر عمامہ باندھا جاتا ہے یا وہ خود اپنے سر پر عمامہ یا پگڑی باندھتا ہے تو اپنے سر کو ذرا سا جھکا لیتا ہے۔ یہی حال زمین کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے۔ زمین بھی سورج کے سامنے ایک طرف کو ذرا سی جھکی ہوئی ہے۔

اس سائنسی حقیقت کا انکشاف بھی امیر المومنینؑ اپنے دور میں کر چکے تھے۔ آپؑ نے فرمایا تھا:

''سورج کا پورا رُخ زمین کی طرف نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو زمین پر جو کچھ ہے وہ جل کر ختم ہو جاتا۔''

(حوالہ: بحار الانوار/ بصائر الدرجات)

امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس سائنسی انکشاف کی سچائی کے مشاہداتی ثبوت آج فزکس پڑھنے والے بچوں کو بھی معلوم ہیں کہ زمین سورج کے سامنے 23.5 ڈگری پر جھکی ہوئی ہے۔ زمین پر موسموں کی تبدیلی کا عمل زمین کے سورج کے سامنے 23.5 ڈگری پر جھکے رہنے سے برقرار رہتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورج سے آنے والی توانائی:

آج کی خلائی سائنس اس حقیقت کا خود نظارہ کر چکی ہے۔ سورج کی شعاعیں زمین کے درمیانی حصوں (Equator) پر سیدھی پڑتی ہیں اس لیے ان علاقوں میں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ قطبین (Poles) کے علاقے میں سورج کی شعاعیں ترچھی پڑتی ہیں اسی لیے یہاں برف جمی رہتی ہے۔

یہی نہیں سورج کی شعاعیں جو توانائی پھیلاتی ہیں اس کی بہت معمولی مقدار پیڑ پودوں، انسانوں، جانوروں، پرندوں یا حشرات الارض کی ضروریات کے لیے کافی ہوتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

توانائی کی تقسیم:

ماحولیات کے ماہرین نے سورج سے زمین تک آنے والی توانائی کا سائنسی آلات کی مدد سے برسوں تجزیہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ سورج سے زمین تک آنے والے توانائی کا آدھا حصہ تو فضا (Atmosphere) میں جذب ہو جاتا ہے۔ باقی توانائی کا بھی صرف ایک چوتھائی حصہ زمین تک پہنچتا ہے۔ جنگلات، کھیت، باغ، سمندر، دریا، انسان اور حیوان اس توانائی کو زندہ رہنے یا اپنی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن یہ توانائی بھی استعمال کے بعد گرمی میں تبدیل ہو کر واپس فضا میں چلی جاتی ہے۔

نوٹ: صرف اس ایک مضمون میں ہم نے ڈاکٹر موریس کی کتاب ''دی بائبل دی قرآن اینڈ سائنس'' سے استفادہ کیا اور اس میں اس موضوع پر ائمہ اہل بیتؑ کے ارشادات کو شامل کیا ہے۔ جو ڈاکٹر موریس کی نظر سے نہیں گزرے۔ (مصنف)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 17:

پانی سے توانائی

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا:

''اگر میں چاہوں تو اس دنیا کے آبشاروں سے اتنا نور خارج کروں کہ ساری دنیا روشن ہو جائے۔''

امیر المومنینؑ کا یہ قول ہم نے اور آپ نے زندگی میں کئی مرتبہ سنا ہو گا لیکن ذرا یاد کریں کہ کیا کبھی ہم نے اس پر غور بھی کیا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔۔ سنانے والے نے سنا دیا اور نعرہ حیدری کے نعرے لگ گئے اور بس معاملہ ختم۔

مولا علی علیہ السلام کے دشمن ان کے علم سے خوف زدہ رہے اور دوستوں نے مولا علی علیہ السلام کے کم از کم دس لاکھ علوم سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔

امیر المومنینؑ کا یہ ارشاد آپ کو یاد ہو گا کہ اللہ کے رسولؐ نے مجھے علم کے ہزار

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب تعلیم کیے اور میں نے ہر باب سے علم کے ہزار باب کھولے۔ ہزار کو ہزار سے ضرب دیں تو یہ دس لاکھ باب ہوئے۔ اس ارشاد کو بیان کرنے والوں اور سننے والوں کی اکثریت نے ''یا علیؑ'' کے نعرے تو بہت لگائے لیکن کبھی یہ حساب لگانے کی کوشش نہیں کی کہ لاکھوں علوم تھے کیا۔

پانی سے توانائی کا تصور:

بہر حال۔۔۔ پانی سے توانائی پیدا کرنے کا تصور بہت پرانا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا تصور سب سے پہلے چوتھی صدی قبل مسیح کے زمانے کے ایک یونانی شاعر نے اپنی ایک نظم میں پیش کیا لیکن تصور پیش کرنے اور عملاً کسی ناممکن کام کو حقیقت میں بدلنے کا دعویٰ کرنے میں فرق ہوتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے تصور پیش نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر میں چاہوں یعنی اگر وہ چاہتے تو آبشاروں سے گرنے والے پانی کی طاقت سے ہائیڈرو الیکٹرک پاور (Hydro Electric Power) یعنی پانی سے توانائی پیدا کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے اپنے دور میں عملاً اسے کر کے نہیں دکھایا۔ کیوں نہیں دکھایا اس کی وجوہات ہیں جو ہم بعد میں بتائیں گے۔

وقت سے پہلے تیاری:

آج زمینی ایندھن یعنی توانائی حاصل کرنے کے عام ذرائع مثلاً لکڑی، کوئلہ، پیٹرول روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ دنیا بھر کے ممالک اب توانائی کے نئے اور سستے ذرائع کی تلاش میں مصروف ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہم مسلمان خطرے میں مبتلا ہونے کے بعد چیخ و پکار کرتے ہیں لیکن دنیا کی ترقی یافتہ قومیں خطرہ آنے سے بہت پہلے سے اس کا مقابلہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہو جاتی ہیں اسی لیے توانائی کے متبادل ذرائع کے لیے بھی مغرب والے ہی سب سے زیادہ تحقیق کرتے رہے ہیں۔ سورج کی شعاعوں، سمندر کی موجوں کے ذریعے توانائی حاصل کرنا، اب ایک معمول کی بات ہے۔

دوسری ایجادات کی طرح مستقبل کی ٹیکنالوجی کو بھی ہم مسلمان استعمال کریں گے لیکن مغرب اور سائنس کو بُرا بھلا ضرور کہتے رہیں گے۔ اس فخر اور یقین کے ساتھ کہ اللہ نے مغرب کو اور ان کی سائنسی ایجادات کو مسلمانوں کے لیے مسخر کر رکھا ہے۔

پانی سے توانائی کے موضوع پر امیر المومنینؑ کا قول تو سب مسلمانوں کو یاد تھا لیکن اس قول کے مطابق عملی کام کا آغاز مغرب میں ہوا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہائیڈرو الیکٹرک ٹیکنالوجی:

ہائیڈرو الیکٹرک ڈیم بہت اعلیٰ ٹیکنالوجی پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اس میں بہت سادہ مشینیں استعمال ہوتی ہیں۔ ڈیم پانی کے ذخیرے کو جمع رکھتا ہے۔ اس کے نیچے سرنگیں بنائی جاتی ہیں۔ ڈیم کے پانی کا گیٹ کھولنے سے ڈیم کا پانی پوری طاقت کے ساتھ سرنگوں میں داخل ہونے لگتا ہے اور سرنگوں سے نکل کر ٹربائین کے بڑے بڑے پروں سے ٹکراتا ہے جس کی وجہ سے اس کے پنکھے تیزی سے گھومنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی حرکت سے جنریٹر چلتے ہیں اور جنریٹر کے چلنے سے بجلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ بجلی، بجلی گھر میں جاتی ہے جہاں سے تاروں کے ذریعے شہروں، دیہاتوں، گھروں اور کارخانوں کو فراہم کی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں تربیلا اور منگلا ڈیم اسی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرح کام کرتے ہیں۔

بارہ کڑوڑ بلب:

اس وقت دنیا کا سب سے بڑا ہائیڈرو الیکٹرک کمپلیکس شمالی امریکا کے ممالک پیراگوائے اور برازیل کے درمیان دریائے پارانا (Parana) پر واقع ہے۔ اس ڈیم کا نام اتائپو (Itaipu) ہے۔ اس میں لگے ہوئے اٹھارہ ٹربائین روزانہ 12600 میگاواٹ بجلی پیدا کرتے ہیں۔ یہ بجلی بیک وقت سو واٹ کے 120 ملین بلبوں کو روشن کرنے کے لیے کافی ہے۔ اب آپ دیکھیں جس جگہ بارہ کروڑ بلب جل رہے ہوں تو وہاں دینا جگمگائے گی یا نہیں۔

یہ تو امیر المومنینؑ کے ایک قول کی بات ہے۔ ایک اور مقام پر آپؑ نے اپنے صحابی کمیل بن زیادہؓ سے فرمایا: ''کمیل، اگر میں چاہوں تو اس پانی سے نور (روشنی و توانائی) حاصل کر سکتا ہوں۔''

یہ وہی کمیل ابن زیاد ہیں جنہیں امیر المومنینؑ نے ایک عظیم الشان دعا تعلیم کی تھی۔ اس دعا کو ''دعائے کمیل'' کہا جاتا ہے۔ اس دعا کو لاکھوں کروڑوں مسلمان ہر شب جمعہ میں پڑھ کر روحانی طاقت اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔

مادے سے توانائی:

اٹھارویں صدی میں ہنری نامی ایک انگریز نے پانی کی برق پاشیدگی (Electrolysis) کے ذریعے پانی میں موجود ہائیڈروجن کا پتا چلایا۔ سائنس کی ترقی کے مختلف ادوار میں سائنس دان ہائیڈروجن پر تحقیق کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جدید فزکس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے بانی اور نامور سائنس دان آئن اسٹائن کے دور میں مادے سے توانائی حاصل کرنے کے موضوع پر کام شروع ہوا۔

1944ء میں جب امریکی سائنس دان پہلا ایٹمی تجربہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے تو وہ انتہائی خوف زدہ تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس مادے سے اتنی توانائی پیدا ہوگی کہ پورا کرہ ارض فنا ہو جائے گا۔

اس کے بعد کے دور میں ہائیڈروجن بم تیار کیے گئے۔ یہ بم جن قوموں نے تیار کیے وہ اس میں موجود توانائی کی درست مقدار نہیں بتاتیں لیکن کہا جاتا ہے کہ 1945ء میں ہیروشیما پر جو ایٹم بم گرائے گئے تھے وہ ہائیڈروجن بم کے مقابلے میں معمولی پٹاخوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

امیر المومنینؑ کا اشارہ:

اس بات سے آپ پانی کے ایک عنصر یعنی، ہائیڈروجن میں موجود توانائی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس توانائی کو اگر تباہی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تو اسی توانائی کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے کمیل ابن زیادہؓ سے یہی کہا تھا کہ میں اس پانی سے نور حاصل کر سکتا ہوں تو یقیناً آپؑ کا اشارہ پانی کے ایک عنصر ہائیڈروجن میں موجود اس بے پناہ توانائی کی طرف تھا جس کے ذریعے دنیا کے اندھیرے دور کیے جا سکتے تھے۔ بیماریوں کو فنا کیا جا سکتا تھا اور دنیا کے مختلف حصوں میں آنے والے قحط کو دور کیا جا سکتا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہم نے اپنے علمائے سائنس کی قدر ہی نہیں کی:

لیکن ہم مسلمانوں نے اپنے ان عظیم ''سائنس دانوں'' یا علمائے سائنس کی قدر ہی نہ کی، خود کو ان کے علوم حاصل کرنے کے قابل ہی نہ بنایا، آخر صدیوں کی تحقیق، جستجو اور بار بار کے تجربات کے بعد پانی سے توانائی حاصل کرنے کا راز ان لوگوں پر کھل گیا جو غور و فکر کرنے کے عادی تھے۔ امیر المومنینؑ، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے علمی نظریے، سائنسی ارشادات، ائمہؑ کی کتابوں اور ان کے شاگردوں کے ذریعے مغرب کی یونیورسٹیوں، تجربہ گاہوں اور سائنس دانوں تک پہنچے اور وہ ان علوم کے ذریعے دنیا پر حکمرانی کرنے کے قابل ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ امیر المومنینؑ کو ہائیڈروجن کو پانی سے الگ کر کے اس سے بے پناہ نور، روشنی اور توانائی حاصل کرنے کا راز معلوم تھا تو انہوں نے اسے عام کیوں نہیں کیا؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انہوں نے اس راز کو عام نہیں کیا تو اچھا کیا۔ اگر وہ ان رازوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دیتے تو یہ عظیم توانائی ظالم حکومتوں اور حکمرانوں کے ہاتھ لگ جاتی اور وہ اس عظیم توانائی کے ذریعے انسانی فلاح و بہبود کا کام کرنے کی بجائے اسے انسانیت کی تباہی و بربادی کے لیے استعمال کرتے۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 18:

ہوا کی تحریر

Presented By: https://jafrilibrary.com

''لوگ لکھنے کی نسبت بولتے زیادہ ہیں اگر یہ ساری آوازیں ہوا میں اسی طرح لکھی جاتیں جس طرح تحریریں کاغذ پر لکھی جاتی ہیں تو دنیا کی ساری ہوا آواز کی تحریروں سے بھر جاتی۔''

(امام جعفر صادق علیہ السلام)

ہماری یہ رنگا رنگ دنیا بے شمار آوازوں سے بھری ہوئی ہے۔ پرندوں کی چہکاریں، جانوروں کی آوازیں، پتوں کی سرسراہٹ، بارش کی جلترنگ، ماں کی لوری، بچوں کی قلقاریاں، اذان کی روح پرور آواز، صبح سویرے ریل کی سیٹی، ہواؤں کی گونج، بادلوں کی گڑگڑاہٹ، ہوائی جہازوں کا شور، گاڑیوں کے ہارن، انسانوں کی گفتگو، موسیقی کے نغمے، مشینوں کا شور، جھینگروں کی تانیں، مچھروں کی بھنبھناہٹ،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

میڈکوں کی ٹرٹراہت، ندی کا شور، آبشاروں کی موسیقی، سمندر کی گونج۔۔۔۔۔اس طرح کی بے شمار آوازیں ہر وقت دنیا میں موجود رہتی ہیں۔ انہی آوازوں سے ہمیں اپنے اردگرد زندگی کا احساس ہوتا ہے۔

اگر یہ آوازیں نہ ہوتیں یا آوازیں تو ہوتیں لیکن ہمارے پاس سننے کی بیش بہا صلاحیت ہی نہ ہوتی تو یہ دنیا ہمارے لیے سناٹے کے سمندر میں تبدیل ہو جاتی۔

اللہ رب العالمین نے دنیا کے اس سناٹے کو رنگا رنگ آوازوں سے سجانے کے ساتھ ساتھ ہمیں قوت سماعت بھی عطا کی کہ ہم اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

امیر المومنینؑ نے دعائے مشلول میں اللہ کا ایک اسم صفاتی بیان کیا ہے ''یا سابغ النعم'' یعنی اے نعمتوں کو قابل استفادہ بنانے والے۔ اب آپ اللہ کی نعمتوں کو دیکھیں اور اس بات پر غور کریں کہ اللہ نے آپ کے جسم میں کس قدر نادر و نایاب ''آلات'' نصب کیے ہیں جو ان نعمتوں کو آپ کے لیے قابل استفادہ بناتے ہیں۔

ہمارے جسم کی آوازیں:

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ دنیا کی ان بے شمار آوازوں کے علاوہ جو ہمیں سنائی دیتی ہیں، ایسی آوازیں بھی ہر جگہ موجود ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ اگر یہ آوازیں ہمیں سنائی دیتیں تو زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی۔ مثلاً خود ہمارے جسم کی اندر جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں، ہمارے کان انہیں سننے سے قاصر ہیں۔ ہمارے جسم میں بے شمار ''مشینیں'' چوبیس گھنٹے کام کرتی رہتی ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دانت غذا کو پیستے ہیں۔ معدہ غذا کو مزید پیس کر اسے آنتوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ ہمارا دل ایک منٹ میں 72 مرتبہ دھڑکتا ہے۔ پھیپھڑے پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ پیروں کے جوڑ ہر وقت کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں۔ ان سارے کاموں کے سرانجام دینے میں آوازیں پیدا ہوتی ہیں مگر ہم ان آوازوں کو نہیں سن سکتے۔ اگر یہ ساری آوازیں ہمیں سنائی دینے لگتیں تو ہمارے گھر، کمرے یا دفتر میں ان آوازوں کے علاوہ کوئی اور آواز شاید ہی سنائی دیتی۔ رات کا سونا ناممکن ہو جاتا اور زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی۔

الٹرا ساؤنڈز کیا ہیں؟

ان آوازوں کے علاوہ سنائی نہ دینے والی دوسری آوازیں بھی ہمارے لیے بے حد اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ نے الٹراساؤنڈ (ULTRA SOUNDS) کا نام سنا ہوگا۔ الٹراساؤنڈ کے ذریعے ڈاکٹر صاحبان جسم کی اندرونی خرابیوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ اسی کی مدد سے دنیا میں آنے سے پہلے ننھے منے بچوں کی نشوونما کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ الٹراساؤنڈ میں ایک آلے کی مدد سے ایسی آوازیں جسم میں داخل کی جاتی ہیں جنہیں ہمارے کان سننے سے قاصر ہیں اسی لیے ان آوازوں کو ''الٹراساؤنڈ'' کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ آوازیں ہماری حد سماعت سے بالاتر ہیں۔

جدید سائنسی ترقی نے انسان کے لیے جو آسانیاں پیدا کی ہیں الٹراساؤنڈ انہی میں سے ایک ہے۔ انسان کو یہ سہولتیں تقریباً سو سال پہلے حاصل ہونا شروع ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے یہ ساری طاقتیں موجود تو تھیں مگر انسان ان سے واقف نہیں تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاقت کوئی ذات، انسان کو دکھائی نہ دے، محسوس نہ کی جا سکے تو ضروری نہیں کہ وہ موجود ہی نہیں ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو چیز ایک انسان کو دکھائی دے رہی ہو وہ دوسرے انسان کو بھی نظر آنے لگے۔

اس کی ایک مثال قرآن مجید اور چہاردہ معصومینؑ کے وہ ارشادات و اقوال بھی ہیں جو انہوں نے اب سے پندرہ سو برس پہلے پیش کیے لیکن لوگوں نے انہیں ماننے سے صرف اس لیے انکار کیا کہ یہ باتیں ان کی ذہنی سطح سے بلند تھیں یا ان کے تجربے میں نہیں آسکی تھیں۔

آواز کے بارے میں امام معصومؑ کے ارشادات:

آواز کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

آواز ایک اثر ہے جو اجسام کے ٹکرانے سے پیدا ہوتا ہے اور ہوا اسے ہمارے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے کم ہوتی ہے۔ (اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آسمان پر بجلی کی چمک پہلے دکھائی دیتی ہے اور گڑگڑاہٹ کی آواز ذرا دیر کے بعد کانوں تک پہنچی ہے)۔

یہ باتیں اس دور کے تمام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان ''سائنسی انکشافات'' کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ مغرب کے لوگوں نے ان انکشافات کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دنیا کے حکمران بن گئے۔

ہوا کی تحریر:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد مفضل سے ہوا کے بارے میں گفتگو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرتے ہوئے فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے:

''انسان (اور جانور) دن اور رات میں سونے سے پہلے بولتے یا باتیں کرتے ہیں۔ لوگ لکھنے کی نسبت بولتے زیادہ ہیں اگر یہ ساری آوازیں ہوا میں اسی طرح لکھی جاتیں جس طرح تحریریں کاغذ پر موجود رہتی ہیں تو دنیا کی ساری ہوا آواز کی تحریروں سے بھر جاتی۔

آدمی جو بات کرتا ہے وہ ہوا میں لکھی جاتی تو کسی کا راز، راز نہ رہتا۔ ہر انسان کی خفیہ زندگی ہر دوسرے شخص پر کھل جاتی۔ لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے، ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر مسئلہ یہ پیدا ہوتا کہ ان ''تحریری آوازوں'' سے ہوا اس قدر آلودہ ہو جاتی کہ اس میں سانس لینا یا اس کی دوسری طرف دیکھنا ممکن نہ رہتا۔''

اگر انسانوں کی آوازیں جانوروں کی آوازوں کے ساتھ مل کر ہوا میں تحریری شکل میں محفوظ رہتیں تو اس کا کیا منظر ہوتا اور اس کے اثرات کس طرح انسانی زندگی کو متاثر کرتے، اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ پھر جدید زمانے میں مشینوں، ہوائی جہازوں، دھماکوں اور ٹریفک کی آوازوں کو بھی انسانوں اور جانوروں کی آوازوں میں شامل کر لیا جائے تو ان آوازوں سے ہوا کس قدر آلودہ ہو جاتی اور اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

دھماکوں کی آواز اگر ہوا میں برقرار رہتی تو ہوا، جہاں جہاں سے گزرتی، وہاں بھی دھماکے ہوتے رہتے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوا سے بامعنی الفاظ:

انسان کی آواز قدرت کا ایک عجوبہ اور انسان کے لیے ایک خصوصی نعمت ہے۔ تمام دریافت شدہ جانداروں میں انسان کی آواز سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ جب ہم بولتے ہیں تو سانس کی نالی کے اوپر موجود ''ووکل کورڈز'' اس میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے سکڑنے اور پھیلنے سے مختلف مقدار میں ہوا باہر نکلتی ہے۔ ہماری زبان، ناک، دانت اور ہونٹ مل کر ان بے معنی آوازوں کو الفاظ کی شکل عطا کرتے ہیں۔ ان کی مدد سے سانس کی نالی سے نکلنے والی ہوا بامعنی الفاظ کی ''تصویر'' بن جاتی ہے۔

قرآن مجید نے حضرت لقمان کے بعض حکیمانہ جملے نقل کیے ہیں۔ یہ ہدایات پڑھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے۔

''اپنی چال (ڈھال) میں میانہ روی اختیار کرو اور (دوسروں سے گفتگو کرتے وقت) اپنی آواز دھیمی رکھو کیوں کہ آوازوں میں سب سے بری آواز (زور زور سے بولنے کی وجہ سے) گدھوں کی ہے۔''

(سورہ لقمان، آیت 19)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 19:

عالمین کیا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے
جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(سورۂ فاتحہ، آیت 1)

کائنات کا لامحدود ہونا ایک ایسا موضوع ہے کہ نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کسی انسان کو اس کے بارے میں سرسری سا بھی علم نہیں تھا۔ اس موضوع کی طرف سب سے پہلے قرآن مجید نے انسانوں کو متوجہ کیا۔

آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور نزولِ قرآن کے صدیوں بعد فلسفیوں، سائنس دانوں اور ماہرینِ فلکیات نے اس موضوع پر کب اور کیا معلوم کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

انسانی تہذیب اور علوم وفنون کے آغاز یعنی بابل ونینوا کے دور سے لے کر انیسویں صدی عیسوی تک علمِ فلکیات کے ماہرین اور سائنس دانوں کی توجہ زیادہ تر سورج اور اس کے سیاروں تک محدود رہی یا انھوں نے ان سیاروں کو علمِ نجوم کے زاویے سے دیکھا۔ دنیا بھر کے ماہرینِ فلکیات اور سائنس دان سورج اور اس کے گرد گھومنے والے سیاروں ہی کو کل کائنات سمجھتے تھے لیکن بعد میں ایجاد ہونے والی طاقتور دوربینوں، خلائی آلات، کمپیوٹرز اور زمین کی فضا سے باہر نکل کر کائنات میں جھانکنے والی ہبل ٹیلی اسکوپ کی ایجاد کے بعد دنیا کے نامور سائنس دانوں نے بھی اس حقیقت کا ادراک کرلیا کہ ہم انسانوں کے لئے کائنات کی وسعتوں اور اس کے فاصلوں کا تصور کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

آج سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہمارا نظامِ شمسی حتیٰ کہ ہماری دودھیا کہکشاں بھی جو ایک لاکھ نوری سال یعنی چھ ہزار ارب میل کی وسعتوں پر پھیلی ہوئی ہے، درحقیقت اس کائنات کا انتہائی معمولی اور بہت چھوٹا سا حصّہ ہے۔ ہماری دودھیا کہکشاں جیسی سو کھرب کہکشائیں کائنات میں گردش کر رہی ہیں اور ہر لمحہ ایک دوسرے سے لاکھوں میل دور ہوتی چلی جارہی ہیں۔

سوارب ستارے:

ہماری دودھیا کہکشاں جو ایک درمیانے سائز کی کہکشاں ہے، اس میں کم وبیش سوارب ستارے موجود ہیں۔ یہ ستارے سورج کے برابر یا اس سے بڑے ہیں۔ سورج بھی ایک ستارہ ہے جس کا اپنا نظامِ شمسی ہے اور اس میں آٹھ سیارے موجود

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں۔ دودھیا کہکشاں کے سوارب ستاروں میں بھی ہر ستارے کے اپنے سیارے ہیں۔ یہ سیارے کتنے ہیں، ان کی ساخت کیسی ہے، ان کے رنگ، موسم اور شب و روز کیسے ہیں؟ اس کے بارے میں سائنس دان ابھی کچھ بتانے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر ہم سورج کے قریب ترین ستارے پراکسیما (Proxima) تک سفر کرنا چاہیں اور 27 ہزار میل فی گھنٹا کی رفتار سے سفر کر سکیں تو وہاں تک پہنچنے میں خلانوردوں کو ایک لاکھ ستر ہزار سال کا عرصہ لگ جائے گا۔

"اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کے برابر زمین بھی۔ ان میں اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ (ہی) ہر چیز پر قادر ہے۔"

(سورۂ طلاق)

جزیرہ عرب کے لوگ یونانیوں کے علم کو مانتے تھے:

آج سے چند سو سال پہلے تک بھی کائنات کے بارے میں اس کرۂ ارض پر رہنے والے انسانوں کا علم بہت محدود تھا۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پہلے علوم و فنون کے مراکز یونان، عراق، ہندوستان اور مصر کے علاقوں میں بہرحال ایسے دانش مند افراد موجود تھے جو اس زمین آسمان، سورج، چاند ستاروں کے بارے میں غور و فکر کرتے رہے تھے۔

جزیرۂ عرب کے رہنے والے صدیوں سے رائج یونانی فلسفیوں کے نظریات کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بالکل درست تسلیم کرنے کے عادی تھے۔ بعد میں مغربی دنیا کے ذہین ترین افراد بھی یونانی فلسفیوں ہی کی باتوں کو صدیوں تک جوں کا توں قبول کرتے رہے کیوں کہ اس وقت تک وہ سائنسی آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے جن کے ذریعے ان نظریات کی مشاہداتی تصدیق ممکن ہوتی۔

ساتویں سے پندرہویں صدی تک کا زمانہ:

آیئے ایک نظر ان نظریات پر ڈالتے ہیں کہ جو آج سے چودہ سو برس پہلے یعنی تقریباً ساتویں صدی عیسوی اور اس کے بعد پندرھویں صدی عیسوی تک کائنات کے بارے میں دنیا میں رائج تھے۔

یونان کے علمائے فلکیات کا کہنا تھا کہ زمین ساکن ہے اور یہی کائنات کا مرکز ہے۔ سورج اور اس کے سیارے اسی کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اس وقت سے انیسویں صدی کے نصف تک سورج کے گرد زمین کے علاوہ پانچ سیارے دریافت ہوئے تھے۔ باقی تین سیارے انیسویں صدی میں دریافت کئے گئے۔

یونان کے لوگ سورج کے پجاری تھے:

یونان اس وقت علوم وفنون کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ عام یونانی شہریوں کی اس دور میں وہی حیثیت رہی ہوگی جو آج علوم وفنون کے مرکز امریکا کے باشندوں کو حاصل ہے۔ بہرحال اس وقت کے یہ ترقی یافتہ شہری سورج کو اپنا دیوتا مانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مشرق سے روزانہ ایک سورج آتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ اگلے دن پھر ایک نیا سورج آتا ہے اور شام کو مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج سے چودہ سو برس پہلے یعنی نزولِ قرآن کے زمانے میں کائنات کے بارے میں دنیا بھر میں یہی نظریات رائج تھے اور یونانی فلسفیوں کی علمی باتیں اور ان کے نظریات جزیرۂ عرب میں عام تھے۔

محدود دنیا اور زمین مرکز کائنات کا نظریہ جزیرہ عرب ہی نہیں، مغربی دنیا میں بھی پندرھویں صدی عیسوی تک نظامِ کائنات کے تسلیم شدہ نظریے کے طور پر قائم رہا۔

حقیقت سے قریب تر نظریہ:

سولہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ماہرِ فلکیات نکولس کوپرنکس نے کائنات کے بارے میں پہلی بار حقیقت سے قریب تر نظریہ پیش کیا۔ اس نے کہا کہ زمین کائنات کا مرکز نہیں ہے بلکہ نظامِ شمسی کا ایک سیارہ ہے اور یہ سورج کے گرد گردش کر رہی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ نظریہ پیش کر کے کوپرنکس نے ہزاروں سال سے موجود یونانی تصورات کی نفی کر دی۔ کوپرنکس یہ نظریہ کائنات کی نامکمل تصویر ہونے کے باوجود اَسرارِ کائنات کو سمجھنے کی طرف ایک بڑی پیش رفت تھی۔

اطالوی ماہرِ فلکیات گلیلیو وہ پہلا ماہرِ فلکیات تھا جس نے 1609ء میں اپنی دوربین سے آسمان کی بلندیوں پر نظر ڈالی۔ گلیلیو کو جدید سائنسی اندازِ فکر کا بانی قرار دیا جاتا ہے، لیکن وہ بھی زمین مرکز کی بجائے شمس مرکز کائنات کا قائل تھا یعنی اس کے خیال میں ساری کائنات سورج کے گرد گھوم رہی تھی!

یہ نظریہ کیتھولک چرچ کے مذہبی عقیدے کے خلاف تھا اسی لئے گلیلیو کو زندگی کے آخری چند سال قید و بند میں گزارنا پڑے۔ گلیلیو خوش قسمت تھا ورنہ ایسے افراد کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس زمانے میں چرچ کے حکم پر قتل یا انہیں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔

نیوٹن کا غلط نظریہ:

حتیٰ کہ نیوٹن کا بھی یہ خیال تھا کہ کائنات ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی۔ اگرچہ بعد میں ہونے والی خلائی تحقیقات سے اس کا نظریہ غلط ثابت ہوا اور جدید سائنسی تحقیقات کے بعد ثابت ہو گیا کہ یہ کائنات کبھی عدم سے وجود میں آئی تھی اور ایک دن دوبارہ وجود سے عدم میں چلی جائے گی۔

بیکراں کائنات:

بیکراں لامحدود، حرکت پذیر اور پھیلتی ہوئی کائنات کا نظریہ سب سے پہلی روسی سائنس دان الیگزینڈر فریڈمین نے 1922ء میں پیش کیا۔ اس کے بعد بیلجیئم کے جارج لے ماترے (GEORGE LEMAITRE) نے بھی کم وبیش یہی بات کہی۔

کائنات پھیل رہی ہے:

1929ء میں کرۂ ارض پر موجود دنیا کی ایک بڑی دوربین کی طاقت میں اضافہ کیا گیا اور سائنس دان اس قابل ہو گئے کہ کائنات کو مزید گہرائی اور مزید فاصلے تک دیکھ سکیں۔ ایڈون ہبل نامی امریکی ماہر فلکیات نے اس سہولت سے فائدہ اٹھایا اور کہکشاؤں کو دیکھنا شروع کیا اور اس نے دیکھا کہ کہکشائیں مزید پھیل رہی ہیں۔ اس مشاہدے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر آج کائنات پھیل رہی ہے تو یقیناً ماضی میں کہکشاؤں کا مادّہ کسی ایک جگہ جمع رہا ہوگا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نورِ مجسم کا ایک ذرہ:

ایڈون ہَبل کے اس نظریے نے بگ بینگ یعنی عظیم دھماکے کے نظریے کی بنیاد رکھی۔ بعد میں سائنس دانوں نے ریاضیات، فلکیات اور دوسرے ذرائع سے یہ معلوم کیا کہ کائنات کی ابتداء ایک ذرّے سے ہوئی اور یہ ذرّہ مجسم نور اور توانائی تھا۔

انیسویں صدی عیسوی میں راکٹوں اور مصنوعی سیارچوں کی ایجاد کے بعد جب انسان نے اس کائنات کو بہتر طور پر دیکھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کائنات لامحدود ہے۔ ستاروں کے درمیان بیکراں فاصلوں کو ناپنے کے لئے روشنی کی رفتار کو بنیاد بنایا گیا اور اس سے نوری سال کی اصطلاح سامنے آئی۔ یعنی روشنی ایک سال میں جو سفر طے کرتی ہے وہ فاصلے کی اکائی قرار پایا۔ روشنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے۔ اس حساب سے روشنی ایک سال میں دس کھرب کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سورہ فاتحہ کی پہلی آیت میں لفظ ''عَالَمِین'':

چودہ سو سال پہلے جب قرآن کی آیات مبارکہ نازل ہونا شروع ہوئیں، اس وقت جزیرۂ عرب ہی نہیں ساری دنیا میں کائنات کے بارے میں یونانی فلسفیوں کے ناقص تصورات کو حقیقت سمجھا جاتا تھا، لیکن اس وقت قرآن کے پہلے سورے کی پہلی آیت کے ایک لفظ ''عَالَمِین'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان رائج نظریات کے برعکس لامحدود اور بیکراں کائنات کا حقیقی تصور پیش کیا جسے آج سائنس اسی طرح تسلیم کر رہی ہے۔ (عالَمین کا مطلب ہے، بے شمار و لاتعداد عالَم)

آج سائنس دان کہتے ہیں کہ کائنات صرف ہمارے سورج اور سیاروں تک محدود نہیں بلکہ کائنات میں کھرب ہا کھرب ستارے اور سیارے موجود ہیں۔ اس نظر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آنے والی کائنات کے بعد بھی کائنات کا اختتام نظر نہیں آتا۔ جدید ترین دوربینیں خلاء کی وسعتوں میں ابھی تیس کروڑ نوری سال تک دیکھ سکتی ہیں۔ اس ناقابلِ تصور فاصلے کے بعد بھی روشنی کے عظیم مراکز نظر آتے ہیں اور سائنس دانوں کو نہیں معلوم کہ ان مراکز میں کیا ہے اور وہاں سائنس کے کون سے اصول کام کرتے ہیں۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ ساتویں صدی عیسوی میں نازل ہوئیں اور انہوں نے اس وقت کائنات کے حوالے سے دنیا بھر میں موجود ان تمام توہمات اور غیر حقیقی نظریات کو رد کرتے ہوئے انسانوں کو اس دنیا اور کائنات کے بارے میں ان حقائق سے آگاہ کیا جن کے بارے میں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد بھی اس کرۂ ارض پر موجود کسی انسان کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ مثلاً اس وقت کے انسان صرف دو جہانوں پر یقین رکھتے تھے جب کہ قرآن مجید نے اس کی تردید کرتے ہوئے بتایا کہ جہان یا عالَم دو نہیں بے شمار ہیں۔ مثلاً

(1) ''تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام (یعنی بے شمار) جہانوں کا پالنے والا ہے''۔

(سورۂ فاتحہ)

(2) ''اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کے برابر زمین بھی۔ ان میں اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ (ہی) ہر چیز پر قادر ہے۔''

(سورۂ طلاق)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نوٹ: عربی زبان میں 7 اور 70 کا عدد بے شمار کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آیاتِ قرآنی کی تفسیر وتشریح بیان کرتے ہوئے علمائے قرآن نے بھی اپنے اپنے زمانوں میں کائنات کی بیکراں وسعتوں کو اپنے خطبات وارشادات کا موضوع بنایا۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہاری اس زمین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ستّر زمینیں سونے کی، ستر زمینیں چاندی کی، ستّر زمینیں مشک کی اور ستّر زمینیں ایسی پیدا کی ہیں جہاں ملائکہ رہتے ہیں۔ ان زمینوں میں نہ گرمی ہے نہ سردی اور ہر زمین کا طول دس ہزار سال کی مسافت ہے۔''

(حوالہ: مفکرین اسلام کے سائنسی نظریات۔ تالیف: مولانا مشتاق حسین شاہدی)

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وسعتِ کائنات کے بارے میں فرمایا:

''تمہارے اس سورج کے علاوہ چالیس سورج اور ہیں اور ایک سورج سے دوسرے سورج کے درمیان چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ ان سورجوں میں کثیر مخلوق آباد ہے جسے یہ معلوم ہی نہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا بھی کیا ہے یا نہیں۔''

(حوالہ: بحار الانوار، ابن شہر آشوب، الہیت والاسلام)



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 20:

مچھر کی مثال

إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللهُ بِهَذَا مَثَلاً

''بے شک اللہ تعالیٰ، مچھر یا اس سے بھی زیادہ (چھوٹی) چیز کی مثال بیان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ پس جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ (مثال) ان کے پروردگار کی طرف سے برحق (اور حیران کن) ہے لیکن کفر اختیار کرنے والے (یعنی اللہ کے وجود کا انکار کرنے والے) کہتے رہیں گے کہ اس مثال (کے بیان کرنے) سے اللہ کا کیا مقصد ہے!''۔

(سورۂ بقرہ، 26)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن کا اندازِ تخاطب اس طرح ہے کہ بات مکمل اور جامع کی جائے لیکن اس میں پڑھنے والے کے لیے ''ہوم ورک'' موجود رہے کہ قاری غور وفکر کے ذریعے حقائق کو تلاش کرے۔ دیکھتے ہیں کہ سائنس اس آیت کی تشریح کس طرح کرتی ہے۔

سائنس کی دنیا:

مچھر اگرچہ بہت چھوٹی سی مخلوق ہے لیکن اس کے وجود کے اندر قدرت کی مائیکرو انجینئرنگ کے عقل کو ششدر کر دینے والے نمونے نظر آتے ہیں۔ دنیا بھر میں مچھروں کی کم وبیش ساڑھے تین ہزار اقسام پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک سو تیس اقسام کے مچھر پاکستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ملیریا اور ڈینگی بخار پھیلانے والے مچھر ان میں شامل ہیں۔

رات کے اندھیرے میں مچھر کس طرح اپنے شکار تک پہنچتا ہے اور کس طرح ہماری جلد کی باریک ترین رگوں (CAPALARIES) میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے اس میں سوراخ کرتا ہے۔ اس کے پاس وہ کون سے طریقے ہوتے ہیں کہ مچھر خون پیتا رہتا ہے لیکن انسان کو پتا نہیں چلتا؟

مچھر کیمیائی جنگ کا ماہر:

آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ حیران کن عمل کس طرح سرانجام پاتا ہے۔

مچھر جیسی یہ ننھی سی مخلوق رات کی تاریکی میں دیکھنے، اپنے ہدف تک پہنچنے، اس پر حملہ کرنے اور کیمیائی جنگ لڑنے کی ماہر ہوتی ہے۔ اس کے لیے قدرت نے اسے اس کی ضرورت کے مطابق اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مچھر کی مادہ رات کی تاریکی میں الٹراوائلٹ روشنی اور انسانی سانس کے ساتھ خارج ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مدد سے اپنے شکار تک پہنچتی ہے۔ مچھر کی دو بڑی آنکھیں اس کے سر کے اگلے حصے میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر آنکھ کے اندر چھ کونوں والے ہزاروں عدسے (LENS) موجود ہوتے ہیں۔

وہ (اللہ) چیونٹیوں کے موسمِ گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسم سرما گزارنے کے مقامات کو جانتا ہے۔ وہ سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی غاروں اور ان کے نشیبوں میں وحشی جانوروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھر کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گزرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں سے باخبر ہے۔

مچھر کے آلات:

مچھر کے منہ کے اگلے حصے میں دو حساس آلے (PALPS) پائے جاتے ہیں۔ یہ آلے ہمارے جسم میں موجود کیمیائی اجزا کو محسوس کرتے ہیں۔ مچھر کی مادہ انھی آلات کی مدد سے ہماری جلد پر پھیلی ہوئی بال سے بھی زیادہ باریک خون کی نالیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتی ہے۔

مچھر کے منہ کے اندر آری سے ملتا جلتا ایک آلہ (MAXILLA) پایا جاتا ہے جس کے ذریعے مچھر کی مادہ ہماری جلد کی اوپری تہہ کو کاٹتی ہے اور اس کے منہ میں موجود ایک اور آلہ جسے مینڈبل (MENDIBLE) کہا جاتا ہے، خون کی کسی ایک رگ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے اندر سوراخ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد مادہ مچھر اپنے تھوک کے ذریعے ہمارے خون میں ایک خاص کیمیائی مادہ داخل کرتی ہے جس کے سبب ہمارا خون پتلا ہو جاتا ہے اور مادہ مچھر آسانی سے اسے پیتی رہتی ہے۔

لیکن اس سارے عمل سے پہلے مچھر کی مادہ جسم پر بیٹھتے ہی ایک کیمیکل ہماری جلد پر لگاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جگہ سُن ہو جاتی ہے اور جسم کے دفاعی نظام کو اس حملے کی خبر نہیں ہو پاتی۔

اس کے برعکس ہمارے جسم میں سوئی بھی چبھ جائے تو ہمارا دفاعی نظام فوراً حرکت میں آجاتا ہے اور اس جگہ خون جمنے لگتا ہے لیکن مچھر کی مادہ جب تک خون پیتی رہتی ہے، اس وقت تک خون جمنے نہیں پاتا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پیراسائٹس کی منتقلی:

مادہ مچھر ملیریا کے کسی مریض کو کاٹتی ہے تو ملیریا کے جراثیم (پیراسائٹس) خون کے ساتھ اس کے جسم میں چلے جاتے ہیں اور مادہ مچھر کے پیٹ میں افزائش نسل شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب مچھر کی یہ مادہ کسی صحت مند انسان کو کاٹتی ہے تو یہ جراثیم اس کے تھوک کے ذریعے صحت مند انسان کے خون میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر دورانِ خون کے ساتھ انسان کے جگر میں منتقل ہو جاتے ہیں، جہاں یہ افزائشِ نسل کرتے ہیں۔ وہاں سے نکل کر یہ جراثیم خون کے سرخ خلیوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ خون کے خلیے ان پیراسائٹس کے سبب پھٹنے لگتے ہیں اور انسان کو تیز بخار آنے لگتا ہے۔ ملیریا کی مختلف اقسام میں ہر 48 سے 72 گھنٹے بعد سردی لگ کر بخار چڑھتا ہے۔ یہ بخار اصل بیماری نہیں ہوتا، بلکہ کسی بیماری کی علامت ہوتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بخار آنے کی وجہ:

ہمارے جسم کا نارمل درجہ حرارت 98.6 ہوتا ہے لیکن جب ملیریا کے پیرا سائٹس کے سبب جسم کے خلیے (Cell) بیک وقت زیادہ تعداد میں پھٹتے ہیں تو جسم کا مواصلاتی نظام یعنی (NERVES SYSTEM) اس درجۂ حرارت پر کام نہیں کر پاتا۔ اسی لیے جسم کو اپنے اور دماغ کے درمیان رابطوں کو بحال رکھنے کے لیے اپنے درجۂ حرارت کو بڑھانا پڑتا ہے۔

ہر سال دس لاکھ اموات:

مچھر ایک چھوٹی سی مخلوق ہے لیکن اس کی جراثیم (پیرا سائٹس) کو ایک سے دوسرے تک منتقل کرنے کی صلاحیت کے سبب یہ ننھی سی مخلوق ہر سال پوری دنیا میں دس سے بیس لاکھ انسانوں کو متاثر کرتی ہے اور ان میں سے بیشتر کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ مرنے والوں کی یہ تعداد دنیا بھر میں ہونے والی جنگوں کے دوران ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ ملیریا کی بیماری پر دنیا کے ترقی یافتہ علاقوں میں مکمل قابو پالیا گیا ہے لیکن ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے بیشتر علاقے ابھی تک ملیریا کی بیماری کی زد میں ہیں۔

ملیریا پر تحقیق:

1899ء میں ایک برطانوی ڈاکٹر نے ملیریا کے پیرا سائٹس کا پتا چلایا۔ ڈاکٹر رونالڈ روز (DR.RONALD ROSS) ہندوستان میں موجود برطانوی فوج میں بہ طور ڈاکٹر ملازم تھے۔ ڈاکٹر رونالڈ روز کی پوسٹنگ بھارت کے علاقے سکندر آباد میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھی۔ اسی دوران ڈاکٹر رونالڈ روز نے معلوم کیا کہ ملیریا مچھروں کی وجہ سے پھیلتا ہے، لیکن ڈاکٹر رونالڈ کا خیال تھا کہ یہ پیراسائٹ مچھروں کے جسم میں پایا جاتا ہے۔

بہرحال اس نے ملیریا کے پیراسائٹس کا پتا چلایا جو مچھروں کے ذریعے ایک انسان سے دوسرے انسان تک منتقل ہوتے ہیں بعد میں ڈاکٹر رونالڈ روز کو ان کی اس دریافت پر نوبل پرائز سے نوازا گیا۔

مچھروں سے بچاؤ:

ملیریا کی بیماری کا سبب تو معلوم ہوگیا تھا لیکن مچھروں کو ختم کرنے یا ان کی ہلاکت سے محفوظ رہنے کا کوئی حل ابھی تک ماہرین حیاتیات کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ 1939ء میں سوئٹزرلینڈ کے ایک ماہرِ حیاتیات مولر (MULLER) نے ایک پاؤڈر ایجاد کیا جسے DDT کہا جاتا ہے۔ یہ پاؤڈر مچھروں کے خاتمے میں مددگار ثابت ہوا۔ اس ایجاد پر ڈاکٹر مولر کو نوبل پرائز کے اعزاز سے نوازا گیا۔

لیکن 1962ء میں عالمی ادارۂ صحت نے DDT کے استعمال پر پابندی عائد کردی۔ اس لئے کہ یہ زہریلا پاؤڈر مچھروں کے ساتھ ساتھ دوسرے ذی حیات کے لئے بھی انتہائی مہلک اثرات کا حامل تھا۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

قرآن مجید نے مچھر کے بارے میں اس وقت انسانوں کو متوجہ کیا جب نہ سائنسی علوم تھے، نہ مائیکرو بیالوجی نہ بیالوجی، نہ زولوجی، نہ فزیالوجی، نہ میڈیکل سائنس، نہ خُردبین اور نہ دوسرے سائنسی آلات۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرّۂ ارض کے ماحول میں انسانوں اور دوسرے بڑے ذی حیات کے درمیان مچھر یا مچھر سے بھی چھوٹی مخلوقات کیا خدمات سرانجام دیتی ہیں، ماہرینِ حیاتیات، ماہرینِ ماحولیات اور سائنس دانوں نے اس حوالے سے جو حیران کن معلومات حاصل کیں، وہ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں حاصل کی ہیں۔

قرآن مجید نے انسانوں کو حشرات الارض مثلاً مکڑی، مکھی، چیونٹی اور مچھر جیسے ننھے منے ذی حیات کی طرف ساتویں صدی عیسوی میں متوجہ کیا تاکہ انسان ان بہ مشکل نظر آنے والے ذی حیات پر غور وفکر کرے، کرۂ ارض کے ماحول میں ان کی خدمات کو سمجھے اور ان کے بنانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو سکے مثلاً:

> ”بے شک اللہ تعالیٰ، مچھر یا اس بھی زیادہ (چھوٹی) چیز کی مثال بیان کرنے سے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ پس جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ (مثال) ان کے پروردگار کی طرف سے برحق (اور حیران کن) ہے لیکن کفر اختیار کرنے والے (یعنی اللہ کے وجود کا انکار کرنے والے) کہتے رہیں گے کہ اس مثال (کے بیان کرنے) سے اللہ کا کیا مقصد ہے!“
>
> (سورہ بقرہ آیت 26)

مچھر سے بھی زیادہ (چھوٹی) چیز کی مثال اس دور کے انسانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے صرف مچھر کی مثال بیان کی، اگرچہ کرۂ ارض پر مچھر سے بھی لاکھوں گنا چھوٹی مخلوقات مثلاً بیکٹیریا، وائرس اور دوسرے جراثیم موجود ہیں جن کا پتا اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں لگایا گیا۔

قرآن مجید کی آیات کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے اہلِ بیت علیہم السلام نے بھی اپنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اپنے دور کے انسانوں کی عقل وفہم کے مطابق انہیں ان کے اردگرد موجود ننھے منے ذی حیات کی طرف متوجہ فرمایا۔ مثلاً امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اللہ رب العالمین کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ (اللہ) چیونٹیوں کے موسمِ گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسم سرما گزارنے کے مقامات کو جانتا ہے۔ وہ سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی غاروں اور ان کے نشیبوں میں وحشی جانوروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھر کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گزرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں سے باخبر ہے۔

صحراؤں میں ریت کے ذرات جنہیں ہوا کے بگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑا دیا اور وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا دیا، اس کے علم میں ہیں۔ وہ ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے والے پرندوں کے گھونسلوں کی تاریکی میں چہچہانے والے پرندے کے نغموں کو جانتا ہے۔ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس وحرکت، ہر لفظ کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرّے کا وزن اور جو کچھ بھی زمین پر ہے، سب اس (اللہ) کے علم میں ہے۔''

(حوالہ: نہج البلاغہ، خطبہ اشباح)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 21:

نظر نہ آنے والی چیزیں

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ۔

''تو مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جو تمہیں نظر آتی ہیں اور جو (چیزیں) تمہیں نظر نہیں آتیں کہ بے شک (یہ قرآن) ایک کریم رسول کا لایا ہوا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کی تک بندی نہیں۔ مگر تم لوگ تو بہت کم ایمان لاتے ہو''۔

(سورۂ الحاقہ، آیات 38 تا 40)

سورۂ الحاقہ کی یہ آیاتِ مبارکہ ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ قرآن ایک الہامی پیغام ہے اس لیے کہ نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کرّۂ ارض پر موجود کسی ستارہ شناس، کسی فلسفی یا کسی عالم کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آسکتی تھی کہ کائنات میں نظر نہ آنے والی چیزیں بھی موجود ہیں، جو ہر وقت ان کے اردگرد، حتیٰ کہ خود ان کے اندر رہتی ہیں۔

(قرآن مجید کے بیشتر تراجم میں آج بھی نظر نہ آنے والی چیزوں کے آگے بریکٹ لگا کر ''جن''، ہوا، فرشتے یا ملائکہ لکھ دیا جاتا ہے)۔

آیئے دیکھتے ہیں نزولِ قرآن کے صدیوں بعد ان نظر نہ آنے والی چیزوں کے بارے میں انسان کو کس طرح علم ہوا۔

سائنس کی دنیا:

جو چیزیں ہمیں یا انسانوں کو دکھائی دیتی ہیں ان سے تو ہر شخص واقف ہے لیکن جو چیزیں ہمیں نظر نہیں آتیں، ان کی اقسام، تعداد اور مقدار اتنی زیادہ ہے کہ انسانی عقل ان کا اندازہ لگانے سے معذور ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ جو نظر آ رہا ہے وہ اصل کے مقابلے میں دس فیصد بھی نہیں ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے جو کچھ ہماری آنکھیں دیکھ سکتی ہیں وہ سب کچھ بھی ان اجزاء سے تشکیل پاتا ہے، جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ان میں خود ہمارا اپنا جسم بھی شامل ہے۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات میں زیادہ مقدار اس مادّے کی ہے جو ہمیں کسی بھی ذریعے سے دکھائی نہیں دیتا۔ سائنس دانوں نے اس نظر نہ آنے والے مادے کو ڈارک میٹر (Dark Matter) کا نام دیا ہے۔

یہ ڈارک میٹر کیا ہے، کن اجزاء سے بنا ہے اور اس کی شکل و ماہیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں ابھی سائنس دانوں کو کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ اس موضوع پر سائنس دانوں نے 1970 میں غور و فکر شروع کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انسان کو نظر ہی کیا آتا ہے؟

اس کے علاوہ کائنات میں لاتعداد و بے شمار مادّے، توانائیاں، لہریں، روشنیاں اور تاریکیاں بکھری ہوئی ہیں، اس میں سے انسان اپنے پانچ حواسوں سے اسی قدر محسوس کر سکتا ہے جو اس کی زندگی اور بقا کے لئے ضروری ہے۔ البتہ اس زمین پر موجود دوسری مخلوقات، دوسرے ذی حیات ان چیزوں کو بھی دیکھ سکتے ہیں جو ہم انسانوں کو نظر نہیں آتیں۔

حشرات الارض مثلاً شہد کی مکھیاں، مچھر اور تتلیاں وغیرہ روشنی کی ان لہروں کو بھی دیکھ سکتی ہیں جو انسانی آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتیں۔

روشنی کی اقسام:

سائنس کے طالبِ علم جانتے ہیں کہ روشنی کی لہروں کی کئی اقسام ہیں۔ ان کے نام ہیں: ریڈیو ویوز، UHF، VHF، ریڈار ویوز، انفرا ریڈ، نظر آنے والی روشنی، الٹرا وائلٹ، ایکس ریز اور گاما ریز۔ روشنی کی ان تمام اقسام میں سے روشنی کی صرف ایک قسم ہم انسانوں کو نظر آتی ہے اور اسی کے ذریعے ہم دوسری چیزوں کو دیکھ پاتے ہیں۔

اس کے برعکس حشرات الارض روشنی کی الٹرا وائلٹ لہروں کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً شہد کی مکھیاں پھولوں کو الٹرا وائلٹ روشنی کی مدد سے دیکھتی ہیں۔ جو پھول ہمیں زرد رنگ کا نظر آتا ہے، شہد کی مکھیوں کو وہ نیلے رنگ کا دکھائی دیتا ہے، اور اس طرح انہیں پھول کی پنکھڑیوں اور ڈیزائن میں وہ تفصیلات نظر آتی ہیں جن کی مدد سے وہ پھولوں میں موجود پھولوں کے رس اور اس کے زردانے تک پہنچتی ہیں۔

آج ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اردگرد نظر نہ آنے والی چیزوں میں ایٹم،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مالیکیولز، جراثیم، وائرس، بیکٹیریا، خود ہمارے جسم کے خلیے اور دوسری بے شمار چیزیں شامل ہیں جنھیں مائکرو اسکوپ کے بغیر دیکھا ہی نہیں جا سکتا۔ لیکن کیا انسانی علم اور شعور ہمیشہ سے ہی ایسا تھا کہ وہ ان نظر نہ آنے والی اشیاء کا ادراک کر سکے؟

نظر نہ آنے والی چیزوں کا نظارہ:

کائنات اور کائنات کے اجزا کو سمجھنے میں انسانی عقل و شعور نے بتدریج ترقی کی ہے۔ نظر نہ آنے والی اشیاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا آغاز آج سے چند سو سال پہلے ممکن ہو سکا ہے۔

آیئے ایک نظر ڈالتے ہیں کہ مائکروسکوپک ورلڈ یعنی خرد بینی دنیا کے دروازے انسانوں کے سامنے کب وا ہونا شروع ہوئے اور اس دنیا میں موجود خرد بینی اجسام کی دریافت کے بعد انسانوں نے ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت، علاج معالجے، کھیتی باڑی اور جنگی ساز و سامان سے لے کر خلائی میدان تک میں کس قدر تیز رفتاری سے ترقی کے زینے طے کئے ہیں۔

بابل و نینوا اور یونان کے فلسفی:

نظر نہ آنے والی چیزوں کے حوالے سے علوم و فنون کے قدیم مراکز مثلاً بابل و نینوا، مصر، ہندوستان اور یونان کے علماء بھی لاعلم تھے۔ انہوں نے دوسرے میدانوں مثلاً علم نجوم اور ریاضی میں یقیناً قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں لیکن نظر نہ آنے والی چیزوں کے بارے میں ان کا علم نہ ہونے کے برابر تھا۔

یونان کے قدیم علماء اگرچہ ذرّے کو دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن اس بات پر بہرحال

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یقین رکھتے تھے کہ ذرہ یعنی ایٹم دنیا کی سب سے زیادہ چھوٹی چیز ہے اور اسے مزید تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ (حوالہ: How Science Works)

نظر نہ آنے والی چیزوں کا نظارہ:

نظر نہ آنے والی چیزوں کے نظر آنے کا آغاز محدّب شیشے اور خردبین کی ایجاد کے بعد ممکن ہوسکا۔ سولہویں صدی عیسوی میں برطانیہ کے ایک سائنس دان رابرٹ ہک نے بوتل کو بند کرنے والے کارک کے ایک ٹکڑے کو اپنی سادہ سی خردبین کی مدد سے دیکھا تو اسے کارک کے اندر موجود کارک کے ننھے ننھے ذرات نظر آئے جو بغیر خردبین کے نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔ رابرٹ ہک نے انہیں سیلز (Cells) کا نام دیا۔

آج کسی بھی ذی حیات کے خلیوں کو Cell یا خلیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ دراصل رابرٹ ہک نے پہلی بار استعمال کیا تھا۔

1665 میں رابرٹ ہک کی ایک کتاب (MICROGRAPHIA) شائع ہوئی جس میں اس نے پہلی بار ان اجسام کی خردبینی تصاویر شائع کیں جو اس سے پہلے انسان کی حدِّ بصارت سے بالاتر تھیں۔

بیماریاں اور خردبینی اجسام:

اٹھارویں صدی کے آغاز تک لوگ متعدی بیماریوں کا شکار تو ہوتے تھے لیکن ان کے سائنسی اسباب جاننے سے قاصر تھے۔ بیکٹیریا نامی مخلوق کو دیکھا جا چکا تھا لیکن اٹھارویں صدی عیسوی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سے بیکٹیریا بیماریاں پھیلاتے ہیں اور کون سے بیکٹیریا انسان اور دوسرے ذی حیات کے لئے سودمند،

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بلکہ ان کی زندگی کے لئے ناگزیر ہیں۔

ویکسین کی دریافت:

1796 میں انگلینڈ کے ایڈورڈ جینر (EDWARD JENNER) نے ویکسین دریافت کی جس کے ذریعے چیچک کی بیماری سے بچا جا سکتا تھا۔

لیکن ایڈورڈ جینر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ویکسین جسم میں جا کر کس طرح کام کرتی ہے۔ بعد میں لوئس پاسچر نے نظر نہ آنے والے جراثیم کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ بیماریاں خردبینی اجسام کے ذریعے پھیلتی ہیں۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں فرانس کے عظیم سائنس دان لوئیس پاسچر (louis pasteur) نے اپنے تجربات سے معلوم کیا کہ بیماریاں نظر نہ آنے والے جراثیم کے ذریعے پھیلتی ہیں۔ اس نے مریضوں پر پہلی مرتبہ اینٹی سپٹک ادویات کا استعمال شروع کیا۔

لوئس پاسچر کے نظریے سے ایک انگریز سرجن جوزف لسٹر (Joseph Lister) نے استفادہ کیا اور اینٹی سپٹک ادویات کو زخموں پر اسپرے کر کے جراثیم کو ختم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

مسلمان طبیبوں کا کردار:

وبائی امراض اور ان کے پھیلنے کے اسباب کے بارے میں جو آگاہی مغربی دنیا میں اٹھارویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئی اس کا شعور مسلمان طبیبوں کو تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی میں حاصل تھا۔ وہ جراثیم، بیکٹیریا یا وائرس کے بارے میں تو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہیں جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ کئی امراض ایسے ہیں جو ایک شخص سے دوسرے شخص تک منتقل ہوتے ہیں۔ ابوجعفر بن خاتمہ نے تیرھویں صدی عیسوی میں طاعون جیسے وبائی مرض کے بارے میں لکھا کہ یہ مرض ایک مریض سے دوسرے کو لگتا ہے۔

ابن الخطیب نامی مسلمان طبیب جو غرناطہ میں پیدا ہوا اس نے طاعون پر ایک رسالہ تحریر کیا اور اپنے تجربات سے ثابت کیا کہ یہ مرض، مریض کے کپڑوں، برتنوں اور کان میں پہنے جانے والی بالیوں کے ذریعے ایک مریض سے دوسرے صحت مند شخص تک پہنچتا ہے۔

اس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ اگر بندرگاہ پر کسی دوسرے علاقے سے کوئی مریض داخل ہو جائے تو وہ اس شہر میں بیماری پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مادہ، ایٹم، مالیکیول:

قارئین کرام ابھی ہم نے اپنے اردگرد موجود نظر نہ آنے والی ان چیزوں کی بات کی ہے جن کا شمار ذی حیات میں کیا جاتا ہے۔ اب ہم ایک جائزہ پیش کرتے ہیں کہ مادے یا ایٹم کے بارے میں سائنس دانوں نے کب سوچنا شروع کیا۔

1830 تک اگرچہ سائنس کافی ترقی کر چکی تھی اس کے باوجود جان ڈیلٹن (JOHN DALTON) اور دوسرے بڑے سائنس دان ذرے کو دنیا کی سب سے چھوٹی چیز سمجھتے تھے۔ یہ وہ نظریہ تھا جو یونان سے دنیا میں رائج ہوا تھا۔

سولھویں صدی عیسوی میں آئرلینڈ کے رابرٹ بائل (ROBERT BOYLE) نے پہلی بار معلوم کیا تھا کہ ہمارے اردگرد موجود ہوا (AIR) تنہے منے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ذرات سے مل کر بنی ہے۔ لیکن یہ ذرات کیا ہیں؟ اس کے بارے میں حتمی بات سامنے نہیں آئی۔

1774 میں فرانس کے سائنس دان انتھونی لاویزیر نے آکسیجن کا پتا چلایا جو ہر وقت ہمارے اردگرد موجود رہتی ہے لیکن نظر نہیں آتی۔

1803 میں برطانیہ کے جان ڈیلٹن نے معلوم کیا کہ عناصر (ELENETS) دراصل کئی ایٹمز سے مل کر بنتے ہیں اور ان ایٹمز (ATOMES) کی ترتیب ہر عنصر میں مختلف ہوتی ہے۔

ذرے سے بھی چھوٹے اجسام:

1897 میں برطانیہ کے سائنس دان جوزف تھامسن نے پہلی بار ذرے سے بھی چھوٹی چیز یعنی الیکٹران کو دریافت کیا۔ اس کے نیوزی لینڈ کے ایک شاگرد ارنسٹ روتھ فورڈ (ERNEST RUTHERFORD) نے اسے ایٹم یا ذرے کے مرکز کے گرد گھومتے ہوئے الیکٹران کی طرف متوجہ کیا تھا۔ اس دریافت کے کچھ ہی عرصے بعد سائنس دانوں نے الیکٹران کے علاوہ پروٹون اور نیوٹران کا بھی پتا چلا لیا۔

ذرّے کا تصور تو دنیا میں قدیم زمانے سے موجود تھا لیکن ذرے سے چھوٹی چیز یعنی الیکٹران، پروٹون اور نیوٹران کے بارے میں کوئی شخص سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ذرے سے بھی چھوٹے ذرات:

بیسویں صدی میں سائنس دانوں نے اپنے آلات کے ذریعے خود الیکٹران، پروٹون اور نیوٹرانز کے اندر مزید چھوٹے ذرّات کا پتا چلایا۔ ان ذرّات کو سائنسی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زبان میں کوارک (Quark) کہا جاتا ہے۔

ایٹم، ان کے الیکٹران، پروٹون اور نیوٹران بھی ان چیزوں میں شامل ہیں جو ہمارے اردگرد ہماری غذا، ہوا، پانی اور خود ہمارے اپنے وجود میں ہر وقت موجود رہتی ہیں لیکن ہمیں اپنی ان آنکھوں سے نظر نہیں آتیں۔ آخر ہم بھی تو اسی مادّے سے بنے ہیں جس سے یہ زمین و آسمان بنے ہیں۔

نظر نہ آنے والی چیزوں میں سے ہم نے چند کا تذکرہ کیا جو انسانی آنکھ کی حدِّ بصارت سے بالاتر ہیں اور جن کی طرف قرآن مجید نے ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کو سب سے پہلے متوجہ کیا تھا۔

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

نظر نہ آنے والی چیزوں یعنی مائیکرو اسکوپک ورلڈ (خرد حیاتیات کی دنیا) کے بارے میں سب سے پہلے قرآن مجید نے اپنی آیات کے ذریعے انسانوں کو متوجہ کیا۔ ساتویں صدی عیسوی سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک اس کرّۂ ارض پر ان مائیکرو اسکوپک یعنی خردبینی ذی حیات کے بارے میں کسی انسان کو کچھ علم نہیں تھا۔ اس عہد میں سب سے پہلے قرآن مجید نے انسانوں کو خردبینی دنیا کی طرف متوجہ کیا۔

''تو مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جو تمہیں نظر آتی ہیں اور جو (چیزیں) تمہیں نظر نہیں آتیں کہ بے شک (یہ قرآن) ایک کریم رسول کا لایا ہوا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کی تُک بندی نہیں۔۔۔۔ مگر تم لوگ تو بہت کم ایمان لاتے ہو۔''

(سورہ الحاقہ، آیات 40 تا 38)

نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک ذرّے ہی کو دنیا کی سب سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چھوٹی چیز سمجھا جاتا تھا لیکن ذرے سے بھی چھوٹے اجسام کی موجودگی کے بارے میں سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات نے ساتویں صدی عیسوی میں انسانوں کو متوجہ کیا۔

''اور تمہارے پروردگار سے ذرّہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہیں رہ سکتی۔ نہ زمین میں، نہ آسمان میں۔ اور نہ کوئی چیز ذرّے سے چھوٹی (مثلاً الیکٹران، پروٹون، نیوٹرون یا کوارک) نہ اس سے بڑی.... مگر وہ روشن کتاب (لوح محفوظ) میں ضرور (موجود) ہے۔''

(سورہ یونس آیت۔41)

قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق علمائے قرآن اور مفکرینِ اسلام بھی انسانوں کو زمین پر موجود اللہ تعالیٰ کی ان دیدہ اور نادیدہ مخلوقات کی جانب متوجہ کرتے رہے۔ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے آج سے 14 سو سال پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ننھی منی مخلوقات کی طرف متوجہ کیا اور چیونٹی، ٹڈی اور چمگادڑ جیسی مخلوقات کو اپنے خطبات کا موضوع بنایا۔ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر 153 میں آپؑ نے چمگادڑ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ان (چمگادڑوں) کے پر گوشت ہی سے بنائے ہیں۔ تم ان (کے پروں) کی رگوں (کیپلریز/خون کی نالیوں) کی جگہ کو دیکھو گے تو اس (اللہ) کے نشان ظاہر ہیں''۔

واضح رہے انسانی بال سے بھی کئی گنا باریک خون کی نالیوں کا نظارہ سولہویں صدی عیسوی میں ممکن ہوسکا۔ چمگادڑ کے پروں میں موجود خون کی ان نالیوں کو سب سے پہلے سولہویں صدی عیسوی میں اٹلی کے سائنس دان مارسیلو (MARCELO MALPIGHI) نے آتشی شیشے کی مدد سے دیکھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک اور مقام پر چیونٹی کی تخلیق پر گفتگو فرمائی۔

''کیا وہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو نہیں دیکھتے کہ جنہیں اللہ نے پیدا کیا ہے! وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کس طرح ان کے لئے کان اور آنکھ کے سوراخ کھولے ہیں اور ان کی ہڈی اور کھال کو درست کیا ہے۔ ذرا اس چیونٹی کی طرف دیکھو، اس کی جسامت، اختصار (مِنی ایچرائی زیشن) اور شکل وصورت کی باریکی پر نظر کرو۔ اتنی چھوٹی ہے کہ گوشۂ چشم سے بہ مشکل دیکھی جا سکے۔

اگر تم غور وفکر کے راستوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد پر پہنچ جاؤ گے تو سمجھ سکو گے کہ جو (اللہ) چیونٹی کا خالق ہے، کھجور کا درخت بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ تمام ذی حیات (Living Things) کے اعضاء میں باریک ہی سا تو فرق ہے!''

(حوالہ: نہج البلاغہ۔ خطبہ 183)

جنگ صفین کے دنوں میں ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے ایک دعا فرمائی۔ اس دعا کے چند جملے ہم پیش کر رہے ہیں جن میں نظر آنے اور نظر نہ آنے والی مخلوقات کا تذکرہ موجود ہے۔

''.....اے اس زمین کے پروردگار! جسے تو نے انسانوں، حیوانوں اور چھوٹی چھوٹی مخلوقات، معلوم ہونے والی اور نامعلوم، ناقابلِ دید اور قابلِ دید بڑی بڑی چیزوں کے لیے منزلِ قیام بنایا.....''

(اقتباسِ دعا۔ صحیفۂ علویہ: صفحہ 160)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام جعفر صادق علیہ السلام نے آج سے ساڑھے بارہ سو برس پہلے اپنے شاگرد مفضل ابن عمر سے فرمایا:

''یہ تو افزائش نسل کا ایک طریقہ ہے (کہ بچے ماں اور باپ کے اختلاط سے پیدا ہوں)

لیکن اب ذرا ان حیوانات پر بھی غور کرو جن کی بقائے نسل کے لئے ماں باپ دونوں کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں۔۔

ایسے جانداروں کی پیدائش خاص مادوں کے جمع ہونے اور اس میں ایک خاص قوت (توانائی) کے پہنچ جانے کے عمل سے مکمل ہوجاتی ہے۔''

(حوالہ: توحید مفضل۔ سائنسی تشریحات کے ساتھ۔ لیکچر 1 اور 4)

Presented By: https://jafrilibrary.com

تشریح کلام:

جن حیوانات کی طرف امام ع نے ساڑھے بارہ سو برس پہلے اشارہ فرمایا، ماھرین حیاتیات اور سائنس دان انھیں 19 ویں اور 20 ویں صدی عیسوی میں شناخت کر سکے۔۔۔

آج ایسے ذی حیات کو پرتھینو جینس (partheno Genesis) کہا جاتا ہے۔۔ پرتھینو جینس کا مطلب ہے کنواری یا باکرہ۔

اس نوع کی مثالیں:

ھیمر ھیڈ شارک/ٹپ شارک: شارک کی ان اقسام میں نر مچھلی کے کروموزومز پائے ہی نہیں جاتے، بڑی چھپکلیاں (ڈریگن)، ٹرکی مرغی: اس مرغی کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بچے ہو بہ ہو ماں کی کاپی ہوتے ہیں، بچھو کی کئی اقسام/ وائرس/ بیکٹیریا، کیچوؤں کی بعض اقسام میں: ایک ہی کیچوے میں نر و مادہ دونوں کے اعضا پائے جاتے ہیں۔

یہ سب اللہ احسن الخالقین کے حیاتیاتی معجزات ہیں ۔۔۔وہ جو چاہے، جیسے چاہے پیدا کرسکتا ہے۔۔

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت پر اعتراض وارد کرنے والے یہودی:

وہ اللہ خالق کائنات کی حکمت و مصلحت اور خالقیت کے ان اسرار کو سمجھ نہیں سکے اور جناب مریمؑ پر انگشت نمائی کے مرتکب ہوئے۔

آج بھی یہ باتیں بہت سے لوگ مجبوراً مان تو لیتے ہیں لیکن اندر سے مضطرب سے رہتے ہیں کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے کس طرح پیدا ہوسکتا ہے!

اس بارے میں سائنسی حقائق ہم نے بیان کیے ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالی اس ٹیکنیک (یعنی بغیر باپ کے پیدائش) کو جب دوسرے حیوانات میں استعمال کرسکتا ہے تو اس کے لیے اسی ٹیکنالوجی کو انسان میں استعمال کرنے میں کیا رکاوٹ ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید نے اس موضوع پر حتمی دلیل دی ہے۔

''یہ لوگ عیسیٰؑ کی پیدائش پر ایمان نہیں رکھتے اگر چہ آدمؑ کی پیدائش تو اس بھی زیادہ حیران کن ہے۔'' (مفہوم)

ہم نے یہ سائنسی حقائق ان دوستوں کے لیے پیش کیئے جو آیات و احادیث کو (نعوذ باللہ) فرسودہ سمجھتے ہیں اور ہر بات میں سائنسی ثبوت طلب کرتے ہیں۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 23:

ہوا کہاں سے آئی؟

وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

''اور اس کی نشانیوں میں سے کہ وہ ہواؤں کو بشارت دینے والا بنا کر بھیجتا ہے تا کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو۔''

(سورۂ روم۔آیت:46)

موسموں، ہواؤں اور بارشوں سے انسان ہمیشہ سے استفادہ کرتا رہا ہے لیکن نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک دنیا بھر میں کسی انسان کو موسموں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے ادلنے بدلنے کے اسباب معلوم نہیں تھے۔ سب سے پہلے قرآن مجید نے انسانوں کو ان مظاہرِ قدرت کی طرف متوجہ کیا۔

آیئے ایک نظر ڈالتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے صدیوں بعد مغرب کے سائنس دانوں نے ان اَسرارِ کائنات کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں۔

سائنس کی دنیا:

سائنس دانوں کے مطابق ہماری یہ دنیا یعنی یہ کرۂ ارض آج سے 4.6 ارب سال پہلے وجود میں آیا۔ اس سے پہلے یہ گرد و غبار، دھاتوں مٹی اور گیسوں کا کروڑوں، لاکھوں میل میں چکر کھاتا ہوا ایک بگولا تھا۔ اپنی تیز رفتار گردش کے سبب گرد و غبار کا یہ بگولا ہزاروں لاکھوں سال کے اندر اپنے مرکز میں سمٹنے لگا اور اس کے اندر کششِ ثقل پیدا ہو گئی۔ اس کششِ ثقل کے سبب اس کا مرکز ٹھوس شکل اختیار کرنے لگا اور یہ آتشی گولا آخر کار سورج کے گرد گھومنے والا ایک سیارہ بن گیا جسے آج ہم زمین کہتے ہیں۔

یہ ہوائیں اور فضائیں:

یہ ہوائیں، فضائیں، بادل اور گھٹائیں، یہ بارش اور برف باری، یہ آندھیاں اور بگولے جنہیں آج ہم دیکھتے ہیں اور جن کے سبب ہم اور دوسرے ذی حیات زندہ ہیں، یہ سارے ادلتے بدلتے موسم ایک دن میں نہیں ہزاروں لاکھوں سال میں خالق کائنات کی بے مثال منصوبہ بندی کے سبب وجود میں آئے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 22:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ ﴿٢١﴾

اس (فرشتہ) نے کہا میں تو تمہارے پروردگار کا فرستادہ ہوں تا کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں ہے اور نہ ہی میں بدکردار ہوں۔ فرشتہ نے کہا یونہی ہے (مگر) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے وہ کام میرے لئے آسان ہے۔ اور یہ اس لئے بھی ہے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی قرار دیں اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔

(سورۂ مریم آیت 19، 20، 21)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زہر آلود فضا:

آج سے 4.6 ارب سال پہلے زمینی فضا ہائیڈروجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ جیسی زہریلی گیسوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس کے لاکھوں سال بعد سورج سے نکلنے والی شمسی آندھیوں میں موجود ذرات، زمین سے نکلنے والے آتش فشانی لاوے اور گرم پانی کے چشموں نے مل کر زمینی فضا میں تبدیلیاں پیدا کرنا شروع کیں۔ اس کے بعد زمین پر لاکھوں سال تک پانی برستا رہا۔

کروڑوں سال میں زمین ٹھنڈی ہوئی تو فضا میں موجود آبی بخارات ایک دوسرے سے ملنے لگے اور فضا میں موجود گیسوں کے ساتھ مل کر زہریلی گیسوں کی بارش برسانے لگے بعد میں انھی بارشوں نے سمندروں اور جھیلوں کی شکل اختیار کرنا شروع کردی۔ ابتدائی زمانوں میں آکسیجن گیس جو زندگی کے لئے ناگزیر ہے اس کی بہت کم مقدار فضا میں موجود تھی لیکن جب اگلے مرحلوں میں سمندروں کے اندر پودوں نے سر اٹھانا شروع کیا تو زمینی فضا آکسیجن سے بھرنے لگی۔

زہریلی گیسیں چٹانوں میں جذب ہوگئی:

لاکھوں سال کے ارتقائی عمل میں بڑے بڑے پیڑ وجود میں آئے اور آکسیجن پیدا کرنے لگے۔ اسی دوران کاربن ڈائی آکسائیڈ نامی زہریلی گیس آسمانی بارشوں کے سبب سمندروں میں تحلیل ہوتی چلی گئی یا پھر چٹانی سلسلوں میں کہیں جذب ہوگئی۔

آپ جانتے ہیں کہ پیڑ پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو استعمال کرتے ہیں اور اپنے اندر سے آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ انسان اور دوسرے ذی حیات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ آکسیجن استعمال کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوارب سال پہلے:

سمندروں میں پودوں کے پیدا ہونے کے بعد آج سے دوارب سال پہلے زمینی فضا میں زندگی کے لئے ضروری گیس یعنی آکسیجن کی مقدار بڑھنے لگی۔ آج کرۂ ارض کی فضا یعنی ٹروپوسفیر کا 99 فی صد آکسیجن اور نائٹروجن گیس پر مشتمل ہے۔ آکسیجن کی مقدار 21 فی صد اور نائٹروجن کی مقدار 78 فی صد ہے۔ ان کے علاوہ 1 فی صد میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، آبی بخارات اور معمولی مقدار میں ہیلیم، نیون اور اوزون نامی گیسیں شامل ہیں۔

> آیاتِ قرآنی کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے اہلِ بیت علیہم السلام بھی اپنے اپنے زمانوں میں اس دور کی انسانی عقل و فہم کے مطابق علومِ قرآنی کو انسانوں کے سامنے بیان کرتے رہے۔

آکسیجن گیس کی اہمیت:

ہمارے اردگرد موجود ہوا گیسوں کے اسی آمیزے پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان میں سے آکسیجن گیس خشکی اور سمندروں میں موجود پیڑ پودوں کے ذریعے پیدا ہو کر فضا میں شامل ہوتی ہے۔ آکسیجن گیس سانس لینے اور آگ روشن کرنے کے لئے ناگزیر ہے۔ درخت کی لکڑیوں میں آکسیجن موجود ہوتی ہے۔ جب ہم کسی لکڑی کو جلاتے ہیں تو لکڑی اسی گیس کے سبب آگ پکڑتی ہے۔

بعد میں فضا میں موجود آکسیجن گیس اس آگ کو مزید بھڑکانے اور قائم رکھنے میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مدد فراہم کرتی ہے۔ اگر یہ آکسیجن گیس زمین کی فضا میں موجود نہ ہوتو یہاں پر سانس لینا یا کسی بھی چیز کو جلانا ممکن نہیں ہوگا۔

انسانوں نے ان موضوعات پر کب سوچنا شروع کیا؟

اس طرح کے موضوعات پر دنیا کے ذہین انسانوں نے پہلی پہلی بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کئی صدی پہلے غور کرنا شروع کیا۔ اس حوالے سے مشہور یونانی فلسفی ارسطو کی کوششیں سب سے پہلے سامنے آئیں۔ ارسطو نے اس موضوع پر باقاعدہ ایک کتاب تحریر کی جس کا نام میٹرولوجیا (METREOROLOGIA) تھا۔ اس موضوع پر ارسطو (ARISTOTLE) کے کئی نظریات درست تھے لیکن زیادہ تر نظریات بعد میں حقیقت کے برعکس ثابت ہوئے۔ مثلاً ارسطو نے ہوا کو ایک عنصر شمار کیا حالانکہ ہوا کئی عنصر کا مجموعہ ہے۔

اس موضوع پر مسلمان سائنس دانوں نے بھی کام کیا اور انہوں نے موسموں کی تبدیلی کو ستاروں کی حرکات سے منسوب کیا۔ یہ علم بعد میں یورپ پہنچا اور یورپ کے سائنس دانوں نے مسلمانوں کی ابتدائی کوششوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ پندرھویں صدی عیسوی کے اختتام پر براعظم یورپ کے بیشتر حصّوں میں موسموں کی پیش گوئی عام بات ہوچکی تھی۔

سائنس دانوں نے کیا معلوم کیا:

سولہویں صدی عیسوی میں موسموں، ہواؤں اور فضاؤں کے حوالے سے سائنس دانوں نے بہت سی نئی معلومات حاصل کیں۔ فرانس کے کیمیادان انتھونی لاویزیر کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

شمار دنیا کے بڑے سائنس دانوں میں ہوتا ہے۔ سترھویں صدی عیسوی میں انتھونی لاویزر نے اپنے تجربات کے بعد یہ بتایا کہ فضا میں موجود گیسوں میں زیادہ مقدار صرف دو گیسوں یعنی آکسیجن اور نائٹروجن کی ہے۔

فضا میں دوسری گیسیں جو بہت کم مقدار میں ہوتی ہیں ان کے بارے میں 1890 عیسوی میں معلومات حاصل ہوسکیں۔ سائنس دانوں کے مطابق جب فضا میں موجود درجۂ حرارت میں تبدیلی کے سبب حرکت ہوتی ہے تو اس سے وہ چیز ہمیں محسوس ہوتی ہے جسے ''ہوا'' کہا جاتا ہے۔

ہوا کی اقسام:

آج ہم کرۂ ارض پر ہواؤں کی بہت سی اقسام کو جانتے ہیں۔ یہ ہوا ہمارے ارد گرد ہر وقت موجود ہوتی ہے۔ لیکن اکثر ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔ یہ ہوا تیز چلنے لگے تو ہمیں اپنے جسموں پر محسوس ہوتی ہے یا اس کی وجہ سے درخت پیڑ پودے حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی ہوا زیادہ تیز ہوجائے تو آندھی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور یہی ہوا جو کرۂ ارض پر زندگی کی ضمانت ہے اکثر بڑی تباہی کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ ٹورنیڈو یا ہیری کن جیسے طوفانوں کی شکل اختیار کر کے ساحلی آبادیوں میں بے پناہ تباہی پھیلاتی ہے۔

(How Earth Works:حوالہ)

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

سائنس دانوں نے 17ویں صدی عیسوی میں معلوم کیا کہ جو گیس درختوں سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نکلتی ہے اور جو گیس آگ کو جلنے میں مدد فراہم کرتی ہے وہ درختوں سے نکلتی ہے۔

قرآن مجید نے اسی سائنسی حقیقت کو آج سے 14 سو سال پہلے بیان کیا تھا۔ مثلاً:

''وہی (تو اللہ) ہے جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر تم اس سے (مزید) آگ سلگاتے ہو۔''

(سورۂ یٰسین۔ آیت 80)

سائنس دانوں نے انیسویں صدی عیسوی میں موسموں، ہواؤں اور بارشوں کے اسباب پر غور و فکر کرنا شروع کیا جب کہ قرآن مجید اس سے صدیوں پہلے ان سب عوامل کے سائنسی اسباب بیان کر رہا تھا۔ مثلاً:

''اور اس کی نشانیوں میں سے کہ وہ ہواؤں کو (بارشوں کی) بشارت دینے والا بنا کر بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو۔''

(سورۂ روم، آیت 46)

آیاتِ قرآنی کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے اہلِ بیت علیہم السلام بھی اپنے اپنے زمانوں میں اس دور کی انسانی عقل و فہم کے مطابق علومِ قرآنی کو انسانوں کے سامنے بیان کرتے رہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد مفضل ابن عمر سے اثباتِ وجودِ خدا کے حوالے سے گفتگو کے دوران، ہوا کے بارے میں ایسے سائنسی انکشافات فرمائے جنہیں سائنس دانوں نے صدیوں کے تجربات و مشاہدات کے بعد معلوم کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مفضل! تمہارے لئے یہ نسیم، جسے ہوا کہتے ہیں اور اس (کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چلنے) میں جو مصلحتیں ہیں وہی عبرت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ ہوا اجسام وابدان کی زندگی کا باعث ہے۔ بیرونی جانب سے جب ہم اسے سانس لینے کے دوران جذب کرتے ہیں اور یہ اندرونی جانب سے روح سے ملتی ہے تو حیات کو قائم رکھنے والی ہوتی ہے۔

اسی ہوا کے اندر آوازیں سفر کرتی ہیں جنہیں یہ ہوا دور دور تک لے جاتی ہے۔ یہی ہوا خوشبوؤں کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک اُڑا کر لے جاتی ہے۔ اسی طرح یہی ہوا آوازوں کو بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے۔

مفضل! دیکھو ۔۔۔ آواز ایک اثر ہے جو اجسام کے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے پیدا ہوتا ہے اور ہوا اسے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ اسی سے نسیم (یعنی ہلکی ہوا) بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہوا بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑا کر لے جاتی ہے۔ ہوا، اجسام سے فاسد مادوں اور خرابیوں کو دور کرتی ہے۔ درختوں میں پھل پھول پیدا کرتی ہے، کشتیوں کو چلاتی ہے۔ غذائی اجزا کو نرم ولطیف بناتی ہے، پانی کو ٹھنڈا کرتی ہے اور آگ کو بھڑکاتی ہے۔ اگر یہ چلنے والی ہوا نہ ہوتو نباتات خشک ہوجائیں اور حیوانات مرجائیں۔"

(حوالہ: توحید مفضل: سائنسی تشریحات کے ساتھ۔ جلد:3)



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 24:

مٹّی کا انسان

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ
ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ

''اور ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ مقام (رحمِ مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا۔''

(سورۂ مومنون، آیات 12و13)

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ اللہ رب العالمین کا یہ ارشاد ہمارے ایمان کا حصّہ ہے لیکن بہت سے لوگ اکثر یہ سوچتے ہیں کہ ہم سب انسان تو گوشت پوست اور ہڈیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے جسم میں مٹّی تو کہیں نظر ہی نہیں آتی!

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کو ضرور اللہ نے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مٹی سے بنایا تھا لیکن ان کے بعد سے تمام انسان گوشت پوست ہی سے پیدا ہو رہے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور وہ یہ کہ آج بھی ہر انسان مٹی ہی سے پیدا ہو رہا ہے، مٹی ہی سے نشوونما حاصل کر رہا ہے اور آخر کار مٹی ہی میں واپس جا رہا ہے۔

اور انسان ہی کیا:

ایک انسان ہی کیا آپ اپنے اردگرد دور دور تک نظر دوڑائیے.... کیا آپ کو حدِ نگاہ تک کوئی ایسی چیز نظر آ رہی ہے جو زمین و آسمان کے علاوہ کہیں اور سے آئی ہے؟ اناج، پھل، سبزیاں، پھولوں کی بیلیں، پیڑ پودے سب مٹی ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ فرنیچر، کھڑکیاں، دروازے، ٹی وی، فریج، قالین، لباس، سیمنٹ کی دیواریں، پلاسٹک کا سامان، ہر چیز کبھی مٹی ہی کے اندر تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مٹی ہی سے آغاز اور مٹی ہی انجام:

مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں اگرچہ مٹی سے پیدا ہوتی ہیں لیکن مٹی ہی ان سب کو آہستہ آہستہ پرانا بھی کرتی رہتی ہے اسی لیے ہر چیز کو مٹی سے بچایا جاتا ہے لیکن بہرحال ایک دن آئے گا کہ یہ سب چیزیں دوبارہ مٹی میں واپس چلی جائیں گی۔ یہی معاملہ انسان کا ہے۔

انسان بھی مٹی سے پیدا ہوا اور اسے بھی دوبارہ مٹی میں چلے جانا ہے۔ انسان اور دوسرے جانداروں میں ایک بات مشترک ہے۔ وہ یہ کہ انسان اور تمام ذی حیات کی زندگی کا دارومدار مٹی ہی پر ہے۔ انسان نہ صرف مٹی سے پیدا ہوا بلکہ وہ اب بھی زندگی کا ایک ایک لمحہ مٹی ہی کے سہارے گزارتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جو زمین میں ہے وہ انسانی جسم میں بھی ہے:

ماہرینِ حیاتیات جانتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جو مٹی میں پائی جاتی ہیں وہ انسانی جسم میں بھی موجود ہیں البتہ ان سب کی مقدار ایک جیسی نہیں۔

یہ عناصر جسم انسانی کی کارکردگی میں جو خدمات سرانجام دیتے ہیں ان کے بارے میں اتنا سمجھ لیں کہ ان کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ ان کی مقدار میں ذرا سی کمی بیشی بھی انسان کو بہت سی بیماریوں، مشکلات حتیٰ کہ موت سے بھی دوچار کر سکتی ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تمام عناصر زمین یا مٹی ہی کی بدولت گوشت، دودھ، پھل، سبزیوں، انڈوں اور اناج کی شکل میں جسم انسانی تک پہنچتے ہیں۔

> مٹی کے اندر موجود یہ عناصر دودھ اور لحمیات کے ذریعے آخر کار انسانی جسم میں پہنچ جاتے ہیں اور ہمارے جسم کے اندر موجود ایک پُر پیچ نظام اسے ہمارے جسم میں اس جگہ پہنچا دیتا ہے جہاں جس عنصر کی ضرورت ہوتی ہے۔

غذائی اجزا کی بہ آسانی دستیابی:

غذا، مشروبات، ہوا اور پانی کو ہمارا جسم کس طرح استعمال کرتا ہے، یہ موضوع بہت بڑا ہے اور اس مضمون میں سمویا نہیں جا سکتا۔ (جو دوست اس کی کسی قدر تفصیل جاننا چاہیں وہ ہماری کتاب ''جسم کے عجائبات'' ملاحظہ فرمائیں)۔ اب آپ تصور فرمائیں کہ اگر انسان کو زندہ رہنے کے لئے ان تمام عناصر کو زمین سے الگ الگ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ڈھونڈنا پڑتا تو پھر کیا وہ دوسرا کوئی کام کر سکتا تھا!

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ذریعے انسانوں کے زندہ رہنے کے لئے ان تمام عناصر (اور ان کے علاوہ لاتعداد چیزوں) کے بے شمار ''کارخانے، فیکٹریاں'' زمین کے اندر اور زمین کے اوپر قائم کر دیں تا کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے شدید مشکلات بلکہ ناممکنات سے نہ گزرنا پڑے اور وہ اس طرف سے بے فکر ہو کر وہ اپنی ان ذمے داریوں کو پورا کر سکے جن کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

غذاؤں کے زیرِ زمین کارخانے:

زمین سے حاصل ہونے والے عناصر کے بغیر جسمِ انسانی کی تخلیق اس کی نشوونما، تندرستی اور صحت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ زمین کے اندر بے شمار لاتعداد نباتات کو تیار کرنے کے لیے نادیدہ ''کارخانے'' کام کر رہے ہیں۔ ان کارخانوں میں ننھے منے بیجوں کے ذریعے اناج، پھل، سبزیاں اور مختلف جڑی بوٹیوں کی چھوٹی چھوٹی ''فیکٹریاں'' اور بڑے بڑے کارخانے یعنی پیڑ پودے تیار کیے جاتے ہیں۔

زمین کے اوپر کارخانے:

پھلوں کے درخت، پھولوں اور سبزیوں کے پودے اور بیلیں، اناج کی بالیاں، یہ سب ''فیکٹریاں اور کارخانے'' زمین ہی پر قائم ہیں اور زمین کے اندر سے مٹی میں موجود مختلف عناصر حاصل کر کے انہیں انار، سیب، انگور، پیاز، ٹماٹر، گاجر، گندم، جو اور باجرے وغیرہ کی شکل میں ہمارے اور آپ کے لیے پیش کرتے رہتے ہیں۔

انہی پھلوں اور سبزیوں کے ذریعے فضا میں موجود، زندگی کے لئے ایک ضروری

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن کریم میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

''بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم لوگ بوتے ہو کیا تم لوگ اُگاتے ہو؟ یا ہم اُگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو اسے چور چور کر دیتے تو تم باتیں ہی بناتے رہ جاتے۔''

(سورۂ واقعہ، آیات 23-24-25)

گوشت اور دودھ کے ذریعے غذائیت:

ہماری غذا میں حلال جانوروں کا دودھ اور گوشت بھی شامل ہوتا ہے۔ لحمیات (یعنی پروٹین) ہمیں زیادہ تر گوشت ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ پروٹین ہمارے جسم کی ناگزیر ضرورت ہے۔ یہ حلال جانور گھاس پھونس، کانٹوں اور پتوں کو کھا کر زندہ رہتے ہیں اور ہمارے لئے طرح طرح کی پروٹین تیار کرتے ہیں۔

دودھ دینے والے چوپایوں کے لئے زمین خاص قسم کی غذا الگ سے تیار کرتی ہے۔ زمین میں موجود یہی عناصر ان جانوروں کی بھوک مٹاتے ہیں۔ ان کی نشوونما اور تندرستی قائم رکھتے ہیں اور جانوروں کے جسم میں موجود بے حد پیچیدہ اور پُراسرار نظام سے گزر کر انسانوں کے لئے دودھ اور گوشت تیار کرتے ہیں۔

پُر پیچ نظام:

مٹی کے اندر موجود یہ عناصر دودھ اور لحمیات کے ذریعے آخر کار انسانی جسم میں پہنچ جاتے ہیں اور ہمارے جسم کے اندر موجود ایک پُر پیچ نظام اسے ہمارے جسم میں اس جگہ پہنچا دیتا ہے جہاں جس عنصر کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک بالغ آدمی کو روزانہ ساٹھ گرام لحمیات (پروٹین) کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ جسم

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

گیس نائٹروجن ایک پُر پیچ عمل سے گزر کر ہم تک پہنچتی ہے۔ (اس کی تفصیل جاننا چاہیں تو ہماری کتاب ''عرفان دعائے عرفہ'' کا مطالعہ کریں)۔

الگ الگ ذائقے اور پیکنگ:

ہر پھل اور سبزی اور اناج میں الگ الگ فلیورز (ذائقے) شامل کیے جاتے ہیں کہ ہم ایک سے ذائقے سے بور نہ ہو جائیں۔ ان سب کارخانوں کی پیداوار، دل کش رنگوں اور خوب صورت و محفوظ پیکنگ میں ہم تک پہنچتی ہے۔

''اور وہی تو اللہ ہے جس نے بہترین باغ پیدا کیے (جن میں مختلف اقسام کے درخت ہیں کچھ انگور کی بیلوں کی طرح) چڑھائے ہوئے اور (کچھ) بے چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جس کے پھل (مزے میں) مختلف اقسام کے ہیں.....''

(سورۂ انعام، آیت 141)

کارخانوں کے کارکن:

ان زیر زمین دیدہ و نادیدہ کارخانوں میں ہزاروں اقسام کے اربوں کھربوں کارکن شب و روز کام کرتے ہیں۔ ان کارکنوں میں بیکٹیریا کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ زمین کے ایک بالشت بھر حصّے میں کروڑوں بیکٹیریا پائے جاتے ہیں۔ ان کی مختلف اقسام اور کام ہیں۔ یہ بیکٹیریا نہ ہوں تو مٹی، پانی، دھوپ، کھاد اور انسانوں کو ان تھک محنت کے باوجود زمین سے ہریالی کی ایک کونپل بھی باہر نہیں نکل سکتی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ بیکٹیریا نہ ہوں تو دنیا سے زندگی کے تمام اقسام فنا ہو جائیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے اندر فرسودگی اور ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے ضائع ہونے والی لحمیات کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔

روٹی اور گوشت سے حاصل ہونے والی حیاتین ''بی'' کی جسم کو بہت معمولی مقدار میں ضرورت پڑتی ہے لیکن اگر یہ معمولی مقدار، مٹی سے نکل کر گندم کے پودے، آٹے اور روٹی کی شکل میں انسان کو نہ ملے تو آنکھ کے کروڑوں راڈ نما خلیوں کی کارکردگی ختم ہو کر رہ جائے جن کی مدد سے ہم نیم تاریکی میں دیکھ سکنے کے قابل ہوتے ہیں۔

ہر انسان کا خام مال زمین میں موجود ہے:

یہ وہ حقائق ہیں جو آج کے سائنسی زمانے میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آج ہم سب جانتے ہیں کہ لحمیات، معدنیات اور دوسرے عناصر ہی انسانی جسم کی تعمیر کرتے ہیں۔ انسانی جسم کی تعمیر میں استعمال ہونے والا سارا خام مال زمین و آسمان میں موجود ہے۔

یہ خام مال انتہائی پُراسرار اور پیچیدہ نظام سے گزرتا ہے اور ایک خاص ترتیب و تناسب کے ساتھ ہر انسان تک پہنچتا ہے اور اس کی تعمیر کرتا ہے۔ ہمارا گوشت، کھال، خون، ہڈیاں، غدود، ہاتھ، پیر، دل و دماغ، آنکھیں، گردے، بال، ناخن غرض کہ سر سے لے کر پیر تک ہمارے تمام اعضاء انہی اجزاء یا عناصر سے تیار ہوتے ہیں جو ابتدائی طور پر کسی اور شکل میں زمین کے اندر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

''وہ (قادر) جس نے جو چیز بنائی (نکھ سکھ) سے خوب (درست) بنائی اور انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی۔'' (سورۂ سجدہ۔ آیت 8)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بچپن، جوانی، بڑھاپا:

ہم بچوں کو دیکھتے ہیں کہ پہلے وہ بالکل ننھے منے اور کمزور ہوتے ہیں۔ پھر مختلف غذاؤں کے روزانہ کھاتے رہنے سے بڑے ہونے لگتے ہیں۔ ان کی ساری غذا (مثلاً دودھ، پھل، گوشت، سبزیاں) بنیادی طور پر مٹی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

مثلاً آپ گوشت کا ایک ٹکڑا کھاتے ہیں تو جسم میں موجود خامرے (این زائمز) اس کی پروٹین کو نئے سرے سے ترتیب دے دیتے ہیں۔ اس نئی ترتیب کی وجہ سے گائے، بکرے یا مرغی کا گوشت انسانی گوشت بن جاتا ہے۔

ساڑھے چودہ سو برس پہلے احسن الخالقین نے یہی تو ارشاد فرمایا تھا:

"(اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے (فائدے کے لئے) زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں سے راہیں (راستے) نکالیں اور اسی نے آسمان سے پانی برسایا۔ ہم ہی نے اس پانی کے ذریعے مختلف اقسام کی گھاس نکالی تا کہ تم خود بھی کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو (بھی) چراؤ۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں عقل مندوں کے (سوچنے کے) لیے (قدرت خدا) کی بہت سے نشانیاں ہیں۔ ہم نے اسی زمین سے تمہیں پیدا کیا اور (مرنے کے بعد) اسی میں لوٹا کر لائیں گے اور اسی سے دوسری بار (قیامت کے دن) تم کو نکال کھڑا کریں گے۔"

(سورۂ طٰہٰ، آیات: 53-54-55)



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 25:

تاریک ستارے

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ

''جب ستارے غائب اور تاریک ہو جائیں گے۔''

(سورہ مرسلات، آیت 8)

نزولِ قرآن کے زمانے میں تاریک ستارے تو کیا خود روشن ستاروں کے بارے میں بھی انسان کی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اس دور کے علمی مرکز یونان تک میں ستاروں کو دیوتا سمجھا جاتا تھا۔

سورۂ مرسلات قرآن مجید کا 77واں سورہ ہے یہ سورہ مکے میں نازل ہوا۔ اس میں 50 آیات ہیں۔ اس سورے کا مرکزی موضوع قیامت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص اس سورے کو پڑھے گا (یعنی پڑھتا رہے گا) تو اللہ تعالیٰ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب عطا کرے گا۔"

نزول قرآن کا زمانہ:

نزول قرآن کے دور میں جزیرہ نمائے عرب جہل کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یونان اور ہندوستان میں علم نجوم کے علماء موجود تھے لیکن ان کے نظریات صرف نظریات تھے۔ ان نظریات میں سائنسی تحقیق و تجربہ شامل نہیں تھا۔ اس لیے یونان کے علماء نے ستاروں کو دیوتاؤں کا درجہ دے رکھا تھا۔ ایسے دیوتا جو اُن کی تقدیر بناتے اور بگاڑتے تھے۔ انہیں پیدا کرتے اور مارتے تھے۔ یہی حال ہندوستان کا تھا۔ جہاں ستاروں کی پوجا کی جاتی تھی۔

حقیقت یہ تھی کہ نزول قرآن کے زمانے میں پورے کرہ ارض پر کوئی نہیں جانتا تھا کہ ستارے ہیں کیا؟

ایسے دور میں قرآن کریم نے جب یہ اعلان کیا کہ جب ستارے غائب اور تاریک ہو جائیں گے تو دراصل یہ اتنا بڑا انقلابی پیغام تھا جس کو پوری طرح سمجھنا سوائے صاحبان امر کے کسی کے لیے ممکن نہ تھا۔

قرآن کریم کعبے میں رکھے گئے، مٹی اور پتھر کے بتوں کی حقیقت تو بتا ہی چکا تھا لیکن سورۂ مرسلات کے ذریعے اس نے اس وقت کے بڑے بڑے علمی مراکز کے بت پرست عالمی حکومتوں ان کے مذہبی رہنماؤں اور ان کے عقائد کی بھی چیلنج کر دیا تھا۔

آیئے ذرا جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں سورۂ مرسلات کی اس آیت کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ سائنس ستاروں کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آسمان پر کتنے ستارے ہیں؟

یہ ستارے جو رات کے وقت ہمیں ٹارچ کے بلب کی طرح روشن نظر آتے ہیں ان میں سے بیشتر ستارے اتنے بڑے ہیں کہ ہمارا سورج اور اس کے تمام سیارے کسی ایک ستارے میں بہ آسانی سما سکتے ہیں۔ سورج خود ایک معمولی سا ستارہ ہے۔ ہماری کہکشاں میں موجود ایک ارب ستاروں میں سے ایک۔ ان ایک ارب ستاروں کے اپنے نظام شمسی ہیں۔ ہماری کہکشاں جس کے ایک چھوٹے سے حصے میں ہمارا نظام شمسی کام کرتا ہے۔ اس جیسی یا اس سے بڑی تقریباً سوارب کہکشائیں اب تک دریافت ہو چکی ہیں۔

بلیک ہول بڑے ستارے کی موت کی صورت میں وجود میں آتے ہیں۔ بڑے ستارے جن کا مرکز یعنی اندرونی حصہ سورج کے مرکز سے کم از کم تین گنا بڑا ہو، وہ آخر کار بلیک ہول میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سائنس دان بلیک ہول کو کائنات کی بڑی حیران کن شے قرار دیتے ہیں۔

ستاروں کے درمیان فاصلے:

کائنات کتنی بڑی ہے؟ ابھی سائنس دان اس کا جواب دینے سے قاصر نظر آتے ہیں لیکن اس کی وسعت کا تھوڑا سا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ہم سورج کے قریب ترین دوسرے ستارے (Proxima Centauri) تک سفر کرنا چاہیں اور ہم ستائیس ہزار میل فی گھنٹا کی رفتار سے سفر کریں تو ہمیں اس ستارے تک

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہنچنے میں ایک لاکھ ستر ہزار سال لگ جائیں گے۔ یہ قریب ترین ستارہ سورج سے 4.3 نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''تمہارے اس سورج کے علاوہ چالیس (یعنی بے شمار) سورج اور بھی ہیں اور ایک سورج سے دوسرے سورج کے درمیان چالیس (یعنی بے شمار) برسوں کا فاصلہ ہے۔''

(حوالہ: بحار الانوار بصائر الدرجات)

ستارے کس چیز سے بنے ہیں؟

ستارے اس بیکراں خلا میں موجود گیس، توانائی اور روشنی کے عظیم مراکز ہیں۔ یہ زیادہ تر ہائیڈروجن اور ہیلیم گیس سے بنے ہیں۔ ان کے اندر ہر وقت ایٹمی دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ ان دھماکوں کی وجہ سے ہائیڈروجن گیس، ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی رہتی ہین۔ انہی دھماکوں کے سبب ان ستاروں سے عظیم توانائی خارج ہوتی ہے اور بیکراں خلاء میں پھیلتی رہتی ہے۔

ستاروں کی جھلملاہٹ:

رات کے وقت آپ آسمان کو دیکھیں تو بے شمار ستارے جھلملاتے نظر آتے ہیں جب کہ حقیقت میں وہ ہمارے سورج ہی کی طرح چمکتے ہیں۔ کچھ ستارے زیادہ روشن دکھائی دیتے ہیں کچھ دھندلے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپؐ نے وہ سائنسی حقیقت بیان فرمائی جس کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بارے میں انسان کو ابھی پچاس سو سال پہلے معلوم ہوا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''فضا اور ستاروں کے درمیان (گیسوں کے) سمندر ہیں۔ ہوا ان کی موجوں میں تلاطم پیدا کرتی ہے اس لیے وہ چھوٹے اور بڑے نظر آتے ہیں۔''

(حوالہ: مفکرین اسلام کے سائنسی نظریات مولانا مشتاق حسین عابدی)

ستارے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟

ستارے بے شمار سائزوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً نیوٹرون ستاروں کا سائز کم و بیش تیس کلومیٹر (19 میل) ہوتا ہے جب کہ عظیم سرخ ستاروں کا قطر ایک ارب میل بتایا گیا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ستاروں کی زندگی اور موت:

ستارے اگرچہ ذی حیات نہیں ہیں لیکن یہ بھی پیدائش، زندگی اور موت کے مرحلوں سے گزرتے ہیں۔ ان کی زندگی اربوں سال کی ہوتی ہے لیکن بالآخر انہیں بھی فنا کی منزل سے گزرنا ہوتا ہے۔

سورۂ مرسلات کی آیت نمبر 8 میں اسی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور جس کے بارے میں چودہ سو برس پہلے کے عرب بدو، یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے نجومی ہی نہیں آج کے دور کے اکثر انسان بھی لاعلم ہیں اور یہ لاعلمی ہمارے معاشروں ہی میں نہیں امریکا اور یورپ کے معاشروں میں یکساں طور پر بلکہ شاید زیادہ پائی جاتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بہر حال قرآن مجید نے چودہ سو برس پہلے جو سائنسی حقائق بیان کیے۔ آج کی خلائی سائنس ان کی حرف بہ حرف تصدیق کرتی نظر آتی ہے۔ اسی لیے تو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے شاگرد، مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا تھا:

''زمانہ خود قرآن کی تفسیر بیان کرتا ہے۔''

ستارے کس طرح وجود میں آتے ہیں؟

ستارے بیکراں خلاء میں موجود گرد اور گیس (زیادہ تر ہائیڈروجن گیس) کے بادلوں سے وجود میں آتے ہیں۔ نامعلوم اسباب کی بناء پر گیس کے ان بادلوں کے درمیان کششِ ثقل بڑھ جاتی ہے اور گیس کے بادلوں کو مرکز کی طرف کھینچنے لگتی ہے۔ (دریا کے پانی میں بھنور، یا ہوا میں بننے والے بگولوں کی طرح) اس کی وجہ سے مرکز میں درجہ حرارت ایک کروڑ پچاس لاکھ سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے اور نوزائیدہ ستارہ اس توانائی اور روشنی کی وجہ چمکنے لگتا ہے۔

آخر کار ایک دن یہ ستارہ اگر بڑا تھا تو ستارہ عظیم سرخ ستارے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پچاس ساٹھ لاکھ سال کے بعد ایک دن اچانک ہی پھٹتا ہے۔ اس وقت اسے سپر نوا (Super Nova) کہا جاتا ہے۔

اگر اس کا مرکز چھوٹا ہوتا ہے تو یہ ایک چھوٹے سے نیوٹرون ستارے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی ستارے کا مرکز بڑا تھا تو وہ ستارے بلیک ہول میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ سورۂ مرسلات کی مذکورہ آیت میں غالباً اسی بلیک ہول کی طرف اشارہ ہے جس کی وضاحت ہم آئندہ سطور میں کریں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بلیک ہول (Black Hole) کیا ہے؟

بلیک ہول بڑے ستارے کی موت کی صورت میں وجود میں آتے ہیں۔ بڑے ستارے جن کا مرکز یعنی اندرونی حصہ سورج کے مرکز سے کم از کم تین گنا بڑا ہو، وہ آخر کار بلیک ہول میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سائنس دان بلیک ہول کو کائنات کی بڑی حیران کن شے قرار دیتے ہیں۔

بلیک ہول کے اندر کششِ ثقل اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے قریب سے جو چیز بھی گزرتی ہے وہ کھنچ کر اس کے اندر چلی جاتی ہے۔ بھاری چیزیں تو اپنی جگہ روشنی جیسی ہلکی سی چیز بھی اس کی کششِ ثقل کی زد میں آتے ہی ان کے اندر غائب ہو جاتی ہے۔ ہم ہر چیز کو روشنی کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ جب روشنی ہی اس کے اندر غائب ہو جائے گی تو اسے دیکھا کس طرح جا سکتا ہے۔ اسی لیے اس مرحلے پر ستارہ نظر آنا بند ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ستارہ غائب اور تاریک ہو جاتا ہے۔

بلیک ہول نظر نہیں آتے تو ان کا پتا کیسے چلا؟

سائنس دان ان بلیک ہولز کو ان کے قریب کی چیزوں پر پڑنے والے اثرات کے ذریعے ''دیکھتے'' ہیں۔ مثلاً بلیک ہول جب کسی ستارے کے قریب ہوتا ہے تو اس کی کششِ ثقل اس ستارے کی گیس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہ گیس بلیک ہول کے گرد کسی گول پلیٹ کی شکل میں تیزی سے گھومنے لگتی ہے۔ اس چکر کھاتی گیس کے اندر ذرات ٹوٹنے پھوٹنے لگتے ہیں جس سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور اسی سبب سے اس گیس سے ایکس ریز (X-Rays) خارج ہونے لگتی ہے جنہیں زمین کے گرد

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

گھومتے ہوئے سیٹلائٹ ریکارڈ کرتے ہیں۔ اس طرح ماہرین فلکیات کو بلیک ہول کی موجودگی کا پتا چل جاتا ہے۔

قرآن کے بارے میں کفار و مشرکین کہا کرتے تھے کہ قرآن الہامی کتاب نہیں یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے لکھوا کر لے آتے ہیں۔ اسلام کے دشمن آج بھی اس عقیدے پر قائم ہیں۔

آج مغرب میں کہا جا رہا ہے کہ قرآن اچھے انسانی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے لیکن یہ تعلیمات تو دوسرے مذاہب بھی موجود ہیں۔ اس لیے قرآن انسانی خیالات کا مجموعہ ہے یہ الہامی کتاب نہیں۔

لیکن سورۂ مرسلات کی اس ایک آیت کی سائنسی تفسیر سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم الہامی کتاب اور اللہ کا پیغام ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو چودہ سو برس پہلے نازل ہونے والی کتاب میں خلاء اور بلیک ہولز کے بارے میں وہ سائنسی حقائق کہاں سے آ گئے جن کے بارے میں آج سے پچاس سال پہلے بھی کرہ ارض کے تمام انسان بے خبر تھے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 26:

آسمان کے راستے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝

''اور آسمان کی قسم جس میں راستے ہیں۔''

(سورۂ ذاریات، آیت ۷)

زمین، آسمان، سورج اور چاند ستاروں کا تذکرہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں بار بار کیا گیا ہے۔ مثلاً:

''چکر کھانے والے آسمان کی قسم اور پھٹنے والی زمین کی (قسم)
بے شک یہ قرآن قول فیصل ہے۔''

(سورۂ طارق، آیات 11، 12، و13)

''برجوں والے آسمان کی قسم اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے
اور گواہ کی اور جس کی گواہی دی جائے گی۔''

(سورۂ بروج، آیات 1، 2، و3)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج کی خلائی سائنس ابھی سورج کے گرد گھومنے والے چند سیاروں تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہے جب کہ خود سورج اس کہکشاں کا ایک معمولی سا ستارہ ہے جس میں اس جیسے یا اس سے بڑے سوا رب ستارے موجود ہیں اور یہ کہکشاں اتنی بڑی ہے کہ اگر روشنی کی رفتار (تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ) سے سفر کیا جائے تو اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں تقریباً ایک لاکھ سال لگیں گے اور اس رفتار سے سفر کرنا ممکن ہوا تو مادہ توانائی میں تبدیل ہو جائے گا۔

> ”اے لوگو! اس سے پہلے کہ میں تمہارے
> درمیان نہ رہوں مجھ سے معلوم کرلو، میں زمین کی راہوں
> سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔“
> (نہج البلاغہ، خطبہ 187)

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھوڑا سا علم اور دنیا پر حکمرانی:

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن قوموں نے خلائی سائنس میں ترقی کی ہے وہ اگرچہ کائنات کے بہت ہی معمولی حصے کو دیکھ سکی ہیں لیکن اس معمولی سے مشاہدے اور مطالعے کی مدد سے وہ آج پوری دنیا پر حکمرانی کر رہی ہیں۔

اللہ رب کائنات اب سے پندرہ سو برس پہلے سے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کو کائنات کے رازوں اور آسمانوں کے راستوں کی طرف متوجہ کر رہا تھا تا کہ مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دوسری قوموں سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہمیشہ آگے رہیں اور اللہ کی ان عظیم نعمتوں اور علوم وفنون کے ان خزانوں کو انسانیت کی بربادی کی بجائے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات مطابق اللہ کے بندوں کی بہتری اور بھلائی کے لیے استعمال کر سکیں۔

اسی مقصد کے تحت قرآن مجید میں زمینوں، سورج، چاند، ستاروں، آسمانوں، پیڑ پودوں، بادلوں، ہواؤں، بارشوں، پہاڑوں، دریاؤں، چوپاؤں، رینگنے والے جانوروں، اُڑنے والے پرندوں، نظر نہ آنے والی مخلوق، انسانوں کی خلقت اور زمین وآسمان کی تخلیق کا تذکرہ بار بار کیا گیا۔ اور بار بار ان اسرار کائنات پر غور وفکر کرنے کا حکم دیا گیا۔

قرآن کے بارہ عالم (کائنات کے بارہ سائنس دان):

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان باتوں کا تذکرہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے مخصوص بندوں کو اس کتاب کا مکمل علم بھی عطا کیا۔

اللہ کے رسولؐ نے ایک بار نہیں، بار بار مختلف زمانوں، لوگوں اور گروہوں کے سامنے قرآن کا علم رکھنے والے ان مخصوص بندوں کے نام اسی ترتیب سے بیان فرمائے جس ترتیب سے مسلمانوں کے یہ ہادیؑ اس دنیا میں آنے والے تھے لیکن دنیا پرست لوگ ان علمائے قرآن سے خوف زدہ ہو گئے۔ دنیا پرستوں نے ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور انہیں کام ہی نہیں کرنے دیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی بار اور کتنے لوگوں کے سامنے اپنے جانشینوں، اللہ کے مخصوص بندوں، قرآن کا علم رکھنے والوں اور کائنات کے رازوں کو جاننے والی ان بارہ عظیم شخصیات کے نام مسلمانوں کو بتائے، اس کی تفصیلات سے عالم اسلام کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ان بارہ اماموںؑ میں سے ہر امامؑ نے اپنے دور کے انسانوں کی ذہنی سطح کے مطابق انہیں کائنات کے رازوں سے آگاہ کرنا چاہا لیکن ان کے علم سے خوف زدہ لوگوں نے یہ گوارا ہی نہ کیا کہ وہ خود یا دوسرے مسلمان علم کے ان بیکراں سمندروں سے اپنی پیاس بجھا سکیں۔ اس جہل و تعصب کا جو نتیجہ نکلا وہ آج کسی سے پوشیدہ نہیں۔

قرآن و اہل بیتؑ:

قرآن مجید نے سورۂ مومنوں میں بھی آسمان کے راستوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

''اور ہم نے تمہارے اوپر تہہ بہ تہہ سات راستے خلق کیے ہیں اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔''

(سورۂ مومنوں، آیت 17)

اس آیت کو ہر دور کے مسلمان پڑھتے رہے ہوں گے۔ اس زمانے میں جنہوں نے قرآن کو حفظ کر رکھا تھا، یہ آیت ان کے تو حافظے میں لکھی ہوئی تھی لیکن جب ایک دن امیر المومنینؑ نے اپنے خطبے کے دوران علم عام کرنے کی اپنی مشہور پیش کش دہرائی اور سننے والوں سے کہا:

''اے لوگو! اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں مجھ سے معلوم کر لو، میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمان کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

راستوں سے واقف ہوں۔"

(نہج البلاغہ، خطبہ 187)

تو قرآن حفظ کرنے والوں میں سے کسی نے بھی امام علیہ السلام سے کوئی سوال نہیں کیا۔ امیر المومنینؑ ہی نے نہیں اپنے اپنے زمانے میں ہر امامؑ نے زمین و آسمان کے علوم کو مسلمانوں تک پہنچانا چاہا لیکن مسلمانوں نے اس سیدھے راستے کو حصول علم کے لیے اختیار نہیں کیا۔ بعد میں دوسری قوموں نے اسلام کے ان علمی ذخیروں سے استفادہ کیا اور صدیوں کے پر پیچ اور مشکل راستوں سے گزر کر کائنات کے ان رازوں پر غور و فکر کرنا شروع کیا اور علم کے اس بے کراں سمندر کے چند قطروں کو حاصل کر کے دنیا پر حکمرانی کرنے کے قابل ہو گئیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

آسمان کے راستے ہیں کیا؟

اس سوال کا قطعی جواب تو اللہ ہی کو معلوم ہے یا چہاردہ معصومینؑ جانتے ہیں بہر حال سائنسی نقطہ نظر سے ان راستوں کی تعداد نا قابل شمار ہے۔ مثلاً ہماری کہکشاں میں موجود سوارب ستاروں کے راستے۔ یہ سوارب ستارے کھربوں سال سے اپنے مخصوص راستوں پر سفر کر رہے ہیں۔ ان ستاروں کے سیارے بھی ان کے ساتھ گھوم رہے ہیں۔

ہمارا سورج کہکشاں کے مرکز کے گرد چکر لگا رہا ہے ہماری کہکشاں (ملکی وے) اور دوسری کہکشائیں کسی اور عظیم مرکز کے طواف کرنے میں مصروف ہیں اور ایسی کم از کم سوارب کہکشائیں کائنات میں گردش کر رہی ہیں۔ اسی لیے امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں کو جانتا ہوں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان کے علاوہ آسمان میں موجود وہ بے شمار راستے ہیں جن میں چند راستوں کو خلائی سائنس نے تلاش کیا ہے۔ عام آدمی جب امریکہ اور روس کے خلائی جہازوں، مصنوعی سیاروں، راکٹوں یا خلائی شٹلز وغیرہ کو زمین سے خلاء میں جاتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ ان راستوں کے بارے میں کچھ سمجھ ہی نہیں پاتا (اور نہ ہی سمجھنے میں دلچسپی رکھتا ہے) جن سے گزر کر یہ خلائی مشینیں دوسرے سیاروں تک پہنچتی ہیں۔

یہی نہیں ترقی یافتہ قوموں نے دو ایسے خلائی جہاز خلاء میں بھیجے ہیں جو برسوں سے مخصوص راستوں پر سفر کرتے ہوئے لامحدود خلاء میں مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لامحدود خلاء میں سفر:

پائینر-10 (Pioneer-10) نامی خلائی جہاز دو مارچ 1972ء میں خلا کے لامحدود سفر پر روانہ ہوا تھا۔ اس خلائی جہاز میں کوئی انسان سوار نہیں ہے۔ یہ جہاز خود کار نظام کے تحت کام کرتا ہے۔ پائینر-10 (Pioneer-10) نے اب تک سب سے زیادہ فاصلہ طے کیا ہے۔ یہ خلائی جہاز زمین سے 7.6 ارب میل دور جا چکا ہے۔ یہ جہاز خلاء میں موجود کسی ذی شعور مخلوق کی تلاش میں زمین سے ان کے رابطے کے لیے آج بھی لامحدود خلاء میں سفر کر رہا ہے۔ اس خلائی جہاز نے اپنا آخری سگنل 2003 میں دنیا کی طرف روانہ کیا تھا۔

وائجر ون اور وائجر ٹو بھی بیکراں خلاء کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اپریل 2020 میں ان جہازوں کو سفر کرتے ہوئے 42 سال سے زیادہ گزر چکا ہے اور یہ جہاز دنیا کے سائنسی اداروں سے ابھی تک رابطے میں ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آسمان کے راستے اور سائنس دان:

خلائی سائنس دانوں نے ان خلائی جہازوں کے لیے ان آسمانی راستوں کا تعین کر دیا ہے جن کی طرف قرآن مجید نے پندرہ سو برس پہلے مسلمانوں کو متوجہ کیا تھا اور جن کے بارے میں تفصیل سے سمجھانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث حضرت علی ابن ابی طالبؑ بار بار مسلمانوں سے کہتے رہے کہ پوچھ لو مجھ سے اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں، میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔

دنیا والے امیر المومنینؑ کے اسی علم سے خائف رہے کہ حکومت اگر ایسے علمائے کائنات کے ہاتھوں میں آ گئی تو اسلام کے نام پر اسلام کو مسخ کرنے کا منصوبہ کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

دنیا کو تو چھوڑیں، خود باب مدینۃ العلم پر رہنے والوں نے اس دروازۂ علم سے کیا حاصل کیا؟ اس کے بارے میں ہمیں خود سوچنا اور خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ ہم نے نعرے لگانے کے سوا، کبھی مولاؑ کے علم سے استفادہ کرنے کی کوئی بھی کوشش کی؟



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 27:

دونورانی ستون

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○

''نہ تو سورج کے لیے ممکن ہے کہ وہ چاند کو جا لے اور نہ ہی رات دن سے آگے نکل سکتی ہے اور تمام (سیارے اور ستارے) اپنے اپنے فلک (مدار) میں تیر رہے ہیں۔''

(سورہ یٰسین، آیت 40)

آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ فزکس کے وہ مشہور قوانین جن پر آج جدید سائنس کی بنیادیں استوار ہیں اور جن کی وجہ سے انسان اس کرۂ خاکی سے نکل کر دوسرے سیاروں پر بستیاں آباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے، ان قوانین اور نظریات کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بارے میں کائناتی علوم کی کتاب قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔

مسلمانوں کی بات تو رہنے دیں خود آج کی ترقی یافتہ قوموں نے تحقیق و جستجو اور غور و فکر کے باوجود فزکس کے ان عظیم رازوں کو نزول قرآن کے کم و بیش ہزار سال بعد معلوم کیا۔

مغرب کے سائنس دانوں نے سورج چاند اور ستاروں کی گردش کا راز اگرچہ تین چار سو سال میں معلوم کیا لیکن قرآن مجید اور قرآن مجید کا علم رکھنے والے اس کے بارے میں ہزار سال پہلے بتا چکے تھے۔

مسلمانوں کا المیہ:

ہم مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ ہم نے کائناتی علوم کی اس کتاب کو صرف ایک مذہبی کتاب جانا اور اسے تقدس کے غلاف میں بند کر کے گھر کی مچان پر رکھ دیا۔ یا اسے رمضان المبارک میں پڑھی جانے والی کتاب جانا۔

یا پھر دلوں کو زندہ اور دنیا کو جنت بنانے والی اس کتاب ہدایت کو قبرستان کے مردوں کے عذاب کو دور کرنے کے لیے پڑھنے کو اپنا دستور بنا لیا۔

حالانکہ اگر اس کتاب کو علمائے قرآن کی رہنمائی کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جاتا تو اس کے ذریعے جیتے جاگتے انسانی معاشروں سے بھوک، غربت، غلامی، قحط، بیماریوں اور جہالت جیسے بڑے بڑے عذابوں کو بھی دور کیا جا سکتا تھا۔

سائنس قرآن کی تصدیق کرتی جا رہی ہے:

قرآن مجید اور قرآن مجید کا حقیقی علم رکھنے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی اکثریت اور مسلمان حکومتوں نے کیا کیا یہ ایک الگ کہانی ہے لیکن گزرتا زمانہ بہر حال

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن مجید کی حقیقی تفسیر کسی نہ کسی حد تک بیان کرتا رہا۔ آج کی جدید سائنس کے کارناموں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ قرآن کریم کی آیات اور چہاردہ معصومینؑ کے سائنسی نظریات کی واضح طور پر تصدیق کرتے نظر آتے ہیں۔

کیا سورۂ یٰسین کی درج بالا آیات کو سائنس کی تفسیر کے بغیر سمجھنا ممکن تھا؟ دیکھیں۔۔۔ کسی بات کا سن کر مان لینا اور بات ہے اور اسی بات کو عملی طور پر دیکھ کر اس پر یقین کرنا دوسری بات ہے۔

اس وقت کتنے مسلمان تھے جو اس آیت پر غور و فکر کرتے۔ کون تھا جو یہ سوچتا کہ آخر سورج چاند تک کیوں نہیں پہنچ پاتا اور رات آخر کیوں دن سے آگے نہیں نکل سکتی؟

یہ فلک کیا ہیں جن میں سورج اور چاند تیر رہے ہیں؟ پرندے کا پر تو آخر کار زمین پر آ گرتا ہے پھر یہ اتنے بڑے بڑے اجسام زمین پر کیوں نہیں گرتے؟

جنہوں نے اس آیت کو سنا وہ اس آیت پر ایمان لے آئے۔ کچھ لوگ دل کی گہرائیوں سے اور کچھ لوگ اسلام قبول کر لینے کی مجبوری میں۔

آج ان کائناتی حقائق کو سائنس پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں:

لیکن آج کے دور میں یہ بات سائنس پڑھنے والے بچوں تک کو معلوم ہے کہ سورج کے گرد چاند ہی نہیں دوسرے بہت سے سیارے بھی تیر رہے ہیں۔ چاند اور زمین کی گردشیں جسامت، وزن، حجم سب الگ الگ ہیں۔

زمین سورج سے اوسطاً نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر گردش کر رہی ہے اور تقریباً 365 دن میں اپنی ایک گردش مکمل کرتی ہے۔ اس کے برعکس چاند جو زمین کے گرد اور زمین کے ساتھ سورج کے گرد بھی گردش کر رہا ہے وہ 27 دن میں زمین کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 28:

زندگی کا مزہ

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

''کیا تم نے (کبھی) پانی پر بھی غور کیا جسے تم (دن رات) پیتے ہو؟ اسے تم نے بادل سے برسایا، یا ہم برساتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری (کڑوا) بنا دیں تو تم لوگ شکر ادا کیوں نہیں کرتے!''

(سورۂ واقعہ، آیت 68، 69، 70)

قرآن کریم میں ہمیں بار بار غور و فکر کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے ایک گھنٹے کے غور فکر کو ستر سال اور بعض روایات کے مطابق سات سو سال کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

گرد ایک گردش مکمل کر لیتا ہے۔

زمین اور چاند کے درمیان کم وبیش 384400 کلومیٹر کا فاصلہ رہتا ہے۔ آج ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ سورج بھی کہکشاں کے مرکز کے گرد گھوم رہا ہے اور اس کی ایک گردش 225 ملین سال میں مکمل ہوتی ہے بلکہ ہوگی (ایک ملین دس لاکھ کے برابر ہوتا ہے) اور خود کہکشائیں کسی نامعلوم مرکز کے گرد طواف میں مصروف ہیں۔

اس آیت کے اندر فزکس کے اس نظریے کی طرف بھی اشارہ موجود ہے جسے 1664 میں نامور سائنس دان آئزک نیوٹن نے پیش کیا اور جس کے بارے میں آئزک نیوٹن سے کم وبیش ہزار سال پہلے باب مدینۃ العلم، علم نبویؐ کے حقیقی وارث امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے بالکل واضح الفاظ میں مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

دونورانی ستون:

> آپؑ نے فرمایا تھا: ''یہ آسمانی نجوم (ستارے اور سیارے) زمین کے شہروں کی طرح ہیں اور یہ سب کے سب دونورانی ستونوں (یعنی سینٹری پیٹل فورس اور سینٹری فیوگل فورس) کے ذریعے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ آسمانوں میں ان نورانی ستونوں کی لمبائی دوسو پچاس برس کی مسافت ہے۔'' (حوالہ: مجمع البحرین)

یہ بات امیر المومنینؑ نے آئزک نیوٹن سے کم از کم ہزار سال پہلے کہی ہم نیوٹن کی بات پر یقین رکھتے ہیں اور امیر المومنینؑ کے سائنسی انکشاف کے بارے میں شاید ہی کسی نے کبھی کچھ سُنا ہو۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن ہم کیوں غور کریں اس لیے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید صرف آخرت کی زندگی کو سنوارنے والی کتاب ہے۔ ثواب کا مطلب بھی ہمارے خیال میں وہ ''انعام'' ہے جو ہمیں آخرت میں ملے گا۔ دنیا میں اپنے اردگرد غربت، پسماندگی اور جہل کو ہم اللہ کی مرضی سمجھتے ہیں اس لیے ہم قرآن پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں۔ غور وفکر کرنے کا کام ہم نے دوسروں کے سپرد کر رکھا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ قرآن مجید کے شاید کم ہی سورے ہوں گے جن میں زمین وآسمان، پیڑ، پودوں، سمندروں، ہواؤں، گھٹاؤں، طرح طرح کی مخلوقات اور خود انسان کی تخلیق پر غور وفکر کرنے کا تذکرہ موجود نہ ہو۔

> اس میں ایک اور حیران کی صلاحیت بھی موجود ہے کہ دوسری تمام چیزیں ٹھوس ہو کر بھاری ہو جاتی ہیں اس کے برعکس پانی ٹھوس حالت میں آتا ہے تو ہلکا ہو جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

آب حیات:

یہ آب حیات یعنی پانی، آسمان سے برستا ہے، چشموں سے اُبلتا ہے، ندی نالوں میں گنگناتا ہے، سمندروں میں گرجتا ہے، دریاؤں میں اُچھلتا ہے، نشیب کی طرف لپکتا ہے، فصلوں کو اُگاتا ہے، پھلوں کو بڑھاتا ہے، پھولوں کو کھلاتا ہے، گندگی کو دور کرتا ہے۔ وزن اُٹھاتا ہے، جہازوں اور کشتیوں کو تیراتا ہے، مشینوں کو چلاتا ہے۔ روشنی پھیلاتا ہے۔ جمتا ہے تو پتھر بن جاتا ہے، اُبلتا ہے تو بھاپ بن کر اُڑ جاتا ہے اس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرح کہ نشان تک نہیں چھوڑتا اور یہی پانی طوفانِ نوح بن جائے تو کرہ ارض سے زندگی کا نام ونشان تک مٹا دیتا ہے۔

پانی کی حیران کن خصوصیات:

سائنس کے طالب علم جانتے ہیں کہ دنیا میں 118 عناصر قدرتی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ان میں سے صرف پانی کے عناصر ایسے ہیں کہ پانی مادے کی تینوں حالتوں میں قدرتی طور پر موجود رہتا ہے۔ پانی ٹھوس مائع اور گیس تینوں حالتوں میں ملتا ہے۔یہ پانی کی انفرادی خوبی ہے۔

اس میں ایک اور حیران کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ دوسری تمام چیزیں ٹھوس ہوکر بھاری ہوجاتی ہیں اس کے برعکس پانی ٹھوس حالت میں آتا ہے تو ہلکا ہو جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانی اگر ٹھوس ہوکر (یعنی برف بن کر) بھاری ہوجایا کرتا تو اس کے بڑے بڑے گلیشئر سمندروں میں ڈوب جایا کرتے جس کے نتیجے میں سمندروں کا پانی کناروں سے نکل کر ساحلی علاقوں میں تباہی مچا دیتا۔

یہ گلیشئر سمندر کے فرش پر جس جگہ ڈوبتے وہاں سمندری حیات کے زندگی بخش نمونے اور بے شمار ذی حیات اس کے نیچے دب کا فنا ہوجایا کرتیں (یہ سمندری مخلوق کس طرح ہمارے کام آتی ہیں۔ یہ ایک الگ موضوع ہے۔)

پانی کا مزہ:

دنیا میں ہر مشروب اور غذا کا کوئی نہ کوئی ذائقہ ضرور ہوتا ہے لیکن پانی وہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

واحد مشروب ہے جس کا کوئی ذائقہ نہیں۔ اس کے باوجود ہم اسے سب سے زیادہ پیتے ہیں۔ مہنگا ترین ذائقے دار شربت بھی ہماری پیاس نہیں بجھا سکتا۔ ہماری پیاس صرف پانی ہی سے بجھتی ہے۔ اس لیے کہ زندگی کا آغاز ہی پانی سے ہوا ہے۔

''اور اللہ نے زمین پر چلنے والے تمام جاندروں کو پانی سے پیدا کیا۔''

(سورۃ المومنون، 18)

حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بھی اس وقت تیار ہوا جب مٹی کے ساتھ پانی کو ملایا گیا۔ ''ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔''

(سورہ مومنوں، آیت 12)

قرآن مجید کے شاید کم ہی سورے ہوں گے جن میں زمین و آسمان، پیڑ، پودوں، سمندروں، ہواؤں، گھٹاؤں، طرح طرح کی مخلوقات اور خود انسان کی تخلیق پر غور و فکر کرنے کا تذکرہ موجود نہ ہو۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہمارا جسم ستر فیصد پانی ہے:

ہمارے جسم کا 70% حصہ پانی ہی پر مشتمل ہے۔ ہمارے (اور ہر ذی حیات) کے جسم کے اندر ہر لمحے لاکھوں کروڑوں کیمیائی عمل اور ردعمل رونما ہوتے ہیں اگر پانی نہ ہو تو یہ کیمیکل ری ایکشن رونما ہی نہیں ہو سکتے جن کی وجہ سے ہم دیکھتے، سنتے، بولتے، سونگھتے، محسوس کرتے، سوچتے، کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے رہتے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں۔ اسی لیے جب کسی شخص نے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے پوچھا کہ پانی کا ذائقہ کیا ہے؟ تو آپ نے بے ساختہ جواب دیا:

''پانی کا مزہ زندگی کا مزہ ہے۔''

پانی کا چکر:

پانی سمندروں، دریاؤں، ندی نالوں، چشموں اور جھیلوں پر سورج کی گرمی سے گرم ہو کر بخارات میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔ اس عمل کے دوران پانی میں موجود نمکیات اور زہریلے مادے سمندر کی سطح پر رہ جاتے ہیں اور پانی پاک صاف ہو کر فضا میں چلا جاتا ہے۔ انسان، پیڑ، پودے، درندے، پرندے، چوپائے، رینگنے والے جانور، حشرات الارض سبھی پانی استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا استعمال شدہ پانی بھی ان کے جسم کی ضروریات پوری کرنے کے بعد سانس، پسینے، پیشاب اور فضلے کے ساتھ ان کے جسموں سے نکل جاتا ہے اور ایک انتہائی پیچیدہ نظام سے گزر کر فضا میں واپس لوٹ جاتا ہے۔

پھر یہ پانی دوبارہ بارش، برف، اولوں یا شبنم کی شکل میں زمین پر برسنے لگتا ہے۔

بارش کا پانی:

آسمان سے گرنے والا یہ پانی کرہ ارض پر موجود مخلوقات پر دوبارہ زندگی کی بارش برسانے لگتا ہے۔ پانی کے ذخیرے بھرنے لگتے ہیں۔ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ جنگلات دھلنے لگتے ہیں، مٹی مہکنے لگتی ہے۔ خشک بنجر زمین سے طرح طرح کی گھاس پھونس اور جڑی بوٹیاں سر اُٹھانے لگتی ہیں۔ پرندے، چوپائے، انسان اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حشرات الارض اس ہریالی سے اپنے اپنے مطلب کی غذائیں اور دوائیں حاصل کرنے لگتے ہیں۔

پانی کا ایک قطرہ ضائع نہیں ہوتا:

جب سے دنیا وجود میں آئی ہے اس وقت سے دنیا کے پانی میں سے نہ ایک قطرہ کہیں ضائع ہوا ہے اور نہ اس میں ایک قطرے کا اضافہ ہوا ہے۔ کھربوں سال سے ہم پانی کے اسی ذخیرے کو استعمال کر رہے ہیں اور اربوں سال سے اس پانی کا ہر مالیکیول (ذرہ) دس سے پندرہ دن کی مدت میں زمین سے آسمان اور آسمان سے زمین تک کے چکر سے ضرور گزرتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانی سے توانائی:

آج پانی کی توانائی سے شہر جگمگاتے ہیں، گاؤں روشن ہو جاتے ہیں، راتیں دنوں میں اور گرمی ٹھنڈک میں تبدیل ہو جاتی ہے، مشینیں چلتی ہیں، پانی کے جہاز سمندروں کا سینہ چیرتے ہیں اور اسی کی توانائی کی مدد سے لاکھوں مسافر اور ٹنوں سامان دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتا ہے۔

پانی سے توانائی حاصل کرنے کا خیال بھی آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے مغربی دنیا کے لوگوں کو آیا حالانکہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام صدیوں پہلے مسلمانوں کو اس توانائی کے بارے میں بتا چکے تھے۔

آپ نے اپنے صحابی جناب کمیل ابن زیادؓ سے کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو اس پانی سے نور (روشنی اور توانائی) حاصل کر سکتا ہوں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک اور موقع پر پانی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا تھا۔ ''اگر میں چاہوں تو دنیا کے آبشاروں سے اتنا نور (روشنی اور توانائی) پیدا کردوں کہ ساری دنیا روشن ہوجائے۔'' (حوالہ: التکامل فی الاسلام، مطبوعہ: کویت)

ہم نے مفکرین اسلام کی قدر ہی نہیں کی:

اللہ کے نبیؐ سے علوم کے ہزار باب حاصل کر کے، کائناتی علوم کے دس لاکھ باب پیدا کرنے والے اپنے پہلے امامؑ، عظیم مفکر، بے مثال عالم، اور سائنس کے موجودہ اور آیندہ دریافت ہونے والے تمام شعبوں کے ماہر اس عظیم ''سائنس دان'' کی باتوں پر ہم نے دھیان ہی نہ دیا۔

اسی لیے آج ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ پاک پانی کون سا ہوتا ہے۔ آب جاری کسے کہتے ہیں کُر میں پانی کی مقدار کتنی ہوتی ہے۔ آب مضاف کیا ہوتا ہے۔ ہمیں پانی سے وضو کرنا آتا ہے اس سے غسل کرنے کی ترکیب ہمیں معلوم ہے لیکن اگر کسی عام مسلمان سے پوچھا جائے کہ پانی ہے کیا، کن عناصر سے مل کر بنا ہے؟ تو وہ شاید ہی اس کا جواب دے سکتے۔

شاید ہی کسی کو معلوم ہو:

عام آدمی کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پانی جو نشیب کی طرف بہتا ہے اسے جب کسی درخت کی جڑوں میں ڈالا جائے تو یہ قوت کشش کے برعکس 100 فٹ اونچے درخت کی چوٹی تک کیسے پہنچ جاتا ہے۔

پانی کے بارے میں ان معمولی سوالوں کے جواب بھی ہماری اکثریت کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پاس نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہم نے پانی پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ پانی کو ہم دن میں پانچ مرتبہ اپنے چلوؤں میں لیتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس پر غور ہم نے شاید ہی کبھی کیا ہو کہ یہ پانی ہے کیا؟ ہم تو کتابوں میں چھپی ہوئی معلومات کے مطابق اسے استعمال کرتے ہیں اور بس۔

غور و فکر کا نتیجہ:

ہمارے برعکس جن لوگوں اور قوموں نے پانی پر غور کیا انہوں نے پانی کے ذریعے دنیا کا نقشہ اور اپنی قوموں کی تقدیر بدل ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس پانی پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ہم نے غور نہیں کیا۔ مغرب والوں نے اسی پانی پر غور و فکر اس پانی کے ایک جز، ہائیڈروجن کے دو چھوٹے مرکزوں کو ملا کر انہیں ہیلیم میں تبدیل کر دیا۔ ہیلیم کی بے پناہ توانائی نے انہیں ہائیڈروجن بم بنانے کی راہ دکھائی۔ یہ وہ تباہ کن ہتھیار ہے جو ابھی کسی جنگ میں استعمال نہیں ہوا لیکن اس کی ہیبت ساری دنیا پر طاری ہے۔

دیکھا آپ کے دماغ لڑانے اور غور و فکر کرنے کا نتیجہ:

علم تو ایک سمندر ہے، جھاگ اُڑاتا بحر ذخار، کامیابی و کامرانی کے موتی اس کی تہہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ سمندر نظر تو سب کو آتا ہے لیکن اس کے موتی انہی لوگوں کے ہاتھ لگتے ہیں جو بار بار کے تجربے، مشاہدے اور غور فکر کے ذریعے اس سمندر کی گہرائیوں میں اُترنے کا عزم رکھتے ہوں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 29:

پھٹنے والی زمین

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۙ﴿۶﴾

"قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔"

(سورۂ شمس، آیت 6)

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ﴿۱۲﴾

"قسم ہے چکر کھانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی۔"

(سورۂ طارق، آیات 11و12)

سورہ الشّمس کی اس آیت مبارکہ کے حوالے سے ایک مضمون آپ پڑھ چکے ہیں۔

اب ہم اس آیت کے دوسرے رخ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ باتوں کو دہرانا بھی پڑے گا اس کے لئے معذرت۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس آیت مبارکہ میں لفظ استعمال ہوا ہے ''طحاھا'' یہ لفظ اصل میں لفظ ''طحو'' سے بنا ہے۔ ''طحو'' ایسے ہی بولتے ہیں جیسے ''سہو'' عربی لغت کے مطابق ''طحو'' کے کئی معنیٰ ہیں مثلاً: دھکیلنا، دھکا دینا، پھیلانا یا بچھانا۔ گزشتہ کسی مضمون میں ہم نے اس کے ایک معنیٰ یعنی دھکیلنا کے حوالے سے بات کی ہے۔

اس مضمون میں ہم اس کے دوسرے معنی پھیلانا یا بچھانا کے حوالے سے چند گزارشات پیش کریں گے۔ اس مضمون میں ضمناً سورۂ طارق کی آیت 12 کی بھی وضاحت ہوجائے گی۔

یہ قرآن کریم کا اپنا اندازِ بیان ہے کہ اس آیت میں جو لفظ ''طحھا'' استعمال کیا گیا ہے اس کے دونوں معنی زمین کے حوالے سے دو مختلف زمانوں کی الگ الگ نشاندہی کرتے ہیں۔ دیکھیے! اگر ہم اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔۔۔۔ تو ماہرین حیاتیات، سائنس دان، ماہرین ارضیات اس کے بھی ثبوت پیش کر چکے ہیں اور آج یہ معنی اور ثبوت اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو بھی معلوم ہیں۔

لیکن ان مسلمان بچوں کو یہ بات معلوم نہیں کہ قرآن حکیم اس بات کو چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے مشہور انگریز فلسفی فرانسس بیکن نے سولہویں صدی عیسوی میں ایک تصور پیش کیا اور جرمنی کے ماہر ارضیات الفریڈ ویگنر (1880-1930) نے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے درمیان اس تصور کی عملی تعبیر پیش کی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابتداء میں زمین کی حالت:

آپ جانتے ہیں کہ عظیم دھماکے (Big Bang) کے بعد زمین کائناتی مادے سے تشکیل پائی۔ آج سائنس دان کہتے ہیں کہ زمین کبھی سورج کا حصہ تھی اور پھر سورج سے الگ ہوکر اس سے دور ہوگئی۔ گویا زمین کو دھکا دیا گیا۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ زمین سات براعظموں پر مشتمل ہے۔ سائنس دانوں کے مطابق زمین ابتداء میں آگ کا بہت بڑا گولا تھی۔ ہزاروں لاکھوں سال کی بارشوں نے آگ کے اس گولے کو ٹھنڈا کرنا شروع کیا۔ آگ کا یہ گولا باہر سے ٹھنڈا ہو گیا لیکن زمین کے مرکز کا درجہ حرارت آج بھی (اندازاً) پانچ ہزار سے سات ہزار سینٹی گریڈ ہے۔ یہ آگ کا گولا ٹھنڈا ہوا تو اس نے زمین کی شکل اختیار کر لی۔

> ”اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی تہہ و بالا کر دینے والے مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کو اتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھی اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اُٹھتی تھیں۔“ امیر المؤمنینؑ

زمین کا گولا جگہ جگہ سے پھٹنے لگا:

یہ زمین دھکیل دی گئی تھی لیکن ابھی اسے پھیلانا یا بچھانا باقی تھا۔ ماہرین ارضیات کے مطابق آج سے 250 ملین (ایک ملین = دس لاکھ) سال پہلے زمین ایک عظیم سمندر میں تیر رہی تھی۔

(1) اس وقت جب یہ زمین ایک ٹھوس گولے کی شکل میں تھی۔ اس دور

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے اس کرہ ارض کو ماہرین ارضیات نے ''پین گیا'' (Pangaea) کا نام دیا۔

(2) اس کے 50 ملین سال بعد یعنی اب سے 200 ملین سال پہلے زمین کا یہ گولا ''پین گیا'' (Pangaea) چٹخنا شروع ہو گیا اور سمندروں نے زمین کے درمیان سے ابھرنا شروع کیا۔ یہ زمین کے پھیلنے، بچھائے جانے یا زمین کے پھٹنے کا آغاز تھا۔

(3) 135 ملین سال پہلے زمین کا چٹخا ہوا ایک بڑا حصہ، دو مزید ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ زمین مزید پھیلنے لگی۔ اس مرحلے میں براعظم افریقہ اور جنوبی امریکہ، وجود میں آئے۔ ان نے درمیان سے جو سمندر اُبھرا، اسے اٹلانٹک اوشن (بحرِ اوقیانوس) کہا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں ہندوستان کا علاقہ ''پین گیا'' (Pangaea) سے الگ ہو کر شمال کی جانب (موجودہ) براعظم ایشیا کی طرف بڑھنے لگا۔

(4) 40 ملین سال پہلے زمین، مزید پھیلی۔ اس زمینی گولے ''پین گیا'' (Pangaea) کو سمندر کی بے پناہ طاقت نے مزید توڑا، زمین سے مزید دو ٹکڑے الگ ہوئے جنہیں آج براعظم آسٹریلیا اور انٹارٹکا کہا جاتا ہے۔ اس کے کچھ عرصے بعد شمالی امریکا اور یورپ ایک دوسرے سے دور ہونا شروع ہو گئے۔ گرین لینڈ نامی جزیرہ ان دونوں کے درمیان، لیکن الگ ہو گیا۔

ایک وضاحت ضروری ہے:

زمین کے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کے عمل کو پڑھ کر ممکن ہے کئی دوست یہ تصور کریں کہ زمین اس طرح دو ٹکڑے ہو گئی جیسے آلو کو چھری کی مدد سے دو ٹکڑے کیا جاتا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہوا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ تقسیم صرف زمین کے اوپری حصے میں ہوئی جسے کرسٹ (Crust) کہا جاتا ہے۔اس کا مرکز اسی طرح برقرار رہا۔اس بات کو اس طرح سمجھیے کہ زمین کے اندر اب تک جو سب سے گہری سرنگ کھودی گئی ہے وہ چار کلومیٹر گہری ہے۔ پیٹرولیم کی تلاش میں ڈرل مشینوں کے ذریعے سے اب تک زیادہ سے زیادہ پندرہ کلومیٹر تک کھدائی ہو سکی ہے۔ جب کہ زمین کی سطح سے اس کے مرکز تک کا فاصلہ چھ ہزار تین سے ستر کلو میٹر کے قریب ہے۔

جو اندازے قائم کیے گئے ہیں ان کے ذریعے زلزلے کے جھٹکے ہیں یا آتش فشاں کا لاوا، زلزلے کے جھٹکوں سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کی مدد سے ماہرین ارضیات نے زمین کی بناوٹ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(1) کرسٹ (Crust) یعنی بیرونی تہہ

(2) مینٹل (Mantle) مرکز کے اوپری تہہ

(3) اور اس کا مرکز جسے (Core) کہا جاتا ہے

زمین کی بیرونی تہہ یعنی کرسٹ (Crust) کی موٹائی 5 سے 70 کلومیٹر ہے۔اس کے نیچے والی تہہ یعنی مینٹل (Mantle) کی موٹائی 2900 کلومیٹر ہے اور یہ انتہائی گرم مادے سے بنا ہوا ہے۔ یہاں درجہ حرارت 1832 فارن ہائیٹ رہتا ہے۔

زمین کا مرکز یعنی کور (Core) پگھلی ہوئی دھاتوں سے بنا ہوا ہے۔ خیال ہے کہ یہ باہر سے پگھلا ہوا ہے اور اندر سے ٹھوس شکل میں رہتا ہے۔ اس کا درجہ حرارت 10800 فارن ہائیٹ تک ہوتا ہے۔

زمین کے پھٹنے، پھیلنے یا بچھائے جانے کا جو بھی عمل ہوا، وہ اس کی بیرونی تہہ یعنی کرسٹ (Crust) میں رونما ہوا۔ اس عمل کے دوران جہاں سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ سطح پھٹی وہاں سمندر پھیلتے چلے گئے اور ان سمندروں کے درمیان سات براعظم وجود میں آئے۔

زمین آج بھی پھیل رہی ہے:

اس طرح زمین پھیلی یا بچھائی گئی اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح زمین پھٹی، سورہ طارق کی آیات 11 اور 12 میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے:

''قسم ہے چکر کھانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی۔''

دنیا کے سات براعظم بہت سست رفتاری ہی سے سہی، لیکن آج بھی ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ مثلاً براعظم یورپ اور براعظم شمالی امریکہ ایک سال میں کم و بیش تین انچ (سات سینٹی میٹر) ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

براعظموں کی تشکیل کا نظریہ:

یہ نظریہ سب سے پہلے مشہور انگریز مفکر فرانسس بیکن نے سولہویں صدی عیسوی میں پیش کیا۔ اس نے یہ نظریہ جنوبی امریکہ اور افریقہ کے ساحلی علاقوں میں ایک خاص طرح کی یکسانی کو دیکھ کر پیش کیا تھا۔ جنوبی امریکہ اور افریقہ پہلے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے پھر ٹوٹ کر الگ ہو گئے۔ آج الگ ہونے والے دونوں براعظموں کے ساحلی علاقوں کی بناوٹ ایک دوسرے کے برعکس ہے۔ انگریزی میں اس مرر اِمیج (Mirror Image) کہتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نظریے کی سائنسی ثبوت:

اس نظریے کے سائنسی ثبوت انیسویں صدی میں جرمنی کے ماہر ارضیات الفریڈ ویگنر (1880-1930) نے پیش کیے۔ الگ ہوجانے والے براعظموں میں اس نے یکساں چٹانیں اور پودے تلاش کیے اسے قطبِ شمالی کے برفانی علاقے میں ان پودوں کے صدیوں پرانے فوسلز ملے جو پودے صرف گرم علاقوں مثلاً آسٹریلیا کے گرم ترین علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ اسی بنیاد پر اس نے کہا کہ انٹارٹکا کا برفانی براعظم گرم علاقوں سے ٹوٹ کر الگ ہوا ہے۔

شروع میں الفریڈ کے ان ثبوتوں کو خاص اہمیت نہیں دی گئی لیکن بعد میں جب مزید پودوں اور جانوروں کے ڈھانچے ان براعظموں میں پائے گئے جہاں وہ پودے اور جانور جدید زمانوں میں کبھی نہیں دیکھے گئے تھے تو الفریڈ کے ثبوتوں کو قبول کرلیا گیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کلام امیر المومنینؑ پر ایک نظر:

آیئے اب نہج البلاغہ، خطبہ نمبر 89 کو پڑھتے ہیں۔ اس خطبے کو ''خطبہ اشباع'' کہا جاتا ہے۔ یہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے طویل خطبوں میں سے ایک ہے اور دوسرے خطبوں کی طرح پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم اس خطبے سے چند جواہر پارے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں آپ کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ایک مرتبہ سائنس دانوں کے نظریات کا خلاصہ:

سائنس دانوں یا ماہرینِ ارضیات کا کہنا ہے کہ 250 ملین سال پہلے زمین پانی پر تیر رہی تھی۔ اس وقت یہ پوری دنیا ایک عظیم ترین براعظم تھی جسے ''پین گیا''

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

(Pangaea) کا نام دیا گیا تھا۔ 200 ملین سال پہلے یہ زمینی گولا ''پین گیا'' (Pangaea) پھٹنا یا پھیلنا شروع ہوا۔ سمندر کی موجوں نے اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ درمیان میں سمندر اُبھر آیا۔

یاد رہے کہ یہ نظریات اٹھارویں اور انیسویں صدی میں پیش کیے گئے جب کہ امیر المومنینؑ نے آج سے کم وبیش 14 سو سال پہلے یہی سب کچھ بتایا تھا:

''اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی تہہ و بالا کر دینے والے مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کو اتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھی اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اُٹھتی تھیں اور اس طرح جھاگ پیدا کر رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں براونٹ۔۔۔۔۔

اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی۔

۔۔۔جب اس (زمین) کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون پذیر ہوا اور اس (یعنی زمین) کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا تو (اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیے اور انہیں دور دراز کے جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا۔۔''

سائنس دانوں کے آج کے نظریات اور باب مدینۃ العلم حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے کم وبیش 14 سو سال پہلے کے ارضیاتی بلکہ کائناتی انکشافات میں جو یکسانیت پائی جاتی ہے، اس کی وضاحت کرنا ہمارے خیال سے ضروری نہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 30:

سرد سیّارہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''یقیناً خداوندِ عالم نے ساتویں فلک (مدار) میں ایک ایسا سیّارہ خلق کیا ہے جسے اللہ نے ٹھنڈے پانی سے پیدا کیا ہے۔''

(بحار الانوار)

جس زمانے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سرد سیارے اور ساتویں فلک (یعنی مدار) کی بات کی اس زمانے میں ہندوستان اور یونان کے ماہرینِ فلکیات صرف چھ سیاروں کے بارے میں جانتے تھے۔ ان کے خیال میں آسمان پر صرف چھے سیارے موجود تھے۔

اور وہ تھے: عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری اور زحل۔ آسمانوں کے حوالے سے یہ معلومات ہندوستان بابل و نینوا، یونان کے ماہر فلکیات کے ہزاروں سال

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پرانے علم اور مشاہدے کا نتیجہ تھیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام 17 ربیع الاول 83 ہجری میں پیدا ہوئے اور 148 ہجری میں آپؑ نے شہادت پائی۔ آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے سوا تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام سے زیادہ عمر پائی۔ بنواُمیہ کی حکومت کا زوال آپؑ ہی کے دور میں عروج پر پہنچا اور آپؑ ہی کی زندگی میں بنوعباس کی حکومت قائم ہوئی۔

ان دونوں طاقتوں کو اپنی لڑائیوں کی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام پر توجہ دینے کا وقت نہیں مل سکا ورنہ شاید آپ کے لئے ممکن نہ ہوتا کہ آپ اپنے دور میں ان جدید سائنسی علوم کی بنیادیں رکھ سکیں جن کی وجہ سے انسان کے لئے آج خلاؤں میں جھانکنا اور دوسرے سیاروں تک پہنچنا ممکن ہوا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تین سر دسیارے:

ساتویں، آٹھویں اور نویں سیارے کی دریافت بالترتیب 1782ء، 1845ء، اور 1930ء میں ہوئی۔ ہمارے لیے یقین سے کہنا مشکل ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے جس سر دسیارے کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ ان میں سے کون سا سیارہ ہے۔ اس لیے کہ ان سیاروں کے بارے میں ابھی تک جو سائنسی معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ نامکمل ہیں۔ امکان یہ ہی ہے کہ امامؑ نے یورانس نامی سیارے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جدید زمانے میں دریافت ہونے والے ان سیاروں کے نام ہیں:

(1) یورانس (Uranus)

(2) نیپچون (Neptune)

(3) پلوٹو (Pluto)۔ پلوٹو کو برف کا سیارہ (Ice Planet) بھی کہا جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ تینوں سیارے سرد ہیں۔ یورانس اور نیپچون کے اوپر بادلوں کی سطح کا درجۂ حرارت بالترتیب منفی 214 سینٹی گریڈ اور منفی 225 سینٹی گریڈ رہتا ہے۔ اتنا کم درجۂ حرارت اگر زمین کا ہوتا تو سارے سمندر شیشے کی طرح جم جاتے اور اس کرۂ خاکی سے زندگی کا نام ونشان مٹ جاتا۔

پلوٹو جسے برف کا سیارہ بھی کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں ابھی تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہوسکی ہیں کیونکہ ابھی کوئی زمینی سیٹلائٹ یا مصنوعی سیارچہ اس کی سطح تک نہیں پہنچا۔ بہرحال اندازہ ہے کہ اس کی سطح کا درجۂ حرارت منفی 228 سینٹی گریڈ سے 232 سینٹی گریڈ کے درمیان ہوگا۔

2006ء میں سائنس دانوں نے پلوٹو کو نظامِ شمسی کے نو سیاروں کی فہرست سے خارج کر دیا تھا کہ یہ ہمارے نظامِ شمسی کی آخری حدود میں واقع ہے۔ (جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے)

اب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد پر غور کرتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ساتویں فلک (مدار) میں ایک ایسا سیارہ خلق کیا ہے جسے اللہ نے ٹھنڈے پانی سے خلق فرمایا ہے۔

فلک کیا ہے؟

''فلک'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ عام لوگ فلک کا مطلب صرف آسمان سمجھتے ہیں۔ فلک کا مطلب ہے ستاروں اور سیاروں کے چکر لگانے کی جگہ، یعنی وہ مخصوص راستے جن پر ستارے یا سیارے اربوں سال سے گردش کر رہے ہیں۔ ان راستوں کو مدار (Orbit) کہا جاتا ہے۔ مثلاً ہماری زمین کی دو گردشیں ہیں: ایک تو یہ اپنے محور

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

(Axis) پر کسی لٹو کی طرح گھوم رہی ہے اور دوسرے یہ اپنے مدار پر سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔

سورج کے گرد موجود تمام سیارے سورج سے مختلف فاصلوں پر اپنے اپنے مدار (فلک) میں چکر لگا رہے ہیں۔ عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری اور زحل سب کے الگ الگ مدار ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے تک یہی چھے سیارے دریافت ہوئے تھے، لیکن آج سے کم وبیش ساڑھے بارہ سو سال پہلے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ساتویں سیارے کی موجودگی کا انکشاف فرمایا۔ جس کی مشاہداتی تصدیق 1781ء میں دوربینوں کی ایجاد کے بعد ہی ممکن ہوئی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ساتواں سیارہ:

اس ساتویں سیارے کی دریافت موجودہ سائنسی عہد میں دوربینوں کی ایجاد کے بعد 1781ء میں برطانوی ماہر فلکیات ویلیم (Willam Herschel) کے نام سے منسوب ہے۔ یہ سیارہ جسے یورانس کا نام دیا گیا، سورج کے گرد ساتویں فلک یا مدار میں چکر لگا رہا ہے۔ امکان یہی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا اشارہ اسی سیارے کی جانب ہے اس لیے کہ امامؑ نے اپنے ارشاد میں ساتویں فلک (مدار) کا ذکر فرمایا ہے۔

آٹھواں اور نواں سیارہ:

بات یہیں ختم نہیں ہوئی۔ 1845ء میں برطانیہ کے جون کوچ آدم اور فرانس کے لیویرئر (Leverrier) نے آٹھویں سیارے نیپچون کا پتا چلایا اور 1930ء میں ایک نوجوان ماہر فلکیات نے نویں سیارے پلوٹو کو دریافت کیا۔ تازہ ترین خلائی تحقیقات کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بعد پلوٹو سے آگے دو نئے سیاروں کی موجودگی کا ثبوت بھی سائنس دانوں کو مل چکا ہے۔

سورج سے فاصلہ:

یہ تینوں سیارے یعنی یورانس، نیپچون اور پلوٹو... سورج سے سب زیادہ فاصلے پر ہونے کی وجہ سے سرد سیارے ہیں۔ یورانس سورج سے 1.78 بلین (ارب) میل فاصلے پر واقع ہے۔ نیپچون سورج سے 2.78 بلین میل کے فاصلے پر اور پلوٹو 3.87 بلین (ارب) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے مقابلے میں زمین سورج سے 93 ملین میل (یعنی نو کروڑ تیس لاکھ میل) کے فاصلے پر واقع ہے۔

سیارے اور ان کے چاند:

یورانس کے چاندوں (MOONS OF URANUS) کی تعداد 17 ہے۔ نیپچون کے گرد آٹھ چاند چکر لگا رہے ہیں۔ پلوٹو کا فی الحال ایک چاند دریافت ہوا ہے۔

مستقبل میں خلائی سائنس مزید ترقی کرے گی اور انسان کو خلا کے بارے میں بے شمار نئی معلومات حاصل ہوں گی، تب جا کر ہم اس قابل ہوں گے کہ ٹھنڈے پانی سے خلق ہونے والے سیارے کے بارے میں تفصیلات جان سکیں۔

دنیا والوں کے لیے امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ انکشاف ہی حیرت کا سبب ہے کہ امامؑ نے آج سے ساڑھے بارہ سو سال پہلے جب نہ دوربینیں تھیں، نہ خلائی آلات، ساتویں فلک (مدار) میں گردش کرنے والے اس سرد سیارے کا پتا کیسے چلایا!



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 31:

ستارے اور فاصلے

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾

''اور ہم نے آسمان (یعنی کائنات کو) دستِ قدرت سے بنایا
اور ہم اسے (مزید) پھیلاتے رہتے ہیں۔''

(سورۂ ذاریات، آیت 47)

قرآن کریم اللہ کا معجزہ ہے۔ اس میں ہر دور اور ہر زمانے کے علوم کے خزانے موجود ہیں۔ یہ اللہ کی آخری کتاب ہے۔ اس میں زمین و آسمان کے فنا ہو جانے تک کے زمانوں میں پیش آنے والے مسائل کا تذکرہ اور حل موجود ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانشین ائمہ معصومینؑ انسانی ذہن کی ترقی اور صلاحیت کے مطابق اپنے اپنے زمانوں میں انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن کریم میں موجود کائناتی علوم کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ قرآن کا علم رکھنے والی یہ پاکیزہ ہستیاں ہر دور میں کائنات کے رازوں سے باخبر رہیں۔ ان کے لیے کائنات کے راز کبھی راز نہیں رہے اور اس کا ثبوت معصومینؑ کے وہ سائنسی انکشافات ہیں جن پر گزشتہ ہی نہیں موجودہ زمانے میں بھی زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔

کائنات کے راز:

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ غیروں ہی نے نہیں اپنوں نے بھی معصومینؑ کے اشادات کو نہ توجہ سے سنا، نہ انہیں سمجھنے کی کوشش کی اور نہ ان عظیم الشان ارشادات کو اپنی تحریروں میں عام کیا، اگر کسی نے آسمانوں کے راستے بتانے والے، خلاؤں پر حکمرانی کے قابل بنانے والے ان ارشادات کو سرسری انداز میں کہیں پڑھا بھی تو انہیں تصوراتی اور دیومالائی کہانیاں سمجھ کر بھول گیا۔

آیئے آج معصومینؑ کے ایسے ہی صرف چند ارشادات ہم آپ کو بتاتے ہیں اور دیکھتے ہیں آج کی جدید خلائی سائنس اس بارے میں کیا کہتی ہے۔

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہاری اس زمین کے علاوہ اللہ نے ستر زمینیں سونے کی اور ستر زمینیں چاندی کی اور ستر زمینیں مشک کی اور ستر زمینیں ایسی پیدا کی ہیں جہاں ملائکہ رہتے ہیں ان زمینوں میں نہ گرمی ہے اور نہ سردی اور ہر زمین کا طول دس ہزار سال کی مسافت ہے۔'' (انوار نعمانیہ)

حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا:

''ان آسمانی سیاروں میں زمین کے شہروں کی طرح شہر آباد ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ آسمانی نجوم زمین کے شہروں کی طرح ہیں اور یہ سب کے سب دو نورانی ستونوں کے ذریعے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ آسمانوں میں ان نورانی ستونوں کی لمبائی دوسو پچاس برس کی مسافت ہے۔'' (مجمع البحرین)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''تمہارے اس سورج کے علاوہ چالیس (یعنی بہ کثرت) سورج اور ہیں اور ایک سورج سے دوسرے سورج کے درمیان چالیس برس (یعنی ہزاروں برس) کی مسافت کا فاصلہ ہے ان سورجوں (کے نظام) میں کثیر مخلوقات آباد ہیں جنھیں یہ معلوم ہی نہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا بھی کیا ہے یا نہیں۔'' (بصائر الدرجات)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ نے کئی آسمانی قبے پیدا کیے ہیں اور اللہ ہی نے تمہارے اس مغرب کے آگے 39 مغرب اور پیدا کیے ہیں۔'' (بحار الانوار)

ایک اور موقع پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''خداوند عالم نے ایک لاکھ روشن قندیلیں پیدا کی ہیں اور انہیں معلق کر دیا ہے عرش اور تمام آسمان وزمین اور ان میں جو کچھ ہے حتیٰ کہ جنت اور جہنم بھی، ایک قندیل (کے حلقے) میں واقع ہیں باقی قندیلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(انوار نعمانیہ)

زمینوں، آسمان، ستاروں، سیاروں، سورجوں کی تعداد اور ان کے درمیان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ستارہ ہے۔ سو ارب ستاروں میں سے ہر ستارہ ایک سورج ہے جس کے گرد اس کے سیارے گردش کر رہے ہیں۔ ہماری کہکشاں اتنی بڑی ہے کہ تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کیا جائے تو اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں تقریباً ایک لاکھ سال لگیں گے۔

مختلف رنگوں کی زمینیں اور ہیرے کی زمین:

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک میں آپ نے سونے، چاندی اور مشک کی زمینوں کا تذکرہ دیکھا، سونے یا چاندی کی زمین ہونا بہ ظاہر ناممکن لگتا ہے لیکن ابھی کچھ سال پہلے سائنس دانوں نے ہماری کہکشاں کے قریب ایک دوسری کہکشاں میں ایک ستارہ دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ اپنے مرکز سے سطح تک مکمل ہیرے کا بنا ہوا ہے۔

''ہیرے کی یہ زمین'' ہماری زمین سے ذرا چھوٹی ہے، یہ زمین ہماری زمین سے 50 ہزار نوری سال کے فاصلے پر موجود (Centaurus) نامی کہکشاں میں پائی جاتی ہے۔

ہیرے کی زمین:

سائنس دانوں کے مطابق یہ کبھی ہمارے سورج کے برابر ستارہ تھا جو اپنی موت کے بعد سکڑ کر چار ہزار کلومیٹر کے سائز کا ہیرا بن گیا۔ (دنیا میں اس وقت سب سے بڑے ہیرے کا وزن 530 کیرٹ ہے۔ اسے ''اسٹار آف افریقا'' کہا جاتا ہے اور یہ برطانیہ کے شاہی تاج میں جڑا ہوا ہے۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ستارہ ہے۔ سو ارب ستاروں میں سے ہر ستارہ ایک سورج ہے جس کے گرد اس کے سیارے گردش کر رہے ہیں۔ ہماری کہکشاں اتنی بڑی ہے کہ تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کیا جائے تو اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں تقریباً ایک لاکھ سال لگیں گے۔

مختلف رنگوں کی زمینیں اور ہیرے کی زمین:

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک میں آپ نے سونے، چاندی اور مشک کی زمینوں کا تذکرہ دیکھا، سونے یا چاندی کی زمین ہونا بہ ظاہر ناممکن لگتا ہے لیکن ابھی کچھ سال پہلے سائنس دانوں نے ہماری کہکشاں کے قریب ایک دوسری کہکشاں میں ایک ستارہ دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ اپنے مرکز سے سطح تک مکمل ہیرے کا بنا ہوا ہے۔

''ہیرے کی یہ زمین'' ہماری زمین سے ذرا چھوٹی ہے، یہ زمین ہماری زمین سے 50 ہزار نوری سال کے فاصلے پر موجود (Centaurus) نامی کہکشاں میں پائی جاتی ہے۔

ہیرے کی زمین:

سائنس دانوں کے مطابق یہ کبھی ہمارے سورج کے برابر ستارہ تھا جو اپنی موت کے بعد سکڑ کر چار ہزار کلومیٹر کے سائز کا ہیرا بن گیا۔ (دنیا میں اس وقت سب سے بڑے ہیرے کا وزن 530 کیرٹ ہے۔ اسے ''اسٹار آف افریقا'' کہا جاتا ہے اور یہ برطانیہ کے شاہی تاج میں جڑا ہوا ہے۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آپ انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں تو گوگل سرچ پر جا کر Dimond Star ٹائپ کر کے ہماری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

تو جناب جب ہیرے کی زمین ہو سکتی ہے تو پھر سونے، چاندی یا مشک کی زمین کیوں نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔یعنی جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یقین کر لیں، وہ اسی طرح کہیں نہ کہیں موجود ہے۔

قریب ترین دوسری کہکشاں:

ہماری کہکشاں سے قریب ایک کہکشاں کا نام سائنس دانوں نے (Magellanic) رکھا ہے۔ یہ ہماری کہکشاں سے ایک لاکھ پچاس ہزار نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ یعنی اگر آپ تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کریں تو اس کہکشاں تک پہنچنے کے لیے آپ کو ڈیڑھ لاکھ سال درکار ہوں گے۔

یہ کہکشاں ہماری کہکشاں (دودھیا کہکشاں) سمیت چوبیس دوسری کہکشاؤں کے گروپ کا حصہ ہے۔ جب کہ قریب ترین علیحدہ کہکشاں دو لاکھ پچاس ہزار نوری سال کے فاصلے پر گردش کر رہی ہے۔ یہ ایک چھوٹی کہکشاں کہلاتی ہے لیکن یہ بھی اتنی بڑی ہے کہ تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کیا جائے تو تین ہزار سال کے بعد اس کے دوسرے سرے تک پہنچا جا سکے گا۔

اینڈرومیڈا نامی کہکشاں، ہماری کہکشاں سے دوگنی بڑی ہے۔ اس میں کم و بیش دو سو بلین (یعنی دو سو ارب) ستارے موجود ہیں۔ یہ ایک اوسط سائز کی کہکشاں ہے۔ کائنات میں اس سے بھی بڑی کہکشائیں موجود ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

توانائی کے مراکز:

کوازرز کو ایک زمانے میں عظیم ترین ستارہ کہا جاتا تھا۔ 1963ء میں نیدر لینڈ کے ایک سائنس دن مارٹن شمڈ نے جو کیلی فورنیا کی خلائی رصدگاہ میں ڈائریکٹر تھا، یہ دریافت کیا کہ کوازر ستاروں سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ انہیں توانائی کے عظیم مراکز کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

مارٹن کے نظریے کے مطابق کوازرز کائنات کے اس سرے پر واقع ہیں جہاں تک طاقت ور ترین دوربینوں سے دیکھا جا سکتا ہے اس حد سے آگے کائنات کتنی بڑی ہے اس کا جواب ابھی سائنس کے پاس نہیں ہے۔

کائنات پھیل رہی ہے:

قرآن حکیم نے یہ بات 14 سو برس پہلے بتادی تھی:

''ہم نے آسمان (کائنات) کو دست قدرت سے بنایا اور ہم اسے وسیع کرتے رہتے ہیں۔'' (سورہ ذاریات)

ہمارا تو ذکر ہی کیا، غور و فکر کرنے والی قوموں کو بھی اس آیت کی سچائی کا ثبوت نزول قرآن کے ہزار سال کے بعد حاصل ہوا۔

ایڈون ہبل وہ پہلا سائنس دان ہے جس نے کہکشاؤں کے درمیان فاصلوں کی پیمائش کے کام کا آغاز کیا۔ اس نے جو نظریہ پیش کیا اسے آج خلائی سائنس میں ایک قانون کا درجہ حاصل ہے۔ اس قانون کو ہبل کا قانون (Hubble Law) کہا جاتا ہے۔

ایڈون ہبل نے برسوں کی تحقیق اور طاقتور دوربین سے مشاہدہ کرنے کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بعد یہ نظریہ پیش کیا کہ تمام کہکشائیں تیزی کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہوتی جا رہی ہیں، دوسرے الفاظ میں اس کا کہنا ہے کہ یہ لامحدود کائنات مزید پھیلتی جا رہی ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرے گا اس کائنات کی وسعت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

یہی بات تو قرآن نے 14 سو سال پہلے کہی تھی۔

آج اکثر لوگ سائنس کی ترقی سے خوف زدہ نظر آتے ہیں۔ انہیں سائنس کی ترقی میں اپنا ایمان خطرے میں نظر آتا ہے حالانکہ سائنس تو ہر روز قرآن کی کسی نہ کسی آیت اور قرآن کا علم رکھنے والے ائمہ معصومینؑ کے کسی نہ کسی قول کی تفسیر بیان کر رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں قرآن کی اس آیت اور معصومؑ کے اس قول کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ضروری نوٹ:

سورۂ ذاریات میں ''والسماء'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی لغت کے مطابق ''سما'' اوپر موجود چیز کو کہتے ہیں۔ سماء کا مطلب آسمان بھی ہوسکتا ہے اور کائنات بھی۔

عربی محاورے کی زبان میں جہاں بے شمار یا بہ کثرت کہنا ہوتا ہے وہاں اکثر ''چالیس'' کہہ دیتے ہیں۔

''قبے'' کا مطلب کسی چیز کو گھر لینا ہے۔ جیسے کسی مزار کے اوپر قبہ بنایا جاتا ہے۔ امام معصومؑ کے ارشاد میں قبے سے مراد گیس کے بادل بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ بادل اکثر کہکشاؤں کو ہر طرف سے گھیر ہوئے ہیں۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 32:

سات آسمان

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

''اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہی کے برابر زمینیں بھی۔ ان میں اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ (ہی) ہر چیز پر قادر ہے۔''

(سورہ طلاق، آیت 12)

واضح رہے کہ اس آیت میں سات آسمان اور انہی کے برابر زمینوں کا تذکرہ ہے۔ سات کے عدد کو عربی زبان میں ''بے شمار'' کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے۔ بہر حال انسان اس دنیا میں کہیں اور سے آیا ہے اور اسے کہیں اور جانا ہے۔ آسمانوں کے کس حصے سے وہ یہاں آیا ہے اسے یاد نہیں لیکن ہر مذہب وملت اور ہر قوم و قبیلے کے انسان کی فطرت میں یہ احساس موجود ہے کہ وہ کسی اور جگہ سے یہاں آیا ہے اور یہاں سے اسے کہیں جانا ہے اسی لیے تو انسان ہر مشکل اور پریشانی میں آسمان ہی کی طرف دیکھتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ دعا کے لیے آسمان ہی کی طرف ہاتھ کیوں اُٹھائے جاتے ہیں (حالانکہ دعاؤں کو قبول کرنے والا اللہ ربّ کریم تو ہر جگہ موجود ہے۔)

امامؑ نے جواب دیا۔ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا:

''تمہاری روزی اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، آسمان میں ہے۔''

(سورۂ الذاریات، آیت 22)

روزی کس طرح آسمان سے اُترتی ہے۔ اس آیت کے ذیل میں بے شمار سائنسی شواہد موجود ہیں (اگر اس بارے میں جاننا چاہیں تو ہماری کتاب ''عرفانِ دعائے عرفہ'' کا مطالعہ فرمائیں) لیکن اس وقت ہمارا موضوع سات آسمان ہیں اس لیے اس وقت اسی موضوع پر بات کریں گے۔

آسمان کیا ہے:

آپ کمرے سے نکل کر اوپر کی طرف دیکھیں تو حد نگاہ تک ایک نیلا پردہ تنا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اسی کو ہم آسمان کہتے ہیں۔ زمین پر موجود تمام ذی حیات کی زندگی کا دارومدار اسی آسمان پر ہے۔ یہ مختلف گیسوں کا ایک سمندر ہے جو زمین کے ہر طرف

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تقریباً میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ زمین اور سورج کے درمیان اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو ہم دن کے وقت سورج کی تمازت سے جلنے لگتے ہیں اور رات کے وقت برف کی طرح جم جایا کرتے۔ ہم ہی نہیں دنیا کی ہر چیز کا یہی حال ہوتا۔

ہمیں زندگی دینے والے مہربان مالک نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا تو اس نے پہلے زمینی حیات کی بقا کے لیے زمین کو ہر طرف سے ایک حفاظتی حصار میں محفوظ کر دیا اور ہماری زندگی کی ضروریات بھی اس نے اسی حفاظتی حصار میں پیدا کر دیں۔

ہماری ضرورت کا پانی، ہوا، توانائی اور مختلف گیسیں اسی حصار میں موجود ہیں۔ زمین کے موسم اسی کی وجہ سے بدلتے ہیں، بادل برسات، گرمی سردی، طوفان اور اس کے نتیجے میں زمین پر خوش حالی و بدحالی کا دارومدار بھی سورج کی توانائی اور گیسوں کے اسی سمندر پر ہے۔

مختلف گیسوں کے اس سمندر کو ہم فضا (Atmosphere) کہتے ہیں۔ قطبین پر گیسوں کی یہ تہہ آٹھ کلومیٹر دبیز ہے۔ خط استواء پر یہ تہہ اٹھارہ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں سات آسمانوں کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔ یہ سات آسمان کہاں ہیں۔ کیا یہ سات زمینوں کے ساتھ الگ الگ آسمان ہیں؟ یا سات زمینوں کو آسمانوں کے سات حصے گھیرے ہوئے ہیں؟

قرآن مجید ہی میں اس سوالوں کا جواب موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر بنائے گئے ہیں۔

''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے (ایک دوسرے کے اوپر) کس طرح بنائے۔'' (سورۂ نوح، آیت 15)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آسمان کی سات تہیں:

زمین کے گرد آسمان پانچ یا سات فضائی تہوں پر مشتمل ہے اور زمین کی سطح سے خلاء کے آغاز تک اس کی وسعت ایک ہزار کلومیٹر سے دس ہزار کلومیٹر تک ہے۔ گویا یہ آسمان ایک عظیم گیسی غبارہ ہے جو ہر طرف سے زمین اور اس میں رہنے والوں کو گھیرے ہوئے ہے اور اسی کے سبب کرہ ارض زندگی سے معمور نظر آتا ہے۔ ہم آسمان کی چند تہوں کا مختصر احوال بیان کر رہے ہیں۔

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق زمین کے ارد گرد پھیلی ہوئی اس فضاء کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) زمین سے سب سے قریبی تہہ کو ٹروپوسفیر (Troposphere) کہا جاتا ہے۔ یہ تہہ 20 کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ گیسوں کی زیادہ تعداد، پانی اور گرد کے ذرات اسی میں ہوتے ہیں۔ گرم ہوا اوپر اُٹھتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا نیچے کا رخ کرتی ہے۔ اسی تہہ کے سبب زمین پر بارشیں برستی ہیں، بجلی چمکتی ہے اور بادل گڑگڑاتے ہیں۔ سمندری طوفان، آندھیاں اور حبس، سب فضاء کے اس حصے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ فضا کے اس حصے میں گیسیں، پانی کے بخارات اور گرد کے ذرات ہر لمحے متحرک رہتے ہیں۔

(2) اس کے بعد اسٹارٹوسفیر (Startosphere) کی تہہ یا پرت ہے۔ یہ 50 کلومیٹر تک زمین کو سورج سے نکلنے والی تابکاری سے بچانے والی حفاظتی تہہ ''اوزون'' اسی میں واقع ہے۔ شہاب ثاقب اسی جگہ جلنا شروع ہوتے ہیں۔ اگر یہ حفاظتی تہہ نہ ہوتی تو ستاروں سے ٹوٹنے والے ٹکڑے زمین پر تباہی پھیلا دیا کرتے۔

(3) اس کے اوپر والی فضاء کو آنوسفیر (Inosphere) کہا جاتا ہے۔ یہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

500 کلومیٹر تک واقع ہے۔

(4) زمین کی سطح سے تقریباً نو سو کلو میٹر کے فاصلے پر ایکسو سفیر (Exosphere) واقع ہے۔ یہاں ہوا کی مقدار بہت معمولی ہے۔ اس کے بعد لامحدود خلاء شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ کی نشانیاں:

زمین سے قریبی فضا (Troposphere) ہر وقت متحرک رہتی ہے۔ اس میں ہر وقت تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں سب سے زیادہ مقدار 78 فیصد نائیٹروجن گیس اور 21 فیصد آکسیجن پائی جاتی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ 0.37 فیصد پانی کے بخارات اور بہت ہی معمولی مقدار میں ہیلیم، نیون اور اوزون نامی گیسیں بھی یہاں موجود ہوتی ہیں۔ زمین کے گرد فضاء جس کی وجہ سے زمینی حیات کا وجود ممکن ہے، زمین کی کشش ثقل کی وجہ سے قائم ہے اگر کشش ثقل نہ ہوتی تو یہ حفاظتی حصار خلا میں غائب ہو جائے گا۔

سائنس دان ابھی اس موضوع پر مکمل کام نہیں کر سکے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ فضا کی کم از کم سات یا اس سے زیادہ تہیں زمین کے اوپر موجود ہیں۔

قرآن کریم نے ڈیڑھ ہزار سال پہلے انسانوں کو ان آسمانوں یعنی زمین کے اردگرد پھیلی ہوئی اس فضاء اور لامحدود خلا کی طرف متوجہ کیا تھا۔

"اس میں شک نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے آنے جانے میں عقل مندوں (غور و فکر کرنے والوں) کے لیے (قدرتِ خدا) کی بہت سی نشانیاں ہیں۔" (سورہ آل عمران، آیت 190)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

فضا حکم خدا کی پابند ہے:

فضاء کے اندر جو تبدیلیاں ہر لمحے رونما ہوتی رہتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ایک نظام کے تحت ہوتی ہیں۔ ان پر کسی انسان کا اختیار نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی آسمان بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے مگر بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرتا اور کبھی دھوپ چمک رہی ہوتی ہے اور بارش برسنے لگتی ہے۔

لاکھو کروڑوں ٹن پانی ہماری فضاء میں سفر کرتا رہتا ہے مگر ایک بوند زمین پر نہیں گرتی لیکن جب اللہ باران رحمت کو برسانا چاہتا ہے تو یہ پانی بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ خشک زمین بارش میں نہانے لگتی ہے۔

جدید سائنس نے زمین کے اردگرد اس فضاء کے بارے میں جو تحقیقات کی ہیں وہ اس وقت ممکن ہوئیں جب مصنوعی سیارچوں نے زمین کو خلاء میں جا کر دیکھا اس سے پہلے فضا کے بارے میں انسان کی معلومات بہت محدود تھیں۔

زمین و آسمان کی خلقت امیر المومنینؑ کی زبانی:

چودہ سو برس پہلے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک دن مسلمانوں کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ اس خطبے کے آغاز میں آپؑ نے زمین و آسمان کی خلقت کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ یہ خطبہ نہج البلاغہ کا پہلا خطبہ ہے ہم اس خطبے کے ایک حصے کا مفہوم آسان زبان میں پیش کر رہے ہیں۔

> ”پھر اللہ تعالیٰ نے دور دور تک پھیلی ہوئی فضائیں، کشادہ اور ہر طرف کی سمتیں (یعنی مغرب، مشرق، شمال، جنوب اور دوسری سمتیں) اور آسمان سے ٹکرانے والی ہوائیں پیدا کیں۔ پھر اس فضا میں تند و تیز

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانی بہایا۔ پانی کے اس موجیں مارتے سمندر کی لہریں ایک دوسرے پر چڑھ رہی تھیں۔ پھر اللہ نے طوفان خیز ہواؤں کے ذریعے پانی کو پلٹایا اور ہوا کو پانی کے جوش وخروش پر مسلط کر دیا۔ اس طرح یہ پانی ایک جگہ میں محدود ہو کر رہ گیا۔ (اس وقت یہ حالت تھی کہ) نیچے دور دور تک ہوا پھیلی ہوئی تھی اور اس کے اوپر پانی کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی (خاص) ہوا پیدا کی جو خشک (بنجر) تھی (ممکن ہے اس کا مطلب ہو کہ اس ہوا میں آکسیجن نہیں تھی) اس ہوا کو اپنے مرکز (کشش ثقل) پر ٹھہرایا اور اس کی رفتار کو تیز کر دیا اور اس ہوا کے چلنے کی جگہ دور دور تک پھیلا دی۔ پھر اس ہوا کو حکم دیا کہ وہ (پہلی والی ہوا کے اوپر) موجیں مارتے پانی کو الٹ پلٹ (پھینٹ) دے اور اس کی موجوں کو اُٹھا کر مزید اوپر پھینکے۔

(اس حکم کے نتیجے میں اس خشک) ہوا نے پانی کو اس طرح پھیٹنا شروع کیا جیسے کسی برتن میں دودھ یا دہی کو پھینٹا جاتا ہے۔ یہ ہوا (پانی کو) دھکیلتی ہوئی اتنی تیز چلی جیسے خالی فضاؤں میں چلتی ہے۔ یہ ہوا پانی کو اوپر پلٹا رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس موجیں مارتے پانی کی سطح بلند ہو گئی اور تہہ در تہہ پانی پر جھاگ پیدا ہو گیا۔

پھر (اللہ تعالیٰ نے) اس پانی کو پھٹی ہوئی اور کشادہ فضا میں بلند کیا اور اس سے اللہ نے سات آسمان بنائے۔ نیچے والے آسمان کو ایک جمی اور ٹھہری ہوئی موج کی طرح بنایا اور اوپر والے آسمان کو محفوظ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چھت (حفاظتی حصار) اور بلند و بالا عمارت کی طرح بنایا مگر اس طرح کہ نہ (اس عمارت) کو ستونوں کے سہارے کی ضرورت تھی اور نہ کیلوں اور میخوں سے جوڑنے کی۔ پھر انہیں روشنی منعکس کرنے والے سیاروں اور روشنی پیدا کرنے والے ستاروں سے سجایا اور اس (آسمان) میں ایک روشنی پیدا کرنے والے چراغ (یعنی سورج) اور جگمگاتے ہوئے چاند کو رواں دواں کر دیا۔ یہ سب کچھ (یعنی سورج، چاند، ستارے) چکر لگانے والے آسمان، چلتی ہوئی چھت اور حرکت کرتی ہوئی لوح (تختی یا پلیٹ) میں ہے۔"

(اقتباس از: نہج البلاغہ، خطبہ:1)

چکر لگانے والے آسمان، چلتی ہوئی چھت اور حرکت کرتی ہوئی لوح، یہ ساری چیزیں کس قدر عظیم سائنسی انکشافات کر رہی ہیں؟ فزکس، پڑھنے والے اور خلائی میدان میں کام کرنے والے تو سب کچھ جانتے ہیں، عام قارئین کے لے ان سب چیزوں کی وضاحت انشاء اللہ کسی اور جگہ پیش کریں گے۔

بہر حال باب مدینۃ العلم علی اب ابی طالبؑ کا چودہ سو برس پہلے کا یہ سائنسی لیکچر آج ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ علم کے اس دروازے کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانوں کا دامن سائنسی ایجادات اور خلائی تحقیقات سے خالی ہے۔ ہم اپنے دشمنوں کی مدد سے معمولی قسم کے موسمیاتی سیارچے فضا میں چھوڑنے ہی کو بہت فخر کی بات سمجھتے ہیں جبکہ ہمارے دشمن فضاؤں، سمندروں، پہاڑوں اور زمینوں پر مسلط ہو چکے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہج البلاغہ نامی کتاب تفسیر قرآن ہے:

نہج البلاغہ نامی کتاب دراصل کائناتی علوم کی کتاب یعنی قرآن مجید اور سیرت رسولؐ کی تفسیر ہے اور عقل و علم کی بنیاد پر بات کرتی ہے۔

لیکن غیروں نے اس پر تعصب کی مہر لگادی اور دوستوں نے اسے خرید کر اپنے شوکیسوں میں سجانے ہی کو کافی سمجھ لیا۔ اس عظیم تحریر کے سائنسی حصوں پر ہمارے علمائے سائنس کو غور و فکر کرنا چاہیے تھا۔

امیر المومنینؑ تو آج بھی ''سلونی سلونی'' کہہ رہے ہیں لیکن ہم ان سے سوال ہی نہیں کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہم خود اس بدو سے بھی کم تر مقام پر کھڑے ہیں جس نے امیر المومنینؑ سے پوچھا تھا کہ میری ڈاڑھی میں بال کتنے ہیں۔ اس بدو نے سوال تو کیا! ہم تو باب مدینۃ العلم سے سوال تک نہیں کرتے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جہل کا علاج سوال کرنے میں پوشیدہ ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 33:

فرعون کی لاش

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

”ہم نے بنی اسرائیل دریا کے اس پار کر دیا پھر فرعون اور اس لشکر نے سرکشی کی اور شرارت سے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ وہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں اور میں اس کے فرماں بردار بندوں میں سے ہوں۔

(تب اللہ نے کہا) اب (مرنے کے وقت مجبوراً ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو اس سے پہلے نافرمانی کر چکا اور تو فساد پھیلانے والوں میں سے تھا۔ تو ہم آج تیرے جسم کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے عبرت (کا نمونہ) ہو (جائے) اگرچہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہی رہتے ہیں۔"

(سورہ یونس، آیات 90 تا 92)

مصر پر فراعین کی حکومت حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پندرہ سو سال پہلے تک صدیوں سے قائم تھی۔ فرعون صرف بادشاہ ہی نہیں، مصریوں کے خیال میں وہ ان کے خدا بھی ہوتے تھے۔ ان کے پاس بے پناہ مال و دولت، بڑے بڑے لشکر، مضبوط قلعے اور عالی شان محلات موجود تھے۔ وہ ایک اشارہ کرتے تو کسی کی زندگی ختم ہو جاتی اور خوش گوار موڈ میں ہوتے تو سزائے موت پانے والے کو ایک اشارے سے نئی زندگی دے دیتے۔

انہی طاقت ور فرعونوں کے درمیان وہ فرعون بھی گزرا ہے جس کے دور میں اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو اس کے دربار میں بھیجا تھا۔ یہی فرعون تھا جو بنی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دیا کرتا تھا اور لڑکیوں کو کنیزی کے لیے زندہ رکھتا تھا۔ اسی کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

قرآن مجید میں اس فرعون کا نام موجود نہیں ہے۔ ''فرعون'' کے معنی انگریزی لغت کے مطابق ''شاہی محل' ہوتے ہیں۔ لیکن مصریوں نے یہ لقب اپنے بادشاہوں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرعون کا نام نہیں لیا۔ اس کا تذکرہ اس کے لقب کے ساتھ کیا ہے۔ تاریخ دانوں کے مطابق اس فرعون کا نام ''رعمیسس'' تھا۔

فرعون کی غرقابی:

فرعون اور اس کے لشکر کے دریائے نیل میں ڈوبنے کا واقعہ آج سے کم و پیش تین ہزار سال اور قرآن کی مندرجہ بالا آیت نازل ہونے سے تقریباً پندرہ سو برس پہلے رونما ہوا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ہوگی تو کفار مکہ سمجھ ہی نہیں سکے ہوں گے کہ آنے والے زمانوں میں اس آیت کی سچائی کس طرح ثابت ہوگی۔ کفار و مشرکین کا خیال تو یہ تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہی نہیں ہے۔ اس زمانے میں اور دور کیوں جائیں آج کے علمی اور سائنسی دور میں بھی بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اسے مسلمانوں کے رسول نے خود لکھا تھا یا کسی سے لکھوایا تھا۔

قرآن الہامی کتاب ہے:

قرآن مجید کی بہت ساری دوسری آیات کی طرح (جن کی سچائی کی تصدیق

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج کی جدید سائنس کر چکی ہے) اس آیت کے نزول کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسان اس حقیقت کو سمجھ سکیں کہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف زمین و آسمان کے پروردگار کا کلام ہے۔ ساری دنیا کے انسان اور جن مل کر بھی کوشش کریں تو قرآن جیسی ایک آیت تخلیق نہیں کر سکتے۔

سوئیزرلینڈ کے جینٹکس ریسرچ سینٹر نے فراعین کی تمام ممیز کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا DNA بڑا منفرد ہے۔ اس ڈے این اے کو یورپ کے مقامی باشندوں کے ڈی این اے سے میچ کر کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ برطانیہ کے ستر فی صد اور یورپ کے پچاس فی صد مقامی باشندے فراعین مصر کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایک فرانسیسی ڈاکٹر:

ڈاکٹر مورس (Maurice Bucaille) ایک فرانسیسی ڈاکٹر تھے۔ پہلے یہ عیسائی تھے۔ اللہ نے ان کی رہنمائی کی، انہوں نے جدید سائنس کی روشنی میں قرآن اور بائبل کا مطالعہ کیا۔ قرآن کو سمجھنے کے لیے انہوں نے باقاعدہ عربی گرامر سیکھی تا کہ قرآن کو پڑھنے کے ساتھ اسے سمجھ بھی سکیں۔ انہوں نے قرآن کو سمجھ کر پڑھا تو اس کے نتیجے میں ان کا سینہ اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا اور وہ سعودی عرب جا کر مسلمان ہو گئے۔ (ہماری دعا ہے کہ اگر وہ زندہ ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ایمان کی دولت سے بھی سرفراز کرے)۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

فرعون کی لاش کا طبی معائنہ:

ڈاکٹر موریس جون 1975ء میں مصر کے دورے پر گئے۔ قاہرہ میں انہوں نے وہ شاہی عجائب خانہ بھی دیکھا جہاں تین ہزار سال پہلے کے مصری فرعونوں کی لاشیں محفوظ ہیں۔ اس عجائب خانے میں انہوں نے ''رعمیس 2'' نامی فرعون کی حنوط شدہ لاش بھی دیکھی۔

یہ لاش 1898ء میں دریافت ہوئی تھی۔ 1907 میں ایلیٹ اسمتھ نامی ڈاکٹر اور ماہر آثار قدیمہ نے اس لاش کے اوپر لپٹا ہوا کپڑا ہٹایا تھا۔

1912ء میں ایلیٹ اسمتھ نے پہلی بار مصری فرعونوں کی حنوط شدہ لاشوں پر ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ 1975ء میں مصری حکومت نے ڈاکٹر مورس کو اس لاش کا تفصیلی معائنہ کرنے کی اجازت دے دی۔

مصری باشندے لاشوں کو محفوظ کرنے کا فن جانتے تھے۔ انہوں نے اس لاش کو بھی اتنی مہارت سے محفوظ کیا تھا کہ جب تین ہزار سال بعد زیر زمین مقبرے سے اسے نکالا گیا تو پوری لاش محفوظ تھی۔

بہر حال 1898ء سے 1975ء کے عرصے میں فرعون کی یہ ممی (Mummy) قاہرہ کے بدلتے ہوئے ٹمپریچر اور دوسری کئی وجوہات کے سبب پہلی جیسی حالت میں نہ رہ سکی۔ اسے مختلف اقسام کے بیکٹیریاز نے نقصان پہنچانا شروع کر دیا تھا۔

ڈاکٹر مورس نے ریڈیولوجی کے ایک ماہر اور کئی دوسرے ماہرین امراض کے ساتھ مل کر 1975ء فرعون کی لاش کا تفصیلی معائنہ کیا۔ لاش کی پسلیوں کے قریب ایک سوراخ کر کے خصوصی آلات اس کے جسم کے اندرونی حصوں میں داخل کیے گئے۔ اس عمل کو انڈوسکوپی (Endoscopy) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوسرے حصوں سے بھی نمونہ حاصل کیے گے۔ اس لاش کے ایکسرے اور دوسرے کئی پیچیدہ ٹیسٹ بھی کیے گئے۔

فرعون کی حیرت:

ان تمام تجربات کے بعد ماہرین تین ہزار سال پہلے مرنے والے اس فرعون کے بارے میں کئی بنیادی معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان مغربی ماہرین نے اپنے تفصیلی معائنے اور لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد اس بات کی تصدیق کی کہ اس فرعون کی موت پانی میں ڈوبنے سے واقع ہوئی تھی اور مرتے وقت یہ شخص شدید ذہنی صدمے اور حیرت سے دوچار تھا۔

اب قرآن کی مندرجہ بالا آیت کو پڑھیے اور دیکھیے کہ مغربی ماہرین نے فرعون کی موت کا سبب اور موت کے وقت شدید ذہنی صدمے اور حیرت کی جو کیفیت بیان کی ہے اسے پندرہ سو برس پہلے سورہ یونس کی آیت نمبر 90-92 میں قرآن مجید نے کتنی وضاحت کی ساتھ بیان فرمایا ہے۔

صدمے اور حیرت کا سبب:

قرآن مجید کا ایک اپنا انداز بیان ہے۔ اس کے لفظوں میں معنوں کے سمندر چھپے ہوئے ہیں۔ آپ ایک ایسے شخص کا تصور کریں۔ جس کے باپ دادا صدیوں سے خود کو خدا کہلاتے اور سمجھتے رہے تھے۔ اس شخص نے خود کو ہمیشہ سے بادشاہ، خدا اور دنیا کا طاقت ورترین آدمی سمجھا ہوگا۔ دنیا کے اس طاقت ورترین آدمی کے لیے دریائے نیل کے پانی میں 12 راستے بننے کا ناقابل یقین نظارہ حیرت کے لیے کافی تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پھر جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ ان راستوں میں داخل ہوا اور دریائے نیل کی موجیں ایک دوسرے سے مل گئیں اور وہ ڈوبنے لگا تو دنیا کے اس طاقت ور ترین انسان کی بے بسی بھی قابل دید ہوگی۔ وہ شخص جو بچپن سے خود کو خدا سمجھتا آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک لمحے میں اسے ایک تنکے سے بھی زیادہ حقیر کر دیا تھا تو کیا وہ شدید ترین حیرت اور صدمے سے دوچار نہیں ہوا ہوگا۔

اس خاص فرعون کی شناخت:

اکثر دوست سوچیں گے کہ مصر میں تو بہت سارے فرعونوں کی لاشیں اب تک محفوظ ہیں قرآن نے صرف فرعون کے بارے میں کہا ہے کہ ہم آج تیرے جسم کو بچائیں گے تاکہ اپنے بعد آنے والوں کے لیے عبرت کا نمونہ بن سکے۔

آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ اس فرعون کے علاوہ بہت سے دوسرے فرعونوں کی لاشیں بھی محفوظ ہیں، لیکن آپ یہ بھی دیکھیں کہ اتنے سارے فرعونوں میں صرف اسی فرعون کی ممی میں فنگس لگا اور اسی فنگس کے سبب صرف اسی فرعون کی ممی کا مکمل طبی معائنہ ہوا جس کے نتیجے میں دنیا کو پتا چل گیا کہ ان بہت سارے فرعونوں میں سے وہ فرعون کون سا ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا۔ یہ وہی فرعون تھا جو اپنے لاؤ لشکر سمیت دریائے نیل میں ڈوب کر مرا تھا۔

نمونہ عبرت بنانے کا اہتمام:

یہی نہیں اللہ نے اس فرعون کو دنیا بھر کے سامنے عبرت بنانے کا ایک اور بھی اہتمام کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ڈاکٹر مورس اور ان کی ٹیم نے فرعون کی لاش کو مزید خراب ہونے سے بچانے کے لیے مصری حکومت کو یہ رائے دی کہ اس کا علاج مصر میں ممکن نہیں ہے۔ اس ممی کو مزید خراب ہونے سے بچانے کے لیے فرانس لے جانا پڑے گا۔

ماہرین کی تجویز کے مطابق اس فرعون کی لاش 26 ستمبر 1976ء کو پیرس لے جائی گئی۔ فرانس کے صدر نے ائیر پورٹ پر خود اس کا استقبال کیا۔ فوجی دستوں نے اسے باقاعدہ سلامی پیش کی۔ (دنیا کے سارے فرعون اسی طرح ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں)۔ یہ تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ تھا کہ تین ہزار سال پرانی لاش کو اس طرح گارڈ آف آنر پیش کیا جائے۔

ان سارے اقدامات کی وجہ سے دنیا بھر کے نشریاتی ادارے اور اخبارات اس مخصوص فرعون کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس کی تصاویر دنیا بھر کے نشریاتی اداروں نے دکھائیں اور دنیا بھر کے اخبارات نے اس خبر کو نمایاں جگہ دی۔

نیشنل جیوگرافک کے پروگراموں میں ان فرعونوں کی ممیوں کو دیکھیے کہ یہ کس قدر مکروہ نظر آتی ہیں۔ اس مخصوص فرعون کی ممی کی حالت ان سب سے خراب تھی۔ اس کی حالت سڑک پر مر کر سوکھ جانے والے چوہے کی طرح تھی۔

قرآن الہامی کتاب ہے:

مغرب میں قرآن کے بارے میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ قرآن میں بہت سی باتیں بہت اچھی ہیں لیکن یہ اللہ کا کلام نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے کسی سے لکھوا کر لاتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ ایسا ہے تو اس کتاب میں تین ہزار سال پہلے کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک واقعے سے متعلق وہ پیش گوئی کس طرح درج ہوگئی جس پیش گوئی کو پندرہ سو سال بعد آج کے عہد میں حرف بہ حرف پورا ہونا تھا۔

فراعین کی ہجرت:

ہم نے اپنی کتاب ''DNA جسم کی کتاب ہدایت'' کے دوسرے ایڈیشن میں فراعین کے بارے میں تفصیل سے بات کی ہے اور اس بات کے ثبوت بھی پیش کئے ہیں کہ فرعون کی غرقابی کے بعد فراعین کی قوم نے یورپ ہجرت اختیار کی۔ سوئیزرلینڈ کے جینٹکس ریسرچ سینٹر نے فراعین کی تمام ممیز کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا DNA بڑا منفرد ہے۔ اس ڈے این اے کو یورپ کے مقامی باشندوں کے ڈی این اے سے میچ کر کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ برطانیہ کے ستر فی صد اور یورپ کے پچاس فی صد مقامی باشندے فراعین مصر کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

(حوالہ: DNA جسم کی کتاب ہدایت، دوسرا ایڈیشن)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 34:

جانوروں کی زندگی

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَہُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ۛ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ﴿۱۹﴾

''کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر (پرندوں) کو اُڑتے نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمٰن (و رحیم اللہ) کے سوا انہیں (فضائے بسیط میں) کون روکے رکھ سکتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(سورۂ ملک، آیت 19)

بڑے بڑے وزنی پرندے بڑے مزے سے ہواؤں میں پرواز کرتے رہتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد جناب مفضلؓ سے گفتگو کرتے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوئے ان کی توجہ پرندوں کی حیران کُن تخلیق کی جانب مبذول کرائی۔ آپ نے پرندوں کے جسموں کی بناوٹ وساخت اوران کی مختلف اقسام پر گفتگوفرمائی۔

پرندوں کی بناوٹ:

پرندوں کی جسمانی ساخت، افزائش نسل اوران کی موت کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے آج سے صدیوں پہلے جس طرح سے گفتگوفرمائی اسے آپ پڑھیں گےتو ایسا لگے گا جیسے یہ گفتگوصدیوں پہلے کا ایک عالم نہیں جدید دور کا کوئی ماہر حیاتیات کررہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

"پرندوں کے سینے آگے سے پانی کے جہازوں اور کشتیوں کی طرح نوکیلے ہوتے ہیں تاکہ ہوا کو اسی طرح کاٹ سکیں جس طرح پانی کے جہاز یا کشتیاں پانی کو کاٹتے ہوئے اپنا راستہ بناتی ہیں۔

پرندوں کی زیادہ تر ہڈیاں اندر سے کھوکھلی بنائی گئی ہیں تاکہ ان کا وزن کم سے کم رہے۔

ان کے جسم کے باریک روئیں اور چھوٹے چھوٹے پروں میں ہوا بھر جاتی ہے۔ بڑے پر اپنی جگہ سے بلند ہونے، ہوا میں قائم رہنے اور آگے بڑھنے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

(توحید مفضل، سائنسی تشریحات کے ساتھ، جلد2)

پرندوں کا دانہ چگنا:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جنگلی یا آزاد پرندے جلدی جلدی دانہ چگتے ہیں کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انہیں ہر وقت انسانوں یا دوسرے جانوروں کی طرف سے خطرہ لگا رہتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا:

''پرندوں کے سنگ دانے میں غذا جانے کا راستہ تنگ ہے تھوڑی تھوڑی غذا اندر پہنچتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ پرندہ دوسرا دانہ (اس وقت تک) چگنے نہ پاتا (جب تک کہ) پہلا دانہ اس کے سنگ دانے میں نہ پہنچ جائے تو پرندے کو غذا کھانے میں بڑی دیر لگتی۔ اس لیے اللہ نے اس کا پوٹا ایسا بنایا جیسے کوئی تھیلا جو گردن کے آگے لٹکا ہوا ہے تا کہ اسے کھانے کو جو کچھ ملے اسے جلدی جلدی اپنے اس تھیلے (پوٹے) میں بھر لے۔ پھر آرام سے اپنی غذا کو معدے میں پہنچائے۔''

(توحید مفضل، سائنسی تشریحات کے ساتھ، ج2)

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ مردہ اجسام تمہیں اس لیے نظر نہیں آتے کہ چوپایوں، پرندوں اور دوسرے جانداروں کو اپنی موت کے وقت کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے۔ وہ اس مقرر وقت سے پہلے پہلے، پہاڑوں کی غاروں، کھوؤں، درختوں کے کھوکھلے تنوں یا زمین کے سوراخوں اور گہرے گڑھوں میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور وہیں مر جاتے ہیں۔

پرندے بچے نہیں، انڈے دیتے ہیں:

خالق کائنات نے پرندوں میں افزائش نسل کے حوالے سے بھی خصوصی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انتظامات کیے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''چوپائے جانوروں میں بچے ایک خاص مدت تک ماں کے پیٹ ہی میں زندگی گزارتے ہیں۔ اگر یہی نظام پرندوں میں بھی پایا جاتا تو وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے مادہ پرندوں کے لیے اپنی جگہ سے پرواز کرنا، رزق کی تلاش کرنا اور خود کو دشمنوں سے بچانا ممکن نہ رہتا۔ اسی لیے اللہ رب العالمین نے پرندوں میں ایک مختلف نظام پیدا کیا ہے۔ پرندے انڈے دیتے ہیں۔ یہ انڈے وہ ایک ہی وقت میں نہیں دیتے بلکہ ایک دو دن کے وقفے سے دیتے ہیں۔ اس طرح مادہ کا وزن نہیں بڑھتا۔ وہ گھونسلے میں انڈے دینے کے ساتھ ساتھ رزق تلاش کرنے میں بھی مصروف رہتی ہے۔ خود کو دشمنوں سے بچاتی ہے اور آزادی کے ساتھ فضا میں پرواز کر سکتی ہے۔

جب چار چھ یا آٹھ انڈے گھونسلے میں جمع ہو جاتے ہیں تو نر و مادہ مل کر ان انڈوں کو سہتے ہیں اور اپنے بچوں کو تحفظ اور رزق فراہم کرتے ہیں۔''

(توحید مفضل، سائنسی تشریحات کے ساتھ، ج2)

حیران کن انکشاف:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جانوروں کے بارے میں ایک اور حیران کر دینے والی بات بھی بتائی۔ آپؑ نے فرمایا:

''پرندے اور دوسرے جانور بھی یقینی طور پر طبعی موت مرتے ہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن ان طبعی موت مرنے والے پرندوں کے مردہ جسم کسی کو نظر نہیں آتے۔ یہ لاشیں کہاں چلی جاتی ہیں؟''

آپؑ کی بات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً ہمارے شہروں میں بے شمار کوے، چڑیاں، بلیاں، چوہے اور دوسرے جاندار پائے جاتے ہیں۔ یہ جاندار بھی طبعی موت مرتے ہوں گے۔ ہزاروں کوؤں، چڑیوں، بلیوں اور چوہوں میں سے ہزاروں جانور روزانہ مرتے ہی ہوں گے لیکن ان کے مردہ جسم ہمیں کہیں نظر نہیں آتے۔

البتہ ان مردہ جانوروں کی لاشیں ہمیں نظر آتی ہیں جو قید میں مر جائیں۔ انہیں زہر دے دیا گیا ہو۔ شکاری یا کسی دوسرے جانور نے انہیں زخمی کر دیا ہو۔ آزاد پرندے یا کسی جانور کو آہستہ آہستہ مرتے ہوئے آج تک کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ نے کبھی کسی چیونٹی کو بھی اپنے سامنے اس طرح مرتے نہیں دیکھا ہوگا!

موت کے وقت سے آگاہی:

اگر آبادیوں میں موجود پرندے اور چوپائے سر عام طبعی موت مرجایا کرتے تو ان کے مردہ اجسام شہروں میں تعفن اور بیماری کا سبب بنتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ مردہ اجسام تمہیں اس لیے نظر نہیں آتے کہ چوپایوں، پرندوں اور دوسرے جانداروں کو اپنی موت کے وقت کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے۔ وہ اس مقرر وقت سے پہلے پہلے، پہاڑوں کی غاروں، کھوؤں، درختوں کے کھوکھلے تنوں یا زمین کے سوراخوں اور گہرے گڑھوں میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور وہیں مر جاتے ہیں۔"

(توحید مفضل، سائنسی تشریحات کے ساتھ، ج2)

جانوروں کے لیے اللہ ربّ العالمین نے اگر یہ نظام نہ بنایا ہوتا تو جنگل ہوں یا انسانی آبادیاں روزانہ چوپایوں، درندوں، حشرات الارض اور پرندوں کے مردہ اجسام ہر طرف بکھرے نظر آتے اور انسان کے لیے ان تعفن زدہ اجسام سے نجات حاصل کرنا مشکل ہو جاتا۔

وائلڈ لائف (جنگلی حیات) سے دلچسپی رکھنے والے دوستوں کو جانوروں اور پرندوں اور دوسرے جانداروں کی موت کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول پر غور و فکر کرنا چاہیے، جانوروں کے بارے میں تحقیق کرنے والے ماہرین شاید ابھی تک اس جانب متوجہ نہیں ہوئے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تمام پرندے سال میں ایک دو یا تین مرتبہ اپنے پروں کو گراتے ہیں۔ پروں کا گرانا بھی ایک خاص ترتیب کے ساتھ ہوتا ہے۔ کچھ ہی دنوں میں یہ پر دوبارہ نکل آتے ہیں۔

ماہرین حیاتیات کیا کہتے ہیں؟

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق کرہ ارض پر پرندوں کی ساڑھے آٹھ ہزار اقسام پائی جاتی ہیں ان میں سب سے وزنی پرندہ افریقی شُتر مرغ ہے جس کا وزن ایک سو پچیس کلو (دوسو پچھتر پونڈ) تک ہوتا ہے سب سے ہلکا پرندہ "ہمنگ برڈ" کو مانا جاتا ہے جو وسطی افریقہ کے جنگلوں میں پایا جاتا ہے اس کا کل وزن دو گرام کے قریب ہوتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پرواز کے لیے ایندھن:

پرندوں کے لیے ہوا میں پرواز کرنا اتنا آسان کام نہیں۔ انہیں یہ صلاحیت ان کے جسم میں موجود ایک خاص نظام فراہم کرتا ہے۔ ہوائی جہاز کے انجن کی طرح پرندوں کو ان کے مخصوص پٹھے اتنی توانائی فراہم کرتے ہیں کہ یہ ہوا میں بلند ہو کر مختلف سمتوں میں پرواز کر سکیں۔ یہ پٹھے پرواز کے دوران تیزی سے ایندھن خرچ کرتے ہیں۔ پرندوں کے پٹھے دودھ پلانے والے جانداروں سے بیس گنا زیادہ تیزی سے توانائی خرچ کرتے ہیں۔

اس توانائی کی مسلسل فراہمی کے لیے بڑی تعداد میں آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے قدرت نے ان کے پھیپھڑوں میں زیادہ آکسیجن حاصل کرنے کی اضافی گنجائش رکھی ہے۔ پرندوں کے یہ منفرد پھیپھڑے انسانی پھیپھڑوں کی نسبت زیادہ آسانی سے کم وقت میں زیادہ آکسیجن حاصل کرتے ہیں۔

فضا میں ایک طیارے کو دوسرے طیارے سے ایندھن حاصل کرتے ہوئے تو آپ نے فلموں میں دیکھا ہوگا۔ پرندوں کو توانائی اور طاقت پرواز فراہم کرنے والا ایندھن (آکسیجن) اللہ نے کرہ ارض میں ہر طرف پھیلا رکھا ہے اور ایندھن بھرنے کا نظام پرندوں کے جسم میں موجود ہے۔

پرندوں کے وجود میں اللہ کی نشانیاں:

تمام پرندے سال میں ایک دو یا تین مرتبہ اپنے پروں کو گراتے ہیں۔ پروں کا گرانا بھی ایک خاص ترتیب کے ساتھ ہوتا ہے۔ کچھ ہی دنوں میں یہ پر دوبارہ نکل آتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حیران کن بات یہ ہے کہ پرانے اور نئے پروں میں ذرہ برابر فرق نہیں ہوتا۔ جس جگہ جس رنگ کا پر تھا، اُس جگہ بالکل ویسا ہی پر دوبارہ نکل آتا ہے۔

پرندوں کی چونچیں:

پرندوں کو چونچیں بھی ان کے بنانے والے کی حسن تخلیق کا انوکھا کرشمہ ہیں۔ مختلف پرندے مختلف قسم کی غذائیں کھاتے ہیں۔ باجرے کے دانے سے لے کر مردہ جانوروں کا گوشت تک پرندوں کی غذا بنتا ہے۔ اسی لیے قدرت نے مختلف پرندوں کی چونچیں اور پنجے ان کی مخصوص ضروریات کی مطابق بنائے ہین۔

اگر باجرہ کھانے والی چڑیوں کی چونچ اتھلے پانی میں مچھلیاں پکڑ کر کھانے والے سارس جیسی ہوتی تو چڑیاں ایک دانہ بھی زمین سے نہ اُٹھا سکتیں۔ اگر مردار خور گدھ کی چونچ بطخ جیسی ہوتی تو ایک طرف تو بے چارے گدھ بھوکے مر جاتے اور دوسری طرف زمین مردار جانوروں کے سڑے ہوئے اجسام کی بدبو سے بھر جاتی۔

پرندے ہوں یا چوپائے، انسان ہوں یا حیوان، درخت ہو یا پہاڑ، بادل ہوں یا کڑکتی بجلیاں، اللہ کی یہ تمام مخلوق انسان کو غور و فکر کرنے کا موقع عطا کرتی ہے۔ یہ ساری مخلوقات اپنے بنانے والے ہی کی جانب اشارہ کرتی ہیں لیکن ہر ایک کو نہیں۔ مخلوقات کے یہ اشارے صرف غور فکر کرنے والوں ہی کی سمجھ آتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 35:

عذاب کے بادل

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ط

"کیا وہ لوگ اسی (وقت) کے انتظار میں ہیں (کہ) کچھ سفید بادلوں کے سائبانوں میں (عذاب) خدا اور (عذاب کے) فرشتے ان پر آہی جائیں اور سارے جھگڑے (ایک بار ہی) نمٹ جائیں۔"

(سورۂ بقرہ، آیت 210)

ایٹمی دھماکوں اور ایٹمی جنگ کے باتیں ہم اور آپ سنتے ہی رہتے ہیں۔ ہم نے سوچا اس موضوع پر دیکھیں کہ قیامت اس سے پہلے اور بعد تک کے حالات کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خبریں دینے والی اللہ کی کتاب، اس موضوع پر کیا خبریں دے رہی ہے۔ ہم نے قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کا مطالعہ بھی کرنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن نہ صرف ایٹمی دھماکوں بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑے عذابوں اور تباہیوں کی خبریں اپنے صفحات میں سموئے ہوئے ہے۔

آپ قرآن مجید کو توجہ سے پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ علوم قرآنی کے مقابلے میں آج کی سائنس کی حیثیت وہی ہے جو کسی سپر کمپیوٹر کے مقابلے میں ایک کنکریٹ مکسچر کی ہوسکتی ہے۔

سونا اور پیتل کے باٹ:

سپر کمپیوٹر کے بارے میں کنکریٹ مکسچر کی مثال سپر کمپیوٹر کی توہین کہلائے گا لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی عظیم الشان چیزوں کو سمجھانے کے لیے انتہائی حقیر چیزوں کی مثال دینا پڑتی ہے۔ اس سے عظیم چیزوں کی قدر و قیمت کم نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح جیسے سونے کو پیتل کے باٹوں سے تولنے سے سونے کی قدر و قیمت میں فرق نہیں پڑتا۔ (حوالہ: توحید مفضل)

یہ بات ہم نے اس لیے کہی کہ اس طرح کے مضامین کے ذریعے اگر کوئی لکھنے والا قرآن اور سائنس کے حوالے سے کوئی بات کرے تو اس سے قرآن کریم کی عظمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلے زمانے میں قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے فلسفہ، منطق اور علم کلام کا سہارا لیا جاتا تھا۔ آج قرآن کو سمجھنے کے لیے مذکورہ علوم کے ساتھ ساتھ ہمیں سائنس کا بھی سہارہ لینا پڑے گا۔ سائنس کی مثال بہر حال پیتل کے باٹوں کی سی ہے۔ اس سے سونے کی قدر و قیمت میں فرق نہیں پڑتا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایٹمی جنگ عذاب الٰہی:

آج ساری دنیا ایٹمی تباہی سے خوف زدہ نظر آتی ہے۔ سارے کرہ ارض کو جہنم میں تبدیل کر دینے کی طاقت رکھنے والے یہ ایٹمی ہتھیار کسی اور نے نہیں خود انسانوں نے بنائے ہیں۔

ایٹمی طاقت 1940ء میں سب سے پہلے امریکا نے حاصل کی۔ 16 جولائی 1945ء کو امریکا نے نیو میکسیکو کے صحرا میں پہلا ایٹمی دھماکا کیا اور صرف چند ہفتوں بعد 6 اگست 1945ء کو اس نے جاپان سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے اس کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر صرف 10 سیکنڈ میں لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ جاپان کے شہروں پر یہ عذاب صبح 8 بج کر گیارہ منٹ پر آسمان سے نازل ہوا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس سے بڑے عذاب آچکے ہیں:

ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں تو اندازہ ہوگا کہ آج کا انسان جن ایجادات کو اپنی سائنسی ترقی کی معراج قرار دے رہا ہے۔ انہیں ایجادات کی بجائے ''دریافت'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ مختلف قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب نازل ہونے کے انداز کو دیکھیں تو ہمارے دعوے کی دلیل آپ کو مل جائے گی۔ قوم لوط پر اللہ کے عذاب کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی جگہ موجود ہے۔ اس قوم پر بھی صبح سورج کی طلوع ہونے کے وقت اللہ کا عذاب آیا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دھماکا جس نے زمین کو الٹ پلٹ دیا:

''سورج نکلتے نکلتے انہیں (بڑے زوروں کی) چنگھاڑ (یعنی دھماکے) نے لے ڈالا۔ پھر ہم نے اس بستی کو اُلٹ کر اس کے اوپر کے طبقے کو نیچے کا طبقہ بنا دیا اور اس (بستی) پر کھرنجے کے پتھر برسا دیے۔ اس میں شک نہیں کہ (بات کی تہہ تک) پہنچنے والوں کے لیے اس (واقعے) میں قدرت خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں۔''

(سورۂ الحجر، آیت 77)

لشکر نہیں اتارا:

اللہ کے نیک بندے جناب حبیب نجار کو ان کی قوم نے پیغمبروں کی تصدیق کرنے پر سنگسار کر ڈالا تھا۔ سورۂ یٰسین میں اس واقعے کے تذکرے کے بعد اللہ نے فرمایا:

''ہم نے (اس کے مرنے کے بعد) اس قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا اور نہ ہم کبھی (اتنے معمولی سے کام کے لیے) لشکر اُتارنے والے تھے۔ وہ تو بس ایک چنگھاڑ (زوردار آواز) تھی (جو کر دی گئی) پھر تو وہ (سب کے سب) فوراً بجھ کر رہ گئے۔''

(سورۂ یٰسین، آیت 29)

یعنی وہ ایک زوردار دھماکا تھا جس کے اثرات نے ان تمام لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

کسی کو سزا دینے کے لیے اللہ کو لشکر اتارنے کی کیا ضرورت۔ اس بات کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن میں اشارہ موجود ہے۔اس عذاب الٰہی کے بارے میں ہم مسلمانوں کو کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔

ایٹمی جنگ کے بادل کرہ ارض کی فضا پر پھیلتے نظر آنے لگے ہیں۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم اپنے افعال واعمال کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانیاں کرنے اور ان کا مذاق اُڑانے کے معاملے میں ہمارے اعمال گزشتہ قوموں سے کس حد تک مختلف ہیں۔

ایٹمی جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنے کا طریقہ:

آخر میں علاماتِ ظہورِ امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ کیجیے۔ اس حدیثِ رسولؐ کو پڑھ کر آپ مستقبل میں آنے والے عذابِ الٰہی کے بارے میں ہماری گزارشات اور حفاظتی اقدامات پر بھی غور کر سکیں گے۔

صحابیِ رسول جناب ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ''جب ماہِ رمضان میں آسمانی چیخ (یعنی زوردار دھماکا) بلند ہو جائے تو تم ہوشیار ہو جانا۔''

راوی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ آسمانی چیخ کیا ہے؟ اور کب بلند ہوگی؟

اللہ کے رسولؐ نے جواب دیا۔

''یہ ماہِ رمضان میں بلند ہوگی۔ جمعے کے دن اور ظہر کے وقت، جب تم ایسے ماہ رمضان کی شب جمعہ کو پالو اور جان لو (کہ ایسا کچھ ہو سکتا ہے)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اندازہ حالیہ دور میں کورونا وائرس کی تباہ کاریوں کو دیکھ لیجیے کہ ایک نادیدہ وائرس نے لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور زندوں کو گھروں میں قید کر دیا۔

ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والی آندھی:

قوم عاد کے عبرت ناک انجام کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں کئی جگہ موجود ہے۔ انہوں نے جب اللہ کے رسولؑ کا مذاق اُڑایا تو آخر کار ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔

> ''اور قوم عاد میں بھی ایک نشانی ہے جب ہم نے ان پر ایک بے برکت آندھی چلائی کہ وہ جس چیز پر چلتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی تھی۔''
>
> (سورۂ الذاریات، آیات 41،42)

یہ ایک ایسی آندھی تھی جو ذی حیات ہی کو نہیں ہر چیز کو ذرات میں تبدیل کر دیتی تھی۔

آنے والے ممکنہ عذاب:

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ گزشتہ قوموں پر اللہ کے عذاب اس لیے نازل ہوئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کا مذاق اُڑایا کرتی تھیں۔ قرآن مجید میں گزشتہ قوموں پر آنے والے عذابوں ہی کا تذکرہ نہیں ہے۔ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کے بعد قیامت تک جو افراد اور قومیں آپؐ کی تعلیمات کا مذاق اُڑائیں گی ان پر دنیا میں آنے والے عذاب کی طرف بھی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تو یاد رکھو!۔۔ کہ یہ آواز سوتوں کو جگا دے گی اور کھڑے ہوئے لوگوں کو بٹھا دے گی۔

جب تم جمعے کے دن نماز فجر پڑھ لو تو اپنے گھروں میں داخل ہو جانا۔ اپنے دروازوں کو (اچھی طرح) بند کر لینا۔ سوراخوں اور دروازوں کو بالکل بند کر لینا۔ اپنے سانس روک لینا۔ کانوں کو بالکل بند کر لینا (روئی وغیرہ ٹھونس لینا)۔ پس جب تمہیں اس چیخ (دھماکے) کا احساس ہو جائے تو فوراً سجدے میں گر پڑنا اور بار بار کہتے رہنا:

سبحان القدوس ربنا القدوس

پس جو ایسا کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔"

حوالہ: مجالس السنیہ بہ حوالہ نعمانی، قیامت صغریٰ

(روایت کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ یہ ایٹمی جنگ حجاز کے علاقے میں ہو سکتی ہے۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 36:

انسان کی تخلیق

هُوَ الَّذِی یُصَوِّرُکُمْ فِی الْأَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِیزُ الْحَکِیمُ۔

''وہی تو ہے جو (ماؤں کے) رحموں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا ہے۔ اس غالب آنے والے، حکمت کے مالک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

(سورہ آلِ عمران، آیت 6)

کیا نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کوئی شخص انسان کی تخلیق کے حوالے سے سوچ سکتا تھا کہ ایک نظر نہ آنے والا خلیہ رحمِ مادر میں کس طرح ایک مکمل انسانی بچے میں تبدیل ہوتا ہے۔ اس انوکھے موضوع کی طرف سب سے پہلے قرآن مجید نے انسانوں کو متوجہ کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آیئے سائنس کی مدد سے دیکھتے ہیں کہ رحمِ مادر میں قدرت کا یہ معجزہ کس طرح رونما ہوتا ہے؟

سائنس کی دنیا:

انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ اس معجزے یعنی انسان کی تخلیق کا آغاز ماں اور باپ کے دو نامکمل یا آدھے آدھے خلیوں کے ایک دوسرے سے ملنے سے ہوتا ہے۔ انسانی جسم کے تمام خلیے 46 کروموزومز پر مشتمل ہوتے ہیں جب کہ ماں اور باپ کے وہ خلیے جو ایک دوسرے سے ملنے کے بعد ایک نئے انسان کی تخلیق کا سبب بنتے ہیں، یہ دونوں خلیے 23_23 کروموزومز پر مشتمل ہوتے ہیں۔

باپ کی طرف سے آنے والے خلیے کو اسپرم کہا جاتا ہے۔ اسپرم سیلز (SPERM CELL) کی تعداد کروڑوں میں ہوتی ہے اور ان میں سے عام طور پر صرف ایک خلیہ ہی ماں کے مخصوص خلیے یعنی بیضے (Egg Cell) سے مل پاتا ہے۔

یہ دونوں نامکمل خلیے جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کے ملنے سے وہ مکمل خلیہ وجود میں آتا ہے جس کے اندر ماں اور باپ، دونوں کی نسلی یا وراثتی خصوصیات، خوبیاں یا خامیاں موجود ہوتی ہیں۔

DNA کے کمالات:

خلیے کے اندر DNA کے دو دھاگے پائے جاتے ہیں جن پر وہ پورا نقشہ منصوبہ یا بلو پرنٹ ہوتا ہے کہ نئے پیدا ہونے والے وجود کو کیا بننا ہے۔ کس طرح بننا ہے۔ اس کے لئے خام مال کہاں سے، کب اور کتنا آئے گا اور کہاں کس طرح استعمال کیا جائے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

گا، اور کب اس کی نشوونما رک جائے گی۔

بارآور خلیہ جب رحمِ مادر میں پہنچتا ہے تو اسے سات دن کے اندر رحم مادر کی دیوار سے چپکنا ہوتا ہے۔ اگر یہ خلیہ رحمِ مادر کی دیوار سے چپکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایک نئی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔

یہ بارآور خلیہ جو اس وقت حدِّ بصارت میں بھی بہ مشکل داخل ہوتا ہے، اس کے سائز کے تناسب سے رحمِ مادر میں موجود رطوبت کا تالاب اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس خلیے کو رحمِ مادر کی دیوار تک پہنچنے میں اس قدر کوشش کرنا ہوتی ہے جتنی کوشش ہم چالیس میل فی گھنٹا کی رفتار سے دوڑنے میں کرتے ہیں۔ اس بارآور خلیے میں سات دن تک خود زندہ رہنے کی توانائی موجود ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے وہ رحمِ مادر کی دیوار سے جا کر چپک جاتا ہے اور یہیں سے ایک نئے انسان کی تخلیق کا آغاز ہو جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

DNA کے پروگرام:

اس بارآور خلیے کے اندر DNA کی شکل میں ایک باقاعدہ پروگرام موجود ہوتا ہے۔ یہ خلیہ رحمِ مادر سے توانائی حاصل کر کے اس کی مدد سے اپنے اندر موجود اس پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیتا ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ دنیا کے اعلیٰ ترین کمپیوٹرز کو بھی اگر بجلی کی لائن سے مربوط نہ کیا جائے تو یہ کمپیوٹر کسی پروگرام پر بھی کام نہیں کر سکتے۔

ایک نیا انسان:

رحمِ مادر کی دیوار بارآور خلیے کو وہ توانائی فراہم کرتی ہے جس کے ذریعے یہ خلیہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اپنے اندر موجود پروگرام پر عمل درآمد کر سکے اور ایک ننھے سے خلیے سے بڑھ کر نو ماہ یا اس سے کچھ کم مدت میں ایک بالکل نئے انسان کو وجود میں لا سکے۔ ایسا انسان جو اس سے پہلے نہ پیدا ہوا تھا اور نہ پیدا ہوگا۔

اس کی شکل وصورت، رنگ، چال ڈھال، صحت، بیماریاں، عادات و اطوار، آنکھوں اور بالوں کا رنگ، اس کی صلاحیتیں، اس کی خوبیاں اور خامیاں حتیٰ کہ اس کے انگلیوں کے نشانات بھی دنیا میں پیدا ہونے والے ہر انسان سے الگ ہوں گے۔

یہی وہ صورت گری یا مصوری ہے جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ایک حیران کن نظام کے ذریعے ماؤں کے رحموں میں بتدریج سرانجام پاتی ہے۔

نوٹ: چاہیں تو ہماری کتاب عرفان دعائے عرفہ کا مطالعہ فرمائیں۔ دعائے عرفہ میں امام عالی مقام نے ان موضوعات پر بھی بات کی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نئے انسان کے لیے سہولیات:

بارآور خلیہ جیسے ہی رحمِ مادر کی دیوار سے چپکتا ہے تو فوراً ہی اس کے اوپر ایک بلبلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بلبلہ جس میں پانی بھرا ہوتا ہے، خلیے کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔ ہر روز شکل وصورت بدلنے اور ہر روز بڑھنے والا بچہ پانی کے اس غبارے میں تیرتا رہتا ہے۔

اس بچے کی غذائی ضروریات ایک پائپ لائن کے ذریعے فراہم کی جاتی ہے اور دوسری پائپ لائن کے ذریعے استعمال شدہ غذا اور ہوا کا فضلہ بچے کے جسم سے نکل کر ماں کے جسم میں چلا جاتا ہے جہاں سے ماں کا جسم اسے مختلف ذرائع سے خارج کرتا رہتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

بچے کو رزق فراہم کرنے والی اس پائپ لائن کو آنول نال کہا جاتا ہے، جو چار فٹ تک لمبی ہوسکتی ہے۔ اس کے اندر صاف خون فراہم کرنے کے لئے ایک ورید اور دو شریانیں (Arteries) ہوتی ہیں۔ ورید (VEIN) نوزائیدہ بچے کو غذائی اجزاء فراہم کرتی ہے اور شریانیں فاضل مادّوں کو اس کے جسم سے باہر لے جاتی ہیں۔

حیران کن بات یہ ہے کہ بچہ ماں ہی کے خون سے زندگی حاصل کرتا ہے لیکن بچے کا خون ماں کے خون سے نہیں ملتا اور نہ ماں کا خون بچے کے خون سے ملتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ حادثہ ماں اور بچے دونوں کے لئے مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔

بڑھتی ہوئی ضرورتوں کی فراہمی:

حمل کے پہلے مہینے کے اختتام پر تشکیل پانے والے بچے کا وزن ابتداء کی نسبت دس ہزار گنا زیادہ ہوجاتا ہے اور اسے سنبھالنے والی پانی کی تھیلی (یعنی پلاسینٹا نامی بافتہ) پانچ سو گنا بڑی ہوجاتی ہے۔

ساتویں مہینے میں بچہ ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے اور اس کے بعد کششِ ثقل اس پر قابو پالیتی ہے اور جسم کی نسبت سر کے بڑے ہونے کی وجہ سے پانی میں تیرتے ہوئے اس بچے کا سر زمین کی طرف ہوجاتا ہے اور نویں مہینے یا اس سے کچھ کم مدت میں ایک نیا انسان اس کرّۂ ارض پر پیدا ہوجاتا ہے۔

یہ بچہ جیسے ہی دنیا میں آکر چیخ مارتا ہے تو اس کے پھیپھڑے کھل جاتے ہیں اور وہ دنیا میں سانس لینا شروع کردیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ماں کے دودھ میں موجود توانائی اور جراثیم سے بچانے والے اجزاء اسے اردگرد پھیلی ہوئی بیماریوں سے عارضی طور پر محفوظ کردیتے ہیں اور یہ بچہ نوزائیدگی سے بچپن، بچپن سے لڑکپن، لڑکپن سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جوانی، جوانی سے بڑھاپے اور بڑھاپے سے اس دنیا سے واپسی کا سفر شروع کر دیتا ہے۔

ماہرین حیاتیات اس معجزے کو 19ویں صدی میں دیکھ سکے:

ہم نے انسان کی تخلیق کا جو حال سائنس کی زبانی بیان کیا، اسے سمجھنے اور اس کی باریکیوں تک پہنچنے میں سائنس دانوں نے نسل در نسل کام کیا اور انیسویں صدی عیسوی تک وہ اس قابل ہو سکے کہ اللہ کے اس عظیم معجزے کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ سمجھ سکیں۔ لیکن قرآن مجید نے سورۂ علق کی دوسری آیت میں موجود ایک لفظ یعنی ''علق'' کے ذریعے رحمِ مادر میں زندگی کا آغاز کرنے والے انسان کی تخلیق کے ان تمام مراحل کو واضح طور پر بیان کیا ہے، جن کے بارے میں نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد تک کرۂ ارض پر موجود کوئی انسان کچھ نہیں جانتا تھا۔ یاد رہے کہ علق کے معنی خون کے علاوہ بھی ہیں اور ان میں سے ہر معنیٰ تخلیق کے ایک مخصوص مرحلے کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ (اس کی تفصیل آپ ''علق کیا ہے'' نامی مضمون میں ملاحظہ کر چکے ہیں)

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

یہ تمام معلومات سائنس دانوں کو انیسویں صدی عیسوی میں حاصل ہوئیں جب کہ قرآنِ مجید پیدا ہونے والے بچے کی شکل وصورت اور اس کی تخلیق کے مختلف مرحلوں کو ساتویں صدی عیسوی میں بیان کر چکا تھا۔ مثلاً:

1۔ ''وہی تو ہے جو ماؤں کے رحموں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے۔اس غالب آنے والے، حکمت کے مالک کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

(سورہ آلِ عمران، آیت 6)

2۔اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ (یعنی رحمِ مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا، پھر ہم ہی نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم ہی نے (اس) جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم ہی نے اس کو (روح ڈال کر) ایک دوسری صورت میں پیدا کیا۔ کتنا بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام بنانے والوں سے بہترین بنانے والا ہے!"

(سورہ مومنون، آیت 14)

3۔اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں، شکلوں اور رنگوں کا (ایک دوسرے سے) مختلف ہونا بھی ہے۔ صاحبانِ علم کے لئے اس میں یقیناً (اللہ کے وجود کی) نشانیاں ہیں۔"

(سورہ روم، آیت 22)

قرآنِ مجید کی آیات کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے علمائے قرآن نے بھی انسانی تخلیق کو اپنے خطبات اور ارشادات کو موضوع بنایا۔ مثلاً

1۔ اللہ کے رسولؐ سے انسانوں کی مختلف نسلوں، شکلوں اور رنگت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

"زمین کی ساٹھ بڑی رگیں ہیں اسی وجہ سے لوگ ساٹھ مختلف رنگوں کے پیدا کیے گئے ہیں۔"

(حوالہ: کتاب النوادر؛ بحوالہ: اسلام اور سائنس از: علامہ مشتاق حسین شاہدی)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انسان کے بارے میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

2۔ ''یہ انسان بھی تعجب کے قابل ہے کہ چربی سے دیکھتا ہے گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے، ہڈی سے سنتا ہے اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔''

(حوالہ: نہج البلاغہ کلمات قصار)

امیر المومنین علیہ السلام کے اس معروف قول کو سمجھنا چاہیں تو ہماری کتاب عرفان دعائے عرفہ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد مفضل ابنِ عمر سے فرمایا:

دیکھو! انسان کی خلقت کا پہلا مرحلہ تو وہ ہوتا ہے جب رحمِ مادر میں جنین (EMBRYO) کی حفاظت اور پرورش ہوتی ہے۔ جب کہ یہ جنین (ماں اور باپ کا مخلوط خلیہ) تین طرح کے پردوں میں بند ہوتا ہے۔ ماں کا خون بچے کو اس وقت تک فراہم ہوتا رہتا ہے جب تک اس بچے کی خلقت پوری نہیں ہو جاتی اور اس کے بدن کی جلد اس قابل نہیں ہو جاتی کہ ہوا (کے دباؤ) کا مقابلہ کر سکے اور اس کی آنکھ اس قابل نہیں ہو جاتی کہ روشنی کو دیکھ سکے۔''

(حوالہ: توحید مفضل جلد ۱، سائنسی تشریحات کے ساتھ)

(نوٹ: امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس قول کی کسی قدر وضاحت آپ ہماری کتاب ''عرفانِ دعائے عرفہ'' میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 37:

پہاڑ کب پیدا ہوئے

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔

اور اسی (اللہ) نے زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تا کہ (یہ) زمین تمہیں لے کر (کسی) طرف کو جھک نہ جائے۔

(سورۂ نمل، آیت 15)

یہ سر بہ فلک پہاڑ کیا ہمیشہ سے زمین کی سطح پر موجود تھے یا بعد میں پیدا ہوئے؟ اس سوال کا جواب قرآن مجید نے تقریباً چودہ سو برس پہلے دیا تھا۔ قرآن کا علم رکھنے والے صاحبانِ علم نے متعدد بار اپنے خطبات میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی اور پہاڑوں کے بارے میں وہ کچھ اپنے علم کے ذریعے بتایا جو کچھ جاننے کے لئے انسانوں کو صدیوں تک سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا انتظار کرنا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

اس سوال پر مغرب کے سائنس دانوں نے سترھویں صدی عیسوی میں غور کرنا شروع کیا۔ یہ وہ دور تھا جب مغرب کے عظیم سائنسدان جدید سائنس کی بنیادیں رکھ رہے تھے۔

تھامس برنٹ (1635-1715) نے جو عیسائی پادری تھا، سب سے پہلے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ پہاڑ دراصل طوفان نوح کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ طوفان نوح سے پہلے پوری زمین ہموار تھی پھر اللہ نے جگہ جگہ سے اس میں دراڑیں پیدا کر دیں اور ان دراڑوں سے سیلابی پانی نے اوپر آ کر ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ طوفان زمین کی سطح کو بہت سی جگہوں سے اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور جہاں اس سیلابی ریلے نے اپنے ساتھ آئے ہوئے مادوں کو جمع کیا۔۔۔ وہاں پہاڑ بن گئے۔

اس کے بعد جیمس ہیوٹن (1726-1797) نامی ماہرِ ارضیات نے ایک دوسرا نظریہ پیش کیا۔ جیمس ہیوٹن اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا۔ اس نے کہا کہ پہاڑوں کا وجود میں آنا کسی حادثے کے سبب نہیں بلکہ لاکھوں سال سے سیلابوں، آندھیوں اور دوسرے موسمی تغیرات نے زمین کی شکل و صورت میں تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور پہاڑی سلسلے اسی سبب سے پیدا ہوئے ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی:

جیمس ڈانا (1813-1895) امریکی پروفیسر تھا۔ اس کا نظریہ بھی قابلِ توجہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ زمین ابتدا میں آگ کا ایک بہت بڑا گولا تھا۔ آگ کا یہ گولا بتدریج

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ٹھنڈا ہونا شروع ہوا۔ زمین ٹھنڈی ہو کر سکڑتی رہی اور اسی عمل کے دوران یہ پہاڑ اُبھرتے رہے۔ آپ سوکھے ہوئے سیب کو دیکھیں تو آپ کو اس کے اوپر شکنیں نظر آئیں گی۔ زمین کی سطح پر جو شکنیں پیدا ہوئیں وہ دراصل یہ پہاڑی سلسلے ہیں۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اگر ایسا ہوا تو یہ شکنیں ساری زمین پر کیوں نہیں پڑیں؟

انیسویں صدی کے آغاز میں امریکی ماہر ارضیات کلارینس ڈیوٹن (1841-1912ء) نے ایک حیران کن بات کہی۔ اس کا کہنا تھا کہ زمین کا اوپری خول (Crust) اپنے نیچے موجود سیال مادے کے اوپر مستقل تیرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے اندر کی زیادہ بھاری چٹانیں ڈوب کر سمندروں کا فرش بن جاتی ہیں جب کہ ہلکی چٹانیں اوپر آ کر براعظموں کی تشکیل کرتی ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حقیقت سے قریب تر:

ایک اور امریکی ماہر ارضیات فرینک ٹیلر (1860-1939) نے حقیقت سے قریب تر نظریہ پیش کیا۔ اس نے کہا کہ زمین کے بیرونی خول (Crust) میں جو سلوٹیں پڑتی ہیں، اس کا سبب اندرونی چٹانوں کا ڈوبنا نہیں ہے، اس کا سبب ان اندرونی چٹانوں کا ایک دوسرے سے ٹکرانا اور ایک دوسرے کے اندر گھسنا ہے۔

ایک جرمن ماہر ارضیات الفریڈ ویگنر (1880-1830) نے بھی اسی نظریے کو اختیار کیا اور اس کے ثبوت پیش کیے لیکن اس نظریے کی سچائی تقریباً پچاس سال کے بعد دوسروں کی سمجھ میں آسکی۔ اس لئے کہ الفریڈ کا تعلق جرمنی سے تھا اور جرمن زبان یورپ میں عام نہیں تھی۔

آج ماہرین ارضیات اس بات پر متفق ہیں کہ پہاڑوں کے سلسلے زمین کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اوپری خول (Crust) میں موجود چٹانوں کے آپس میں ٹکرانے کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ آج اس نظریے کو ''پلیٹ ٹیکٹونکس'' (Plate Tectonics) کہا جاتا ہے۔

حیران کن بات:

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس وقت اگر آپ براعظم ایشیا میں یہ تحریر پڑھ رہے ہیں تو آپ ایک بہت بڑی چٹان پر بیٹھے ہیں جس کی موٹائی پینتیس سے چالیس کلومیٹر ہے۔ یہ چٹان براعظم ایشیا کا فرش ہے اور یہ اس وقت بھی اپنے نیچے موجود زمین کے سیال درمیانی حصّے (Mantle) پر تیر رہی ہے۔ اسی طرح کی مزید چٹانوں پر دوسرے براعظم موجود ہیں۔

زمین کے اوپری خول کے بارے میں معلومات سائنسی آلات اور براہِ راست مشاہدے کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ جب کہ اس کے نیچے کی سطحوں کے بارے میں معلومات زلزلوں، آتش فشاں کے لاوے اور دوسرے ذرائع سے مرتب کی جاتی ہیں۔

پہاڑ اور براعظموں کی حرکت:

آج کے ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کا اوپری خول یعنی کرسٹ (Crust) 20 یا اس سے زیادہ چٹانی تہوں سے بنا ہوا ہے۔ ان مختلف تہوں کو ''پلیٹ ٹیکٹونکس'' کہا جاتا ہے۔ انہی تہوں کی حرکت سے مختلف براعظم ایک دوسرے سے قریب یا دور ہوتے رہتے ہیں۔ اسی حرکت سے آتش فشاں پھٹتے ہیں، زلزلے آتے ہیں، سونامی کی لہریں اٹھتی ہیں اور سمندروں میں نئے جزیرے اُبھرتے یا مٹتے رہتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زمین کے اُوپری خول (Crust) میں موجود یہ تہیں مستقل حرکت میں رہتی ہیں۔ یہ چٹانی تہیں بے پناہ طاقت اور دباؤ کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرا کر ایک دوسرے سے رگڑ کھاتی ہیں اور زمین کی سطح کی طرف اُوپر اُٹھنے لگتی ہیں اور اس طرح پہاڑ وجود میں آتے ہیں۔

اس بات کا ثبوت:

اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ پہاڑی سلسلے دنیا میں انہی مقامات پر پائے جاتے ہیں، جہاں ایک براعظم کی سرحدیں دوسرے براعظم سے ملتی ہیں۔ ایشیا میں ہمالیہ اور جنوبی امریکا میں اینڈیز نامی پہاڑ اس کی ایک مثال ہیں۔ اندرونی دباؤ کی وجہ سے ان پہاڑوں کی اونچائی میں آج بھی بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین کی عمر چار ہزار پانچ سو ملین (ایک ملین یعنی دس لاکھ) سال ہے جب کہ زمین پر پہاڑوں کے بننے کا عمل اب سے کم و بیش سو ملین سال پہلے شروع ہوا۔ یعنی جب زمین بنی اور اس وقت پہاڑ موجود نہیں تھے۔ پہاڑ بہت بعد میں وجود میں آئے۔

پہاڑوں کا فائدہ کیا ہے؟

سائنس شاید ابھی اس سوال کا مکمل جواب نہ دے سکے، لیکن قرآن مجید میں اس کا مختصر جواب صدیوں پہلے سے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور اسی نے زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تاکہ کہیں (یہ) زمین تمہیں لے کر (کسی) طرف کو جھک نہ جائے۔" (سورۂ نمل، آیت 15)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہاڑوں کے بے شمار فائدوں میں سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے زمین کا توازن قائم ہے۔

کلام امیر المومنینؑ میں زمین کی خلقت کا تذکرہ:

امام حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام جنہیں اللہ نے قرآن کا علم عطا کیا تھا، صدیوں پہلے اپنے ایک لیکچر میں زمین و آسمان کی تخلیق کا حال بیان کیا۔ اس لیکچر کو پڑھ کر باب مدینۃ العلم کی چوکھٹ چومنے کو دل چاہتا ہے کہ آپؑ نے صدیوں پہلے کس طرح مسلمانوں کو زمین و آسمان کی تخلیق کی جانب متوجہ کیا اور کس طرح وہ حقائق بیان کئے جن کے جاننے کے لئے آج کی سائنس ابھی تک تجربات کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

> ''جب زمین کے ہر طرف پانی کے طوفان کا زور کم ہو گیا اور اس کے کاندھوں پر چوڑے چکلے، اونچے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا تو (اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں (نتھنوں) سے پانی کے چشمے جاری کر دیے جنہیں دور دراز کے جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں تک پھیلا دیا۔ پتھر کی مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پہاڑوں سے اس (زمین) کی حرکت میں توازن و اعتدال پیدا کیا۔ اس کی سطح کے مختلف حصوں (مثلاً کرسٹ اور مینٹل) میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور گہرائیوں کی تہہ میں گھس کر نچلی سطحوں پر (پہاڑوں کے) سوار ہو جانے کی وجہ سے اس (زمین) کی تھرتھراہٹ ختم ہو گئی اور اللہ نے زمین سے فضا تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس (زمین) میں رہنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

والوں کے سانس لینے کو ہوا فراہم کی۔"

(حوالہ: نہج البلاغہ، خطبہ 89)

پہاڑ کب پیدا ہوئے؟

اس سوال کا جواب قرآن مجید کی آیات میں ڈیڑھ ہزار سال پہلے دے دیا تھا لیکن نہ یہ سوال مسلمانوں کے ذہن میں آیا اور نہ اس کا جواب سمجھنے کی ہم نے کبھی کوئی کوشش کی۔

ہم نے قرآن کو بغیر سمجھے جھوم جھوم کر پڑھنے ہی کو کافی سمجھ لیا۔ آج بھی زیادہ تر مسلمان کائناتی علوم کے اس خزانے کو بیشتر صورتوں میں جنت و دوزخ کا احوال سنانے والی کتاب سمجھتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور بیشتر لوگ اسے بغیر سمجھے پڑھتے ہیں۔

اگر ہم اس عظیم کتاب سے اس کا علم رکھنے والوں کے ذریعے فائدہ اٹھاتے تو اپنے اردگرد کی دنیا کو بھی جنت بنا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا تھا کہ مسلمان اس دنیا کو جنت ارضی بنا کر یہاں رہیں۔ اسی لیے تو اس نے کائناتی علوم کا خزانہ مسلمانوں کو عطا کیا تھا لیکن مسلمانوں کی عدم دلچسپی، کم علمی اور تعصب کی وجہ سے دنیا ان کے لیے جہنم بن گئی ہے اور اللہ کے دشمنوں نے اسے اپنے لیے جنتِ ارضی میں تبدیل کر لیا ہے۔ قرآن اور علمائے قرآن سے منہ موڑنے کی یہ کم از کم سزا ہے، جس میں آج دنیا کے بیشتر مسلمان مبتلا ہیں۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 38:

شہد کی مکھی

وَأَوحىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعرِشُونَ، ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً يَخرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّختَلِفٌ أَلوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَومٍ يَتَفَكَّرُون۔

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں گھر (چھتے) بنا۔ پھر ہر قسم کے پھلوں (کا رس) حاصل کر اور اپنے پروردگار کی طرف سے تسخیر کردہ راستوں پر چلتی جا۔ ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب نکلتا ہے جس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔ غور

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔"

(سورہ النحل، آیات 68،69)

آیئے دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھیوں کا طرزِ زندگی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی پر وحی کی تو اس سے کیا مراد ہے؟

سائنس کی دنیا:

دنیا بھر میں شہد کی مکھیوں کی چار اقسام پائی جاتی ہیں۔ یہ چاروں اقسام اپنے رنگ، رویے، بناوٹ اور اپنی کارکردگی میں ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ اقسام کی مکھیاں خراب موسموں میں بھی اپنا کام جاری رکھتی ہیں اور کچھ اقسام اس کے برعکس رویہ اختیار کرتی ہیں۔

کچھ اقسام کی مکھیاں زیادہ پھولوں کا رس جمع کرتی ہیں اور کچھ کم پھولوں تک محدود رہتی ہیں لیکن تمام شہد کی مکھیاں وہی کام سرانجام دیتی ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دے رکھا ہے یعنی انسانوں کے لئے شفا بخش مشروب شہد کی تیاری۔

شہد کی مکھی کی بناوٹ:

شہد کی مکھی کا شمار حشرات الارض میں ہوتا ہے۔ دوسرے حشرات الارض کی طرح اس کی دو آنکھیں کمپاؤنڈ آئی کہلاتی ہیں۔ ان دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ میں چھ ہزار (LENS) عدسے پائے جاتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان آنکھوں کے علاوہ اس کے سر کے اوپر کی طرف تین سادہ آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس کے سر کے اوپر دو انٹینا ہوتے ہیں جو اُس کے لئے بیرونی دنیا (ملکہ اور خاص طور پر دوسری شہد کی مکھیوں سے رابطے) کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

شہد کی مکھی کی زبان بھی قدرت کا ایک عجوبہ ہے۔ یہ زبان شہد کی مکھی کے منہ کے نچلے حصّے میں پائی جاتی ہے۔ شہد کی مکھی پھولوں کا رس پینے کے لئے اپنی زبان کو کسی اسٹراء کی طرح استعمال کرتی ہے اور رس پینے کے بعد اسے لپیٹ کر منہ کے اندر رکھ لیتی ہے۔

> ”شہد کی مکھی (کے ننھے سے وجود) میں ذہانت کی کیا کیا باریکیاں جمع کی گئی ہیں۔ جب تم اس کے کام کرنے پر غور کرو گے تو (اس کی یہ صلاحیتیں) تمہیں عجیب ولطیف معلوم ہوں گی اور جب تم ان کی بنائی ہوئی چیز یعنی شہد کو دیکھو گے تو اسے بہت ہی قابل عظمت پاؤ گے۔“ (امام جعفر صادقؑ)

آری جیسا جبڑا:

شہد کی مکھی کے منہ کے اگلے حصّے میں آری جیسا جبڑا بھی پایا جاتا ہے جسے مینڈیبل (MANDIBLE) کہا جاتا ہے۔ منہ کا یہ حصّہ پھولوں کا زردانے جمع کرنے کے کام آتا ہے۔ شہد کی مکھی کے اندرونی اعضاء ایک سخت خول میں بند ہوتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

شہد کی مکھی کے چار پر اور چھ ٹانگیں اس خول کے اندر سے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ (نوٹ: ہمارے جسم کا ڈھانچا جسم کے اندر ہوتا ہے جب کہ حشرات الارض کا ڈھانچا جسم کے باہر ہوتا ہے۔)

اس کی پچھلی ٹانگوں کے اوپر بال ہوتے ہیں۔ یہ سخت بال شہد کی مکھی کے جسم پر چپکنے والے پھولوں کے زردانے (Pollen) کو الگ کر کے پولن باسکٹ (Pollen Basket) میں جمع کرنے کے کام آتے ہیں۔ شہد کی مکھی پھولوں کے زردانے کو اسی طرح اپنے چھتے میں لے جاتی ہے۔

شہد کی مکھی کا ٹیم ورک:

ماہرین کے مطابق شہد کی مکھی کے ایک چھتے میں ہزاروں شہد کی مکھیاں پائی جاتی ہیں لیکن یہ سب مکھیاں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت ایک ٹیم کی طرح کام کرتی ہیں۔ اکثر علاقوں میں شہد کے چھتے میں مکھیوں کی تعداد لاکھوں تک ہوسکتی ہے۔

حال ہی میں ماہرینِ حیاتیات نے معلوم کیا ہے کہ ایک چھتے میں شہد کی تمام مکھیاں دراصل ایک دماغ کی طرح کام کرتی ہیں یعنی یہ سب مکھیاں دراصل ایک ہی دماغ کے اعصابی خلیے ہوتے ہیں اور ان کا کنٹرول ملکہ مکھی کے پاس ہوتا ہے۔

شہد کے چھتے میں تین طرح کی مکھیاں پائی جاتی ہیں:

(1) ملکہ شہد کی مکھی کا کام صرف انڈے دینا اور تمام مکھیوں سے رابطے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں رہنا ہوتا ہے۔ یہ ایک دن میں دو ہزار انڈے دیتی ہے۔

(2) کارکن مکھیاں ان انڈوں کو چھ کونے والے خانوں میں الگ الگ رکھتی جاتی ہیں اور پھر ان انڈوں کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں غذائیت بھی فراہم کرتی ہیں۔ یہ مکھیاں چھتے کے اندر آنے والی شہد کی مکھیوں کی چیکنگ پر بھی مامور ہوتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کوئی مکھی اپنے ساتھ نقصان دہ اجزا تو لے کر نہیں آئی۔ ایسی مکھی کو چھتے میں داخل ہونے سے پہلے ہی مار دیا جاتا ہے۔

(3) شہد کی مکھی کی تیسری قسم کی مکھی نر مکھی ہوتی ہے، جسے ڈرون کہا جاتا ہے۔

ملکہ مکھی کی جسامت:

ملکہ مکھی کی جسامت شہد کی دوسری مکھیوں سے بڑی ہوتی ہے۔ اس کا کام صرف انڈے ہی نہیں دینا ہوتا ملکہ مکھی اپنی نامعلوم طاقت کے ذریعے چھتے کی ہزاروں مکھیوں کو بھی کنٹرول کرتی ہے۔ کارکن مکھیاں اسے گھیرے رہتی ہیں اور اسے غذا فراہم کرتی ہیں۔ ملکہ مکھی کے پر ہوتے ہیں۔ یہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ پرواز کرتی ہے۔ تین سال کی زندگی میں اس کی پہلی اور آخری پرواز اس وقت ہوتی ہے جب اسے افزائش نسل کی خاطر نر شہد کی مکھی سے ملنا ہوتا ہے۔ نر مکھی کو ڈرون بی (DRONE BEE) کہا جاتا ہے۔

اس پرواز یا ملاپ کے بعد ملکہ مکھی اپنے انڈے دینے کے لئے جگہ کا انتخاب کرتی ہے اور مناسب جگہ کا انتخاب کر کے وہاں انڈے دینا شروع کر دیتی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے۔ چھتا تیار ہونے کے بعد ملکہ مکھی چھتے کے ہر خانے میں ایک انڈا دیتی ہے۔ اس کے انڈوں سے کارکن مکھیاں پیدا ہوتی ہیں۔ غذا کی تلاش، پھولوں کا رس جمع کرنا، موم تیار کر کے اس سے چھتا بنانا، ملکہ مکھی کے انڈوں، لاروا اور پیوپا کو غذا فراہم کرنے کے ساتھ ان کی دیکھ بھال کرنا یہ سب کام کارکن مکھیاں سرانجام دیتی ہیں۔

شہد کی مکھی کا چھتا:

چھتے کے سارے خانے ہمیں ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن شہد کی مکھیوں کی ملکہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کون سا خانہ کس طرح کی شہد کی مکھی تیار کرے گا۔ اسی لئے ملکہ مکھی جب کارکن مکھی پیدا کرنے والے خانے میں انڈا دیتی ہے تو کارکن مکھیاں اس خانے میں موجود لاروا یا پیوپا کو اسی طرح کی غذا فراہم کرتی ہیں کہ اس انڈے سے کارکن مکھی تیار ہو سکے۔

ملکہ مکھی اگر کسی دوسری طرح کے خانے میں انڈا دیتی ہے تو کارکن مکھیاں اس خانے میں اس طرح کی غذا فراہم کرتی ہیں کہ اس انڈے سے ملکہ مکھی تیار ہو سکے۔ اسی طرح ملکہ مکھی، نر مکھی کے لئے علیحدہ خانے میں انڈا دیتی ہے تو اس خانے سے صرف نر شہد کی مکھی ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

ملکہ کی موت:

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھتے میں موجود ملکہ مکھی مر جاتی ہے تو ایسی صورتِ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

لاروا کو غذا فراہم کرنا شروع کرتی ہیں۔ پانچ دن کے بعد کارکن مکھیاں اس لاروا کے خانے کو اوپر سے بند کر دیتی ہیں اور یہ لاروا زندگی کے اگلے مرحلے یعنی پیوپا کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ 21 دن کے اندر یہ پیوپا مکمل مکھی میں تبدیل ہو کر اپنے خانے کی سِیل توڑتا ہے اور باہر نکل آتا ہے۔

کارکن مکھیاں:

کارکن مکھیوں کی عمر چار سے پانچ ہفتے تک ہوتی ہے۔ لیکن جو کارکن مکھیاں سردیوں کے موسم میں پیدا ہوتی ہیں، وہ چھ ماہ سے زیادہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ پھولوں کا رس اور پھولوں کا زردانہ شہد کی مکھیوں کی غذا ہے۔ پھولوں کے رس کو شہد کی مکھیاں خود استعمال کرتی ہیں اور چھتے میں موجود بچوں کو بھی استعمال کراتی ہیں۔ اضافی رس کو شہد کی مکھیاں شہد میں تبدیل کر کے اپنے چھتے میں اسٹور کر لیتی ہیں۔

پھولوں کا زردانہ شہد کی مکھیوں کی غذا میں وہی کردار ادا کرتا ہے جو کردار ہماری غذا میں گوشت کا ہوتا ہے۔ شہد کی مکھیاں اس سے پروٹین یعنی لحمیات حاصل کرتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں پھولوں کے رس اور پھولوں کے زردانے کو استعمال کرتی ہیں تو اس کے اندر ایسی کیمیائی تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہیں کہ یہ غذا ان کے اور ان کے بچوں کے لئے قابلِ ہضم بن سکے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حال میں کارکن مکھیاں اپنے چھتے میں موجود کارکن مکھی کے ایک لاروا کو جس کی عمر ابھی صرف تین دن ہوتی ہے، وہ غذا فراہم کرنے لگتی ہیں جو غذا ملکہ مکھی بننے والے لاروا کے لئے مخصوص ہے۔ اس غذا کے استعمال کرنے سے وہ لاروا جسے عام کارکن مکھی بن کر خانے سے نکلنا تھا، وہ ملکہ مکھی میں تبدیل ہوکر باہر نکلتا ہے اور ملکہ مکھی بن کر انڈے دینا شروع کر دیتا ہے۔

چھتے کے لیے موم:

چھتے کے خانے بنانے کے لئے شہد کی مکھیوں کو موم کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ موم شہد کی مکھیاں خود تیار کرتی ہیں۔ آدھا کلو موم تیار کرنے کے لئے شہد کی مکھیوں کو پانچ کلو شکر کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ شکر شہد کی مکھیاں پھولوں کے رس سے حاصل کرتی ہیں اور پھر ان کے پیٹ کے نیچے موجود چار غدود اس موم کو ان کے جسم سے باہر نکالتے ہیں۔ شہد کی مکھیاں اس موم کو منہ میں لے کر چباتی ہیں، نرم کرتی ہیں اور پھر اس میں دوسرے کیمیائی اجزاء شامل کر کے اس سے اپنے چھتے کے چھ کونے والے خانے تیار کرتی ہیں۔

شہد کی مکھی کی زندگی کا آغاز:

شہد کی مکھی کی زندگی کا آغاز ایک انڈے سے ہوتا ہے۔ یہ انڈا بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ تین دن گزرنے کے بعد یہ لاروا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کارکن مکھیاں اس

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کمیونیکیشن کے ذرائع:

شہد کی مکھیاں بہ ظاہر بے زبان نظر آتی ہیں لیکن یہ ایک دوسرے سے رابطہ کرنے میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔ چند کارکن مکھیاں صبح سویرے غذا کی تلاش میں نکلتی ہیں اور غذا کو تلاش کرنے کے فوراً بعد اپنے چھتے کی طرف واپس آتی ہیں اور چھتے کے سامنے مخصوص انداز سے چکر لگانا شروع کر دیتی ہیں۔ اسے ان کا رقص کہا جاتا ہے۔ ماہرین نے اپنے بار بار کے تجربات سے معلوم کیا ہے کہ شہد کی مکھیاں دو طرح سے رقص کرتی ہیں اور دونوں انداز کے رقص میں دو الگ الگ طرح کے پیغامات ہوتے ہیں جنھیں سمجھ کر چھتے میں موجود شہد کی مکھیاں بڑی تعداد میں باہر نکلتی ہیں اور غذا کی طرف پرواز کرنے لگتی ہیں۔

شہد کی مکھیاں دوسرے حشرات الارض کی طرح روشنی کی وہ شعاعیں بھی دیکھ سکتی ہیں جو شعاعیں انسانی آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے۔ شہد کی مکھیاں سونگھنے کے لئے اپنے سر پر لگے ہوئے انٹینا سے کام لیتی ہیں اور کسی بھی پھل یا پھول کی خوشبو کو میلوں دور سے سونگھ سکتی ہیں۔

یہ ہے اللہ کی نشانی:

شہد کی مکھی کا سائز بہ مشکل چند سینٹی میٹر کا ہوتا ہے لیکن ان کے اس ننھے سے وجود میں اللہ تعالیٰ کی اس قدر حیران کن نشانیاں موجود ہیں کہ انسان انہیں مکمل طور پر سمجھنے سے آج بھی قاصر نظر آتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا مطلب ہے، اللہ کے ہونے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یعنی کسی خالق کے ہونے کے ثبوت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خالق ہے جس نے شہد کی مکھی کو پیدا کیا ہے۔

وحی سے کیا مراد ہے؟

قرآن مجید میں شہد کی مکھی پر وحی کرنے کا تذکرہ ہے تو اس سے مراد آج کی سائنسی زبان میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے وجود میں پہلے ہی دن سے وہ جینیاتی معلومات (Genetic Information) یا خصوصیات اسٹور کر دیں جن کی مدد سے ایک ننھی سی شہد کی مکھی مکمل نظم وضبط کے ساتھ کام کرتی ہے اور انسانوں کے لئے ایک شفا بخش مشروب تیار کرتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

قرآن اور حدیث کی رہنمائی:

قرآن مجید کا موضوع اگرچہ انسان ہے لیکن کرّۂ ارض پر موجود دوسرے ذی حیات کا تذکرہ بھی قرآن مجید کی متعدد آیات میں بار بار آیا ہے۔ حتیٰ کہ کئی سورتوں کے نام مختلف جانداروں کے نام سے منسوب ہیں۔

مثلاً سورۃ بقرہ (گائے)، سورۃ اَنعام (چوپائے)، سورۃ عنکبوت (مکڑی)، سورۃ نحل (شہد کی مکھی)، سورۃ نمل (چیونٹی) ان کے علاوہ کرۂ ارض پر موجود مظاہر فطرت، ہواؤں، بارشوں، پھلوں، پھولوں اور سبزیوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید کی آیات میں بار بار کیا گیا ہے اور ان سب مخلوقات کے بار بار تذکرے کا مقصد

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی شانِ خلاقیت کی طرف متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کو ان مخلوقات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دینا ہے۔ مثلاً:

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں گھر (چھتے) بنا پھر ہر قسم کے پھلوں (کا رس) حاصل کر اور اپنے پروردگار کی طرف سے تسخیر کردہ راستوں پر چلتی جا۔ ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب نکلتا ہے جس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔''

(سورہ النحل، آیات 68،69)

Presented By: https://jafrilibrary.com

اثباتِ وجودِ خدا کے حوالے سے دلائل دیتے ہوئے اہلِ بیت علیہم السلام نے بھی شہد کی مکھی کو اپنے خطبات و ارشادات کا موضوع بنایا۔

مثلاً: امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد مفضل ابن عمرؓ سے اثباتِ وجودِ خدا کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''مفضل! ذرا اس شہد کی مکھی کو دیکھو اور شہد بنانے اور چھ کونوں والے خانے بنانے میں ان کی اجتماعی کوششوں (ٹیم ورک) پر غور کرو کہ شہد کی مکھی (کے ننھے سے وجود) میں ذہانت کی کیا کیا باریکیاں جمع کی گئی ہیں۔ جب تم اس کے کام کرنے پر غور کرو گے تو (اس کی یہ صلاحیتیں) تمہیں عجیب و لطیف معلوم ہوں گی اور جب تم

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان کی بنائی ہوئی چیز یعنی شہد کو دیکھو گے تو اسے بہت ہی قابلِ عظمت پاؤ گے کہ کس طرح ان ننھی ننھی شہد کی مکھیوں نے مل کر پھولوں کے عرق سے شہد بنایا، کس طرح انہوں نے موم سے اپنے چھتے بنائے۔ جبکہ خود شہد کی مکھی اس سارے عمل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتی بلکہ وہ تو خود اپنے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی (کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کام کرنے کی صلاحیت خود مکھی نے اپنے اندر پیدا نہیں کی بلکہ یہ صنعت و حکمت اس اللہ کی ہے جس نے شہد کی مکھیوں کو اس طرح کی فطرت (Nature) پر پیدا کیا اور انسانوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے شہد کی مکھیوں کو اس کام کے سرانجام دینے پر مجبور کیا۔"

(توحید مفضل، سائنسی تشریحات کے ساتھ۔ لیکچر 3)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 39:

چیونٹیاں۔۔خدا کی نشانیاں

حَتّٰٓى إِذَآ أَتَوْا عَلٰى وَادِى النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَ جُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔

”یہاں تک کہ جب (وہ) چیونٹیوں کی وادی میں آ نکلے تو ایک چیونٹی بولی۔ ”اے چیونٹیو، اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔“

(سورۂ نمل آیت، 18)

نمل، عربی زبان میں چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تمام سورتوں کے نام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے رسولؐ نے رکھے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس سورے کا نام

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

رکھنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہے۔

چیونٹی جیسی ننھی منی مخلوق کے نام پر اللہ کی کتاب میں ایک پورے سورے کا ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو اپنی اس حیران کن ننھی منی سی مخلوق کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

(حضرت سلیمان کا چیونٹی کی بات سننا سمجھنا اور چیونٹی کی اپنی ساتھیوں سے گفتگو ایک الگ موضوع ہے جس پر کبھی بات کریں گے)

رشتوں کی زنجیر:

قرآن مجید میں انسانوں اور جنوں کے علاوہ بہت سے دوسرے ذی حیات کا تذکرہ بھی بار بار کیا گیا ہے تاکہ انسان سمجھ سکے کہ وہ کرۂ ارض پر تنہا نہیں ہے۔ وہ یہ بھی سمجھ سکے کہ وہ خود رشتوں کی ایک بہت بڑی زنجیر کا حصّہ ہے۔ اس زنجیر کی کوئی بھی کڑی ٹوٹ جائے تو زمین کی مجموعی زندگی میں ایک خرابی پیدا ہو جائے گی۔

آج کل کے ماہرینِ ماحولیات اس موضوع پر بہت کام کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر ٹی وی چینل نیشنل جیوگرافک اور ڈسکوری کے بہت سے پروگرام آپ نے دیکھے ہوں گے۔ ماہرین ماحولیات ان جانوروں کو بچانے کے لئے اَن تھک جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔

اللہ کی ہر نشانی کو نیچر سے جوڑ دیتے ہیں:

وہ رشتوں کی اس زنجیر کو بچانا چاہتے ہیں جس کے سبب یہ نظامِ حیات باقی ہے۔ وہ ان جانوروں کو بچانے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں، جن کی زندگی بڑھتی ہوئی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

انسانی آبادیوں، شکار، عمارات کی تعمیر کے لئے قدرتی جنگلوں کی کٹائی، کھیتی باڑی اور صنعتی آلودگی کے سبب شدید خطرے سے دوچار ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ یہ تمام ٹی وی چینلز اپنی دستاویزی فلموں میں کبھی اس کائنات کے خالق و مالک کا نام نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نشانی کو نیچر (Nature) سے جوڑ دیتے ہیں۔

آیئے اس ننھی سی مخلوق کی خلقت اور اس کے طرزِ زندگی پر ذرا سا غور کرتے ہیں۔

> اگر تم غور و فکر کے راستوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد پر پہنچ جاؤ گے تو جان لو گے کہ جو (اللہ) چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے، کھجور کا درخت بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ ہر ذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سا فرق تو ہے۔
> (امیر المؤمنینؑ)

قدرت کا ایک ننھا سا عظیم شاہکار:

چیونٹی کا شمار حشرات الارض (INSECTS) میں ہوتا ہے اور یہ قدرت کی شانِ خلاقیت کا ایک حیران کن نمونہ ہے۔ منی ایچرائی زیشن کسی چیز کو مختصر کر کے بنانے کو کہا جاتا ہے۔ چیونٹی بھی قدرت کی منی ایچرائی زیشن کا حیران کن شاہکار ہے۔

ایک ننھی منی سی چیونٹی کو دیکھیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یہ بال برابر مخلوق نہ صرف کھاتی پیتی، چلتی پھرتی، افزائشِ نسل کرتی اور قدرت نے اس دنیا میں جو کام اس کے ذمے کیا ہے، نہ صرف اسے بھرپور طریقے سے سرانجام دیتی ہے بلکہ اپنے ماحول

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں ہم انسانوں کی طرح ایک مکمل سماجی یا معاشرتی زندگی گزارتی ہے۔اسی لئے اسے سوشل انسیکٹ (Social Insect) کہا جاتا ہے۔

ان ننھے منے جانوروں کا تذکرہ قرآن میں بھی موجود ہے اور چہاردہ معصومینؑ نے بھی اپنے اقوال وخطبات میں انسانوں کو ان کی طرف متوجہ کیا ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: عبادت (صرف) یہ نہیں کہ کھڑے ہو کر لمبی لمبی نمازیں پڑھی جائیں اور طویل رکوع وسجود کیے جائیں بلکہ (اصل) عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر فکر وتدبر کیا جائے (اُصول کافی)۔

آپ دیکھیں کے مغرب والے ہم سے اس لئے آگے نکل گئے کہ انہوں نے غور وفکر کی عادت کو اپنایا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سائنس کی دنیا:

آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ آج کے دور کے ماہرینِ حیاتیات چیونٹی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔اس کے بعد ہم آپ کو بتائیں گے کہ آئمہ معصومینؑ نے چیونٹی کے حوالے سے کیا کہا ہے کب کہا ہے اور یہ باتیں کن کتابوں میں موجود ہیں!

اقسام اور طرزِ زندگی:

اب تک دنیا بھر میں چیونٹی کی آٹھ سو اقسام دریافت ہو چکی ہیں۔صلاحیتوں، شکل وصورت، سائز اور عادات کے حوالے سے بھی ان میں بڑی رنگارنگی نظر آتی ہے۔چیونٹیاں زیادہ تر دنیا کے گرم علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔تمام اقسام کی چیونٹیاں کالونیاں بنا کر رہتی ہیں۔ان میں سے ایک کالونی میں اکثر دو لاکھ سے زیادہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چیونٹیاں انتہائی نظم وضبط کے ساتھ، امن وسکون کی زندگی گزارتی ہیں۔

ہر کالونی کسی ایک مادہ چیونٹی کے دَم سے آباد ہوتی ہے۔ یہ ملکہ چیونٹی کہلاتی ہے۔اس کا کام صرف انڈے دینا، آبادی میں اضافہ کرنا اور کالونی کی تمام چیونٹیوں کی رہنمائی کرنا ہے۔ ملکہ چیونٹی اپنے احکامات بعض کیمیائی مادّوں کے ذریعے جاری کرتی ہے۔اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ کے نبی جناب سلیمانؑ اس کیمیائی زبان کا علم رکھتے تھے۔تبھی تو انہوں چیونٹی کی بات سنی اور مسکرائے۔

چیونٹیوں کی بڑی آبادیوں میں اکثر ایک سے زیادہ ملکائیں بھی ہوسکتی ہیں۔ یہ ملکہ کسی دوسری آبادی میں آنکھ کھولتی ہے۔اس وقت اس کے جسم پر دو ننھے منے پر لگے ہوتے ہیں۔ان پروں کی مدد سے یہ پرواز کرتی ہے اور اپنا شریکِ حیات تلاش کرتی ہے۔اس کا شریکِ حیات بہت جلد مرجاتا ہے۔ یہ ملکہ چیونٹی کوئی مناسب جگہ تلاش کر کے وہاں انڈے دینا شروع کر دیتی ہے اور بہت جلد اپنے اردگرد چیونٹیوں کی ایک بڑی کالونی قائم کر لیتی ہے۔اس کالونی میں ملکہ چیونٹی کے علاوہ دو اقسام کی چیونٹیاں پائی جاتی ہیں۔

کارکن چیونٹیاں:

یہ کارکن چیونٹیاں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ان کی ایک قسم عام کارکن کہلاتی ہے، دوسری قسم میں فوجی قسم کی چیونٹیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ سپاہی چیونٹیاں مخصوص قسم کے آلات اور کیمیائی مادّوں سے لیس ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ دشمن کو اپنے زہریلے ڈنک سے نقصان پہنچاتی ہیں یا اپنی دم کی طرف سے دشمن پر مخصوص قسم کا تیزاب پھینکتی ہیں۔

عام کارکن چیونٹیوں کا کام ملکہ کے انڈوں اور ان میں سے نکلنے والے بچوں کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

غذائی ضروریات فراہم کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ہوتا ہے۔ جب کہ فوجی قسم کی چیونٹیاں اپنی آبادی کا دفاع کرنے کے فرائض سرانجام دیتی ہیں۔

پیراسول چیونٹیاں:

یہ چیونٹیاں امریکہ کے گرم علاقوں کے جنگلات میں پائی جاتی ہیں اور بے پناہ نظم وضبط کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ یہ چیونٹیاں زمین کی سطح کے نیچے اپنی کالونی بناتی ہیں۔ یہ اپنے گزوں لمبے چوڑے گھروں میں ہوا، روشنی اور رطوبت کی موجودگی کے لئے خصوصی انتظامات کرتی ہیں۔ یہ اپنے گھروں میں باغ بھی لگاتی ہیں۔ ان گھروں میں بچوں کی پرورش ونگہداشت کے لئے الگ حصّے بنائے جاتے ہیں۔ ان کے باغات جو انہیں غذائی ضروریات فراہم کرتے ہیں فنگس یا پھپھوند کے ہوتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

فنگس گارڈن:

یہ چیونٹیاں سبزی خور ہوتی ہیں لیکن پتوں یا پھولوں کو براہِ راست نہیں کھاتیں۔ یہ انسانوں کی طرح اپنی غذا کو اپنے انداز سے ''پکاتی'' ہیں، اس کے بعد استعمال کرتی ہیں۔

یہ چیونٹیاں بارش کے زمانے میں پتے کاٹنے اور انہیں اپنے گھر میں لے جانے کا کام بند کر دیتی ہیں، اس لئے کہ زیادہ گیلے پتوں سے ان کے زیر زمین گھر میں رطوبت کا توازن بگڑ سکتا ہے اور غذا کی فراہمی خطرے سے دوچار ہو سکتی ہے۔

(Reference: Insects)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

غذا کے اسٹور:

بہت سی چیونٹیاں جو نیم صحرائی علاقوں میں رہتی ہیں، اپنی غذائی ضروریات کی فراہمی کے لئے زیادہ حیران کن کارنامے انجام دیتی ہیں۔ انہیں محکمہ موسمیات کے بغیر ہی آنے والے موسموں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہ بارشوں اور ہریالی کے زمانے میں اپنے میں سے چند چیونٹیوں کو غذائی اسٹور کے لئے منتخب کر لیتی ہیں۔ کارکن چیونٹیاں اپنے زیرزمین گھروں سے باہر جاتی ہیں اور وہاں سے پانی اور پھولوں کا رس لے کر آتی ہیں۔ یہ رس اندر موجود چیونٹیوں کو پلایا جاتا ہے۔

یہ اضافی غذا اندر موجود چند مخصوص چیونٹیوں کے جسموں میں اسٹور ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ان چیونٹیوں کا جسم پھول کر کُپّا ہو جاتا ہے اور یہ چیونٹیاں اپنے اگلے پیروں سے کسی شاخ، جڑ یا پتھر کو پکڑ کر لٹک جاتی ہیں اور سردیوں کے سارے خشک موسم میں اسی طرح لٹکی رہتی ہیں۔

سردیوں میں جب باہر کوئی غذا دستیاب نہیں ہوتی تو ان چیونٹیوں کے جسم کے اندر سے ایک رقیق مادہ ٹپکنے لگتا ہے اور اس کالونی کی ساری چیونٹیاں اس غذائی اسٹور سے غذا حاصل کرتی رہتی ہیں۔

پتوں میں گھر:

بہت سی چیونٹیاں درخت کے بڑے بڑے پتوں میں اپنے گھر بناتی ہیں۔ یہ گھر بنانا ان کی ذہانت اور مل جل کر کام کرنے کی ایک حیران کن مثال ہوتے ہیں۔ پہلے بہت ساری چیونٹیاں دو مختلف پتوں کو پکڑ کر ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں اور ان کے کناروں کو پکڑ کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد کارکن چیونٹیوں کی دوسری ٹیم

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہاں پہنچتی ہے۔ان میں سے ہر چیونٹی کے منہ میں ایک لاروا ہوتا ہے۔(چیونٹی کا انڈا پہلے لاروا(Larva) میں تبدیل ہوتا ہے پھر چیونٹی بنتا ہے)

لاروا کے جسم سے ریشم جیسا مواد نکلتا رہتا ہے۔کارکن چیونٹیاں لاروا کے جسم سے نکلنے والی ریشم سے ایک دوسرے پر رکھے ہوئے پتوں کے کناروں کو جوڑنا شروع کر دیتی ہیں۔جب ہزاروں کارکن مل کر یہ کام کرتے ہیں تو پتوں کا یہ گھر بننے میں دیر نہیں لگتی۔

چیونٹی کی ضرورت کے مطابق اعضاء:

چیونٹی کا جسم اپنے بنانے والے کی صناعی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔چیونٹی کا شمار حشرات (INESECTS) میں ہوتا ہے۔حشرات کا جسم ایک خول میں بند ہوتا ہے۔اس خول کو ایکسواسکیلٹن (EXOSKELETON) کہا جاتا ہے۔

چیونٹی جو بہ مشکل ہمیں دکھائی دیتی ہے،اتنی مختصر جسامت کے باوجود اس کے جسم میں بصارت،سماعت،نظام اعصاب،نظامِ ہضم،دماغ،افزائشِ نسل کی صلاحیت سبھی کچھ موجود ہوتا ہے۔یہی نہیں ان کے اعضاء اور صلاحیتیں ان کی غذا اور ماحول کے مطابق الگ الگ قسم کی ہوتی ہیں۔

مثلاً جو چیونٹیاں ننھے منے کیڑے مکوڑوں کو اپنی غذا بناتی ہیں ان کے جبڑے سادہ اور چند دانت والے ہوتے ہیں۔سخت کھال والے ذرا بڑے کیڑے مکوڑوں کو کھانے والی چیونٹیاں سخت جبڑوں اور بہت سے دانتوں کی مالک ہوتی ہیں۔سبزی خور چیونٹیوں کی ایک قسم جو گھاس کے بیجوں پر گزارہ کرتی ہے،ان کے منہ میں دانت نہیں ہوتے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

جب کہ وہ چیونٹیاں جو پتوں کو کاٹ کر ان سے اپنی غذا تیار کرتی ہیں، ان کا منہ درانتی جیسے دانتوں سے لیس ہوتا ہے۔

چیونٹیوں کے حیران کن پاؤں:

چیونٹیوں کے پیر بھی ان کی ضرورت کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ مثلاً کالی چیونٹیوں (جنہیں ہم لوگ کالے چیونٹے کہتے ہیں) کے پیر بے شمار خرد بینی بالوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ بال انہیں قوت لامسہ یعنی کسی چیز کو چھو کر محسوس کرنے کی صلاحیت عطا کرتے ہیں۔ ان کے ہر پیر کے اندر دو پنجے ہوتے ہیں جن کی مدد سے یہ کسی چیز کو پکڑ سکتی ہیں۔ ہر پنجے کے درمیان خصوصی پیڈ ہوتے ہیں جن کی مدد سے یہ دیوار، درخت حتیٰ کہ چھت پر بھی آرام سے چل سکتی ہیں۔ اگر یہ پیڈ نہ ہوں تو یہ ہوا میں اُڑ جائیں یا چھت پر اُلٹے چلتے ہوئے نیچے گر پڑیں۔

قرآن وحدیث:

چیونٹی جیسے ذی حیات کے بارے میں یہ ساری معلومات انسان کو خرد بین اور الیکٹران خرد بین کی ایجاد کے بعد معلوم ہوئیں۔ یہ خرد بین اٹھارویں اور انیسویں صدی کے درمیان ایجاد ہوئیں۔ ان خرد بینوں کی ایجاد کے بعد ہی حشرات الارض یعنی مکھی، مچھر یا چیونٹیوں کے جسموں کا تفصیلی معائنہ کیا جا سکا ہے۔

لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس ننھی سی چیونٹی کے بارے میں کم وبیش یہ ساری تفصیلات امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیں بتا چکے ہیں۔ اللہ رب العالمین کی وحدانیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''کیا وہ لوگ (جو اللہ کے وجود اور اس کے ایک ہونے کے بارے میں شک وشبہہ کا شکار ہیں) ان ننھے منے ذی حیات کو نہیں دیکھتے جنہیں اللہ نے پیدا کیا ہے؟

ذرا اس (ننھی سی) چیونٹی اور اس کی مختصر جسامت، شکل وصورت کی باریکی پر تو غور کرو! اتنی چھوٹی کہ آنکھ کو بہ مشکل دکھائی دیتی ہے اور تصور میں بھی بہ مشکل سماتی ہے۔ (اس کے باوجود) زمین پر کس طرح رینگتی پھرتی ہے اور (کس طرح اپنی غذا تلاش کرتی ہے (کس طرح) اپنے رزق (کو پہچانتی اور اس) کی طرف لپکتی ہے، اور دانے (غذا) کو اپنے بل کی طرف لے جاتی ہے اور اسے وہاں جمع رکھتی ہے۔

یہ گرمیوں میں سردی کے موسم کے لیے اور قوت وتوانائی کے زمانے میں کام نہ کر سکنے کے دنوں کے لئے غذا جمع کرتی ہے۔ اس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کی ضرورت کے مطابق رزق اس تک پہنچتا رہتا ہے۔

اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے جسم کے نشیب وفراز اور اس کے خول (Exoskeleton) میں پیٹ کی طرف پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں (موجود چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور ''کانوں'' کی بناوٹ میں غور وفکر کرو گے تو تمہیں اس کی آفرینش پر تعجب ہوگا۔ اس کی خوبیوں (اور صلاحیتوں) کو بیان کرنے میں تمہیں مشکل اُٹھانا پڑے گی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر تم غور وفکر کے راستوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد پر پہنچ جاؤ گے تو جان لو گے کہ جو (اللہ) چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے، کھجور کا درخت بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ ہر ذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سا فرق تو ہے۔"

(نہج البلاغہ۔خطبہ)

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی باتیں آپ نے پڑھیں۔ اب یہ بتایئے جدید سائنسی حقائق اور چودہ سو سال پہلے کے امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات میں کیا فرق ہے؟

اور اگر کہیں فرق نظر بھی آتا ہے تو زبان اور انسان کی ذہنی سطح کا فرق ہے یعنی امیر المومنین علیہ السلام جن لوگوں کو حشرات کے بارے میں بتا رہے تھے ان کی اور آج کے سائنسی دور کے انسانوں کی ذہنی سطح میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

کوئی مخلوق انٹینا کے ذریعے سن سکتی ہے، یہ بات اس زمانے کے انسان کی عقل میں کہاں سما سکتی تھی! اسی لئے امامؑ نے انٹینا کے بجائے "کان" کا لفظ استعمال فرمایا۔ حشرات الارض کے ڈھانچے یعنی بیرونی خول (Exoskeleton) کے بارے میں سائنس دانوں کو خردبین کی ایجاد کے بعد معلوم ہوا جب کہ امیر المومنین علیہ السلام اس اصطلاح کو 14 سو سال پہلے استعمال کر چکے تھے۔



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

باب 40:

فطری انتخاب کا نظریہ

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(سورۂ عنکبوت آیت 20)

مذہبی حلقے چارلس ڈارون کی مذمت تو کرتے رہے ہیں لیکن ''اسلامی علوم کے خزانوں پر نظر نہ ڈال سکے۔ جہاں اس موضوع پر قابل قدر کام ڈاروان سے ہزار سال پہلے بھی موجود تھا!''

چارلس ڈارون ایک برطانوی ماہر حیاتیات تھا۔ ڈارون 12 فروری 1809 میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں کٹر عیسائی تھی جب کہ اس کا باپ ایک آزاد خیال آدمی تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چارلس ڈارون نے برطانیہ کے اعلیٰ تعلیمی اداروں سے سائنسی تعلیم حاصل کی۔ 1831 میں ایک بحری جہاز کے کپتان نے اسے اپنے ساتھ رہنے کی دعوت دی تا کہ وہ دنیا کے گرد بحری سفر کے دوران دنیا کے مختلف براعظموں اور جزیروں میں موجود پیڑ پودوں، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کا مشاہدہ کر سکے۔ اس بحری جہاز کا نام (HMS BEAGLE) تھا۔

اس پانچ سالہ بحری سفر کے دوران چارلس ڈارون کو دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود مختلف طرح کے پیڑ پودوں، دوسرے ذی حیات اور زمین میں دبے ہوئے قدیم جانوروں کے فوسلز کے مشاہدے اور مطالعے کا بھرپور موقع حاصل ہوا۔

1859 میں چارلس ڈارون نے اپنے مشاہدے، مطالعے اور تجربات کی روشنی میں ایک کتاب شائع کی۔ اس کتاب کا نام تھا ON THE ORIGN OF SPECIES۔ اس کتاب میں اس نے سائنس دانوں کے بہ قول پہلی بار یہ انکشاف کیا کہ تمام مخلوقات میں یہ فطری صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کے بدلنے کی صورت میں اپنے اعضاء میں تبدیلی پیدا کر سکیں اور یہ تبدیلیاں لاکھوں سال میں واقع ہوتی ہیں۔

اس نے فنچ نامی چڑیوں کی مثال پیش کی۔ فنچ نامی چڑیاں ابتدائی طور پر ایک ہی تھیں لیکن ماحول، غذا اور موسم کی تبدیلی کے سبب ان کی چونچیں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئیں۔ اس تبدیلی سے فنچ کی نئی اقسام وجود میں آئیں۔ اس نظریے کو Natural Slection Of Species کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چارلس ڈارون نے یہ خیال بھی پیش کیا کہ ابتداء میں تمام مخلوقات بہ شمول انسان کسی ایک ہی اصل سے پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً انسان کے آباء اجداد ابتداء میں چمپنزی بندر رہے ہوں

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

گے۔ پھر صدیوں کے سفر کے دوران ماحول، غذا اور ضروریات کے بدلنے سے بتدریج موجودہ انسان کی شکل اختیار کر گئے۔

ڈارون کے اس نظریے نے سائنس کی دنیا میں ہلچل مچادی۔ ابتداء میں سائنسی دانوں کے ایک بڑے حلقے نے چارلس ڈارون کے اس خیال کی شدید مخالفت کی لیکن آخر کار فطری انتخاب کے اس نظریے کو جوں کا توں قبول کرلیا گیا۔ اس کے برعکس تمام مذاہب، مثلاً عیسائیت، یہودیت اور اسلامی حلقوں نے چارلس ڈارون کے نظریے (کہ انسان بندر کی اولاد ہے) کو یکسر مسترد کردیا۔ دینی و مذہبی حلقوں نے ڈارون کے نظریات کو مسترد بھی کیا اور اسے بہت برا بھلا بھی کہا گیا لیکن ڈارون کے نظریات کے مقابل، ابتدائے حیات کے حوالے سے مذہبی حلقوں کی طرف سے اگرچہ علوم آل محمدؐ میں اس کا تفصیلی جواب موجود تھا لیکن کسی نے اس سے پہلے علوم آل محمدؐ کے خزانے کو کھول کر ہی نہیں دیکھا۔۔۔ کوئی متبادل اور قابلِ قبول نظریہ پیش نہیں کیا گیا۔

اگرچہ چارلس ڈارون نے 1859 میں فطری انتخابات (NATURAL-SLECTION) کا جو نظریہ پیش کیا، وہ اس کا ذاتی نظریہ نہیں تھا، حقیقت یہ ہے کہ نظریہ ساتویں صدی عیسوی سے بھی پہلے دنیا میں موجود تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے توحید مفضل کے پہلے اور چوتھے لیکچر میں فطری انتخاب، مخلوقات کے اعضا میں فطری تبدیلیوں اور فطرت، طبیعت یعنی NATURE کے حوالے سے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس موضوع پر اس وقت گفتگو فرمائی جب پورا یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اور چارلس ڈارون کے پیدا ہونے میں ابھی صدیوں کا فاصلہ تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

فطری انتخاب کا نظریہ:

آیئے پہلے توحید مفضل کے پہلے لیکچر پر نظر ڈالتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام انسانی جسم کے اعضا کی خلقت کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں۔

''مفضل اب اگر تم ان تمام اعضاء ان کی بناوٹ کارکردگی اور جسم کے اندر ان کے مقام پر غور و فکر کرو گے تو سمجھ جاؤ گے کہ ہر عضو ایک خاص مصلحت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے اور جسم کے ہر عضو کا دوسرے عضو سے ایک خاص رشتہ اور رابطہ ہے۔ یہ تمام اعضا مل کر انسانی جسم کی تشکیل کرتے ہیں اور انسان کو وہ تمام سہولتیں فراہم کرتے ہیں جن کی اسے زندگی گزارنے کے لیے ضرورت ہے۔''

(توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ، لیکچر:1 صفحہ 74)

کیا یہ اعضاء خود بخود بن جاتے ہیں:

امامؑ کے باتیں سن کر مفضل ابن عمرؓ نے عرض کی۔ ''آقا! کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سب باتیں طبیعت (نیچر) کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی جس مخلوق کو جس طرح کے اعضا کی ضرورت ہوتی ہے، (ویسے اعضاء) خود بہ خود بن جاتے ہیں۔''

(یعنی ان میں یہ فطری صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بدلتی ہوئی غذائی ضروریات اور ماحول کے مطابق اپنے اعضا میں تبدیلی پیدا کر سکیں۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

آپ غور فرمائیں کہ مفضل ابن عمر نے مخلوق (انسان، جانور، پیڑ پودوں) کے بارے میں امامؑ سے مخلوقات کے فطری انتخابات (NATURAL SLECTION OF SPECIES) کے حوالے سے سوال کیا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فطری انتخاب یا نیچرل سلیکشن کا یہ نظریہ ساتویں صدی عیسوی سے پہلے بھی دنیا میں موجود تھا۔ اسی لیے جناب مفضل نے کہا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے.....

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل ابن عمر کو تفصیلی جواب دیا اور یہ بھی بتایا کہ خود نیچر کیا ہے۔

طبیعت (Nature) کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"مفضل! ایسے لوگوں سے سوال کیا جائے کہ کیا طبیعت (نیچر) جو اس قدر عظیم اور با مصلحت کام اس قدر باریک بینی سے سرانجام دیتی ہے تو کیا وہ علم ارادہ اور قدرت بھی رکھتی ہے یا وہ بے شعور بے ادراک ہے؟ اس میں علم ہے نہ ارادہ اور نہ قدرت۔ اب اگر وہ کہتے ہیں کہ اس میں علم ارادہ اور قدرت موجود ہے تو انہیں خلق کرنے والی ذات (یعنی اللہ) کو ماننے سے کیا چیز روکتی ہے؟

(یعنی خدا کی ذات کا انکار کرنے والے یہی تو کہتے ہیں کہ یہ ساری کائنات خود بہ خود پیدا ہوگئی ہے! تو اگر اب وہ یہ کہتے ہیں کہ ایسا طبیعت (نیچر) کی وجہ سے ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی پیدا کرنے والے کے وجود کو مان گئے۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے مختلف ملکوں، براعظموں اور سمندروں میں موجود بہت سے جزیروں میں وقت گزارا۔ اس کے بعد اس نے اپنے پانچ سال کے مشاہدات اور تجربات کو قلم بند کیا اور ان پر غور و فکر کر کے اس نے پہلی بار ''مخلوقات میں فطری انتخابات'' کے اسی نظریے کے مشاہداتی ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیے اور یہ علمِ حیاتیات کا وہ موضوع تھا جس کی طرف قرآن مجید نے سب سے پہلے ہم مسلمانوں کو متوجہ کیا تھا۔

''(اے رسول ان لوگوں سے) کہہ دو کہ ذرا زمین پر چل پھر کر تو دیکھو (یعنی یہ جاننے کی کوشش کرو) کہ اللہ نے مخلوق کو ابتداء میں کس طرح پیدا کیا۔ پھر (اسی طرح وہی) اللہ قیامت کے دن آخری پیدائش کرے گا۔'' (سورہ عنکبوت، آیت 19)

Presented By: https://jafrilibrary.com

ماحول اور غذا کے مطابق اعضا:

ماحول اور غذا کے مناسبت سے اعضا میں تبدیلی کی بے شمار مثالیں ہماری روزمرہ کی زندگی میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں مثلاً ایک بچہ جب رحم مادر میں ہوتا ہے تو اس کی غذا کسی اور طرح کی ہوتی ہے اور اسی مناسبت سے اس کے اعضا بھی۔ جب وہ شیر خواری کی عمر میں ہوتا ہے تو اس کے منہ میں دانت نہیں ہوتے لیکن جب اس کے لیے نسبتاً ٹھوس غذا ضروری ہو جاتی ہے تو اس کے منہ میں دانت نکل آتے ہیں۔ پھر آپ دیکھیں کہ زندگی کے ساٹھ، ستر یا سو سال کے دوران ہر مرحلے میں، اس کے اعضاء میں مسلسل تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور وہ انسان جس کا آغاز رحم مادر میں دو نادیدہ لیکن بارآور خلیوں کے ملنے سے ہوا تھا، زندگی کے خاتمے سے پہلے پہلے ایک بالکل ہی مختلف طرح کی مخلوق بن جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

"اور اگر یہ اللہ کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ طبیعت (نیچر) بے علم، بے ارادہ اور بے قدرت ہے اور بغیر کسی علم و قدرت کے چیزوں کو بناتی ہے تو یہ امر محال ہے کہ بے عقل، بے ارادہ اور بے قدرت شے اس قدر علم و حکمت، مصلحت و باریک بینی کے ساتھ کسی باشعور شئے (مثلاً کسی انسان، جانور یا درخت) کو تخلیق کر سکے۔"

(توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ، لیکچر 1، صفحہ 79۔80۔)

یقین ہے کہ قارئین اس بات کو سمجھ چکے ہوں گے کہ فطری انتخاب کا نظریہ جسے ڈارون سے منسوب کیا جاتا ہے، ڈارون سے گیارہ سو سال پہلے بھی موجود تھا۔ اگر کسی دوست کے ذہن میں کوئی شک و شبہہ موجود ہے تو وہ توحید مفضل کے ان لیکچرز کو گوگل سرچ پر جا کر عربی، انگلش اور فارسی زبان میں دیکھ سکتا ہے۔ یہ گزارش ہم نے اس لیے کی ہے تا کہ کوئی شخص اس تحریر کو پڑھے تو یہ سمجھ کر آگے نہ بڑھ جائے کہ ہم نے یہ ساری باتیں امام جعفر صادق علیہ السلام سے محض عقیدت کے سبب لکھی ہیں۔ عقیدت کا پہلو اپنی جگہ ہے لیکن ہم نے جو دعویٰ کیا ہے اس کے واضح دلائل بھی پیش کیے ہیں جنہیں کوئی بھی قاری "توحید مفضل" کے عربی متن سے چیک کر سکتا ہے۔

ڈارون کی خدمات سے انکار ممکن نہیں:

فطری انتخاب کا نظریہ اگرچہ چارلس ڈارون سے بھی ہزار سال پہلے بھی موجود تھا لیکن حیاتیات کے اس موضوع پر اس کی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کے اس راز کو سمجھنے کے لیے اس نے اپنی آرام و آسائش کی زندگی چھوڑ کر پانچ سال تک کے لیے سخت تکلیف دہ بحری سفر اختیار کیا۔ اس سفر کے دوران اس نے دنیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تمام جانداروں (مثلاً حیوانات و نباتات) میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اس کی بہت دلچسپ مثال بھنبھیری (Dragan Fly) کی زندگی ہے۔ بھنبھیری پانی میں انڈے دیتی ہے۔ یہ انڈا چند دنوں بعد کچھ اور شکل اختیار کر کے خود کو ایک سخت خول میں محفوظ کر لیتا ہے اور پانی کے اندر ہی سے ننھے منے جانداروں کو پکڑ کر کھاتا رہتا ہے۔

اگلے مرحلے میں یہ ایک جھینگر جیسی شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن پانی ہی میں رہتا ہے۔ اس کے کچھ عرصے بعد ایک اور مرحلے سے گزر کر یہ جھینگر جیسی چیز ایک رنگ برنگی بھنبھیری میں تبدیل ہو جاتی ہے اور باقی زندگی پانی کے بجائے ہوا میں پرواز کرتے ہوئے گزارتی ہے۔

اس کی زندگی کے ان مختلف مرحلوں میں اس کے اعضا ماحول اور غذا کی مناسبت سے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہ ساری تبدیلیاں قانون قدرت یعنی نیچر کے مطابق رونما ہوتی ہیں اور یہ تبدیلیاں لاکھوں سال میں نہیں چند ہفتوں میں رونما ہوتی ہیں۔

طبیعت (نیچر) اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایک نظام ہے:

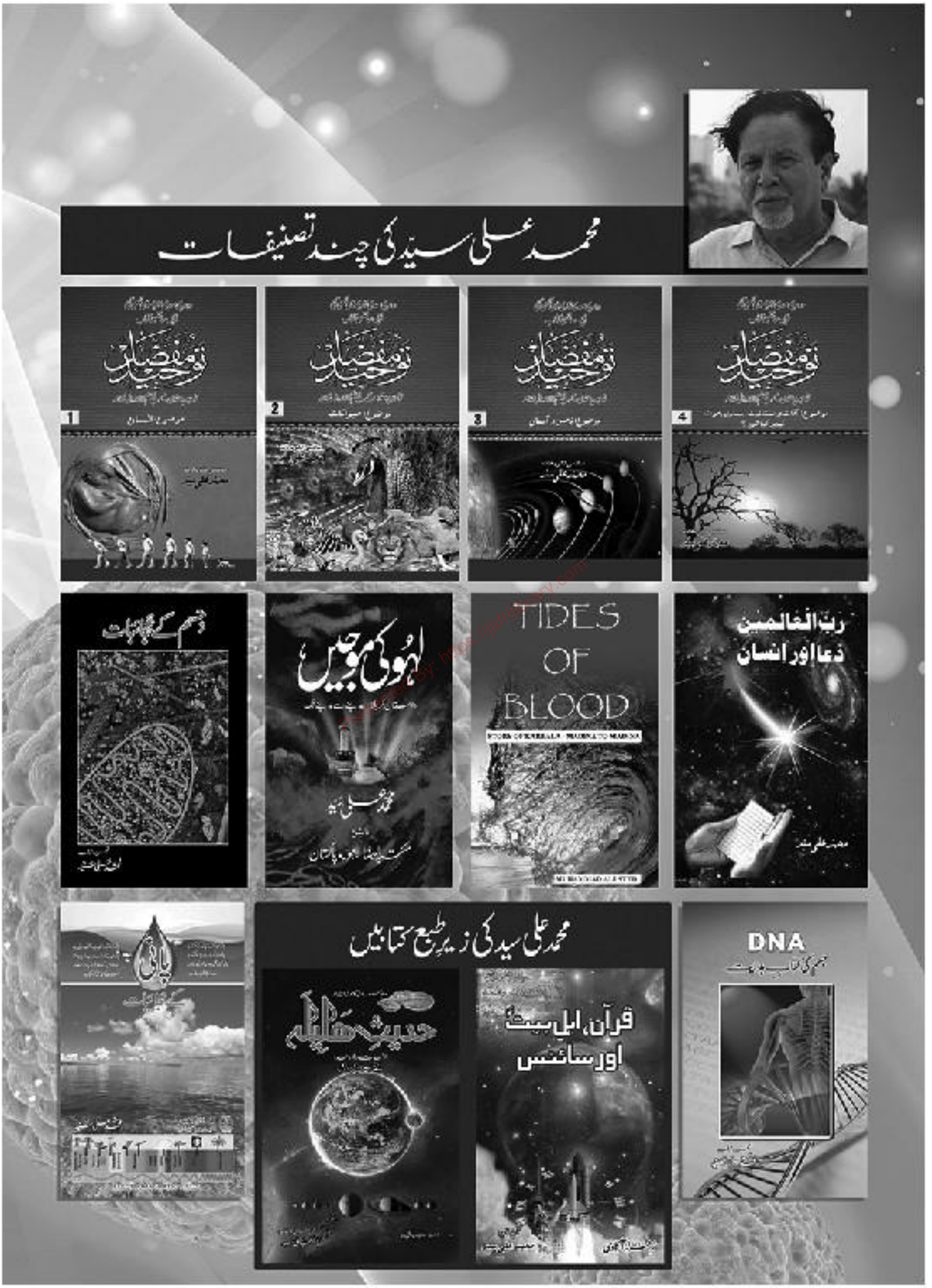
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"مفضل دیکھو! اصل بات یہ ہے کہ تمام مخلوقات اللہ رب کریم کی پیدا کردہ ہیں اور جسے یہ لوگ (مثلاً سائنس دان) نیچر (Nature) کہتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایک نظام ہے جسے اس نے اپنی (حکمت کاملہ سے) مخلوقات جاری کیا ہے۔"

(توحید مفضل سائنسی تشریحات کے ساتھ، لیکچر 1، صفحہ 80۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com



Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com



DR. NAWEED SYED

PROFESSOR, CHIEF SCIENTIST

CUMMING SCHOOL OF MEDICINE

UNIVERSITY OF CALGARY

Story telling is an art - whereby the enchanted loom of a creative writer's mind weaves a cloak of invisibility - a flying carpet, the big bang, or a speaking ant – allowing the observer to see the unseen, hear the unheard and speak the unspoken. Similarly, a writer's mind takes flight on one of those magical and often mysterious carpets, to travel through space and time – in order to bring back to its readers, his or her perspective on the universe. This time traveller then narrates back to others as to what might have happened in the past and how that information could be used to predict the future. Mr. Mohammad Ali Syed has indeed knitted such a colourful carpet - stitching Quranic verses and their interpretations - together with the modern sciences, and interlacing in between them the strings of Ilm-e-Laduni that was imparted by the Almighty to our Masomeen (AS). This book is a must read – perhaps a Jihad against the mindset which declares religion and science as being incompatible with each other. In this book, he has done a tremendous service not only to Islam, the Quranic revelations, the teachings of Prophet (pbuh) and his progeny (AS) but has also instilled a sense of awe and curiosity in our young minds – both about Quranic revelations and modern sciences. I sincerely, believe that such an attempt is pivotal for the revival of the Gold Age of Islam, and I congratulate Mr. Syed for such a tremendous effort. This book is not only relevant but also exciting, interesting and factual; it will take you on a journey through the uncharted skies - wherein lie the answers to the questions: who we are – where have we come from and Who must we serve.

QURAN & SCIENCE RESEARCH FOUNDATION

SUBSIDIARY OF ZAHRA ACADEMY PAKISTAN

6, Jiwani Garden, JM-208/2, Amil Colony, Soldier Bazar No. 4, Karachi - Pakistan. Tel: +92 21-2231200 / +92 345 2443358

Presented By: https://jafrilibrary.com